Marfat.com

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے

# معاذ اللہ

تخلیقِ آدم اور انسان کے ازلی دشمن شیطان کے عزائم
اور اللہ کی قدرت و اقتدار سے متعلق قرآنی آیات و تفسیر

●

مؤلف
مشتاق احمد قریشی

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

85940

~~68470~~

موضوع.........معاذ اللہ۔
ہدیہ.........۹۰ روپے۔
تالیف.........مشتاق احمد قریشی۔
کمپوزنگ.........طاہر احمد قریشی۔ ابرار احمد قریشی۔
تزئین و آرائش.........سلیم اختر
اہتمام.........محمد علی قریشی۔ مکتبہ القریش۔ اردو بازار لاہور۔۲۔
پرنٹنگ.........نیر اسد پریس لاہور۔
سن اشاعت.........ستمبر ۲۰۰۱ء
ناشر.........نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز۔ احمد چیمبر بلمور یا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی۔ پوسٹ بکس نمبر 874 کراچی۔

ملنے کا پتا

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور۔۲
نئے افق۔ احمد چیمبر بلمور یا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی۔



Marfat.com

2914

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی
سابق صدر نشین شعبہ اردو' کراچی یونی ورسٹی
سابق ڈائریکٹر مرکز مطالعہ سیرت' سر سید یونی ورسٹی کراچی

عزیز گرامی مشتاق احمد قریشی کے ذہنی انقلاب' حالیہ دینی خدمات اور علمی کاوشوں کے تسلسل پر جب غور کرتا ہوں تو اقبال کا یہ شعر یاد آ جاتا ہے۔

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج
بندے کو عطا کرتے ہیں چشم نگراں اور

مشتاق کے بہت سے دوستوں نے اس تبدیلی پر تعجب کا اظہار بھی کیا ہے' اور مجھے اُن کے تعجب پر تعجب ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایسے اصحاب توفیقِ الٰہی اور رزقِ حلال کو انسان کے کردار اور زندگی کی تفہیم میں اہمیت نہیں دیتے۔ ایک حدیثِ مبارک کا مفہوم پیش کرتا ہوں۔ اکثر لوگ اپنی عبادت اور ریاضت سے قربِ الٰہی حاصل کرتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بالوں سے کو پکڑ کر اپنے قریب لے آتا ہے۔ مشتاق احمد قریشی سلمہ اللہ تعالیٰ بھی ایسے ہی خوش نصیبوں میں سے ہے۔

آج جی چاہا کہ اُن کی شخصیت کی تفہیم میں اُن کے پڑھنے والوں اور جاننے والوں کی کچھ مدد کر دوں۔ کئی برس ہوئے کہ میں نے کاروبار میں توسیع کے لیے انہیں سودی ذرائع اختیار کرنے سے منع کیا۔ مشتاق نے ایک لمحے کے تذبذب کے بغیر اپنا ایک مکان فروخت



Marfat.com

کر کے سودی قرضوں سے نجات حاصل کر لی اور نفع نقصان کی کوئی پروا نہیں کی۔ وہ جانتے کہ مسلمان کا نفع کس بات میں ہے۔

پھر وہ شیخ الحدیث اور محققِ عصر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے' اور اِس نسبت نے اُن کی سعادتوں میں جو اضافہ کیا میں اُس سے حیران رہ گیا۔ اِن سعادتوں میں سے ایک سعادت ان کا دینی موضوعات پر مطالعے کا سلسلہ بھی ہے۔ انہوں نے جس محنت' ذوق اور گہرائی کے ساتھ قرآنِ حکیم اور حدیث شریف کا مطالعہ کیا ہے اُس کا اندازہ سورۃ اخلاص اور سورۃ العصر کی مختصر تفاسیر سے ہوسکتا ہے۔ ''والکفرون'' پر بھی ان کی تالیف میری نظر سے گزری ہے اور اُس کی اثر انگیزی بھی ماشاءاللہ خوب ہے۔

انہوں نے تعوذ پر جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کے پیشِ نظر ہے۔ اِس تالیف میں احادیث اور قرآنی آیات کو سلیقہ اور منطقی ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔'' ''میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' اِن پانچ الفاظ میں کتنی آسانی کے ساتھ معانی اور موضوعات کی ایک دنیا سمیٹ لی گئی ہے۔ اس میں تین کردار ہیں۔ ''میں'' یعنی بندہ' انسان کا ازلی دشمن شیطان اور انسان کا خالق' بندے کا معبود' اللہ تعالیٰ جل جلالہ۔ بندہ جو اپنی تمام تر قوتِ تمیز' عقل اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیارات کے باوجود شیطان کے آگے بے بس ہے' اگر اللہ کی پناہ اُسے حاصل نہ ہو کیونکہ شیطان اُس کی تخلیق کے وقت ہی سے اُس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اور یہ شیطان اُس کے اندر بھی ہے اور خارجی وجود بھی رکھتا ہے۔ پھر اِس خارجی وجود کے کتنے روپ' مظاہر اور حربے ہیں۔ باطل نظریات' فریب کار' رہنما اور مُرشد' لہو میں رقص کرنے والے سرکش جذبات' ماحول پر چھائے ہوئے اسبابِ تعیش و گمراہی۔

مشتاق قریشی صاحب نے بڑی کامیابی' بڑی آسانی اور بڑی سلاست کے ساتھ اِن تمام اطراف جوانب اور تمام پہلوؤں کا اِس مختصر تالیف میں احاطہ کر لیا ہے۔ انہوں نے تکرار



Marfat.com

اور تسلسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ' اُس کے بے حد کرم' شیطان کی حیلہ کایوں اور فریب کے طریقوں اور انسان کے لیے شیطان سے بچنے کی صورتوں اور طریقوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ تالیف ایک مسلسل انتباہ کا درجہ رکھتی ہے۔ انہوں نے تازہ تر شیطانی حربوں کو بھی پیش کیا ہے۔

بدل کے بھیس زمانے میں پھر سے آتے ہیں
اگرچہ پیر ہے آدم جواں ہیں لات و منات

لات ومنات' معبودان باطل بھی تو شیطان کے روپ ہیں۔

قریشی صاحب نے قرآن وحدیث کے مطالعے سے بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قرآنی اور مسنون دعائیں شیطان کے ہر حملے کے خلاف ہمارا موثر ترین دفاع ہیں اور انہوں نے متعلقہ دعاؤں کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ یوں یہ کتاب قرآنی دعاؤں کا نہایت اچھا مجموعہ بھی ہے۔ اقتدار کی ہوس' حبِ جاہ' جنسی لذت کوشی' بخل' خدشے اور وسواس..... یہ سب شیطان کے تیر ہیں اور اللہ کا ذکر اور اُس کے حضور دعا اِن سے نجات کا طریقہ ہے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ مومن کا ہر صالح عمل' ذکرِ الٰہی کی عملی تفسیر ہے۔ یہ اعمالِ صالحہ ہی اِس عالم شش جہات میں مومن کو شیطان کے خلاف اللہ تعالیٰ کا دست و بازو بنا دیتے ہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں' کار کشا و کارساز

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کے خلاف اپنی اور اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم سب مل کر اُس اسلامی معاشرے کو جنم دیں جہاں ہماری ہر صبح اور شام اپنے پیدا کرنے والے کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

خلیفہ اجل شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ' امابعد

محترم مشتاق احمد قریشی صاحب ہمارے ملک کے اِن قلم کاروں میں سے ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی روشنی سے منور فرمایا اور جن کے اذہان کو دینی علوم ومعارف سے مزین کیا۔ اِس بنا پر ان کی قلمی خدمات کا دائرہ دین کی روشنی پھیلاتا ہے اور اِن کا وسعتِ مطالعہ دینی تعلیمات کو عام کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس سے قبل اِن کی ایک کتاب الاخلاص کا دائرہ ذات باری تعالیٰ اور توحید تھا جبکہ اس دفعہ انہوں نے اپنی قلم کی جولانیوں کا رخ تعوذ اور رب کائنات کی پناہ کی افادیت کی طرف موڑا ہے۔ جستہ جستہ اس کتاب کا مطالعہ کیا۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے اس تالیف میں اِنہوں نے تعوذ سے متعلق جتنی قرآنی آیات تھیں ان کو نہ صرف یکجا کیا بلکہ ان کی مستند تفاسیر اور حدیث شریف کی اہم کتابوں سے تفسیر وتوضیح بھی کر دی تا کہ عام لوگوں کے لئے اس سے استفادہ کرنا آسان ہو جائے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس تالیف میں انہوں نے اپنی رائے یا تشریح کے بجائے مستند علیہ کتب سے مواد جمع کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دینی معاملات میں اکابر علمائے کرام اور فن کے ماہرین کی آرا کو فوقیت دیتے ہیں اور تفسیر بالرائے کے قائل نہیں' اور موجودہ دور میں یہی روش سب سے زیادہ ضروری ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے علم پر ناز کر کے گمراہی میں پڑنے اور فتنے میں مبتلا ہونے سے بچ سکتا ہے۔

مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کتاب کے مطالعہ سے ہر مسلمان ربِ کائنات کی پناہ کی افادیت کو اچھے انداز میں محسوس کرے گا اور اس تعلیمات پر عمل کر کے نہ صرف ایک اچھا مسلمان ثابت ہوگا بلکہ شیطان کے مکر وفریب اور گمراہی کے اسباب سے بھی محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ جناب مؤلف کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اُمت کے لئے اس کو نافع بنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

معاذ اللہ ۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## مفتی محمد جمیل خان

نگران اسلامی صفحہ ''جنگ'' کراچی۔ نائب مدیر اقرأ روضۃ اطفال
خاک پائے شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد

تخلیق آدم کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے شرفِ انسانیت کے اظہار کے لئے جب ملائکہ کے سامنے حضرت آدمؑ کو پیش کیا تو ملائکہ نے انسان کی عظمت سے واقفیت کے لئے ربِ کائنات سے بعض استفسارات کئے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی علمیت کو فرشتوں پر اجاگر فرمایا جس کے بعد فرشتوں نے عظمتِ آدم کو تسلیم کر کے واضح اعلان فرمایا۔

''آپ کی ذاتِ عالی تمام عیوب سے بالاتر ہے۔ بے شک ہم کسی بات کا علم نہیں رکھتے مگر جو آپ ہمیں عطا فرمادیں۔ بے شک آپ علیم بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور انسانیت کی عظمت کو فرشتوں کے دلوں میں راسخ کرنے کے لئے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدۂ تعظیم کریں۔ فرشتے اطاعت اور فرمانبرداری کے پتلے تھے، بغیر کسی چوں چراں کے انہوں نے سرِ تسلیم خم کیا اور سجدہ ریز ہو گئے، مگر ابلیس نے جو کہ بعد میں شیطان لعین کے عنوان سے شر و فساد کی علامت قرار پایا، ربِ کائنات کے اس حکم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ربِ کائنات کے استفسار پر کہنے لگا۔

''میں کیسے آدم کو سجدہ کروں حالانکہ میں اس سے بہتر ہوں۔ ان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق آگ سے اور آگ کو مٹی پر برتری اور بڑائی حاصل ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو ابلیس کا یہ تکبر پسند نہیں آیا اور غضب کے طور پر فرمایا۔ ''آسمان سے اتر جا! تجھے آسمان میں رہ کر تکبر کرنے کا کوئی حق نہیں، سو نکل! بے شک تو ظالموں میں شمار ہونے لگا۔''

اللہ تعالیٰ کے غضب کے بعد ابلیس نے معافی طلب کرنے کے بجائے مقابلہ کی ٹھان لی اور قیامت تک لعین قرار پانے کے اسباب فوری پیدا کئے اور کہنے لگا کہ مجھے مہلت دیجئے، بسبب اس کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا، میں ان کے (آدمؑ اور ان کی اولاد) کے راستہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا آگے سے بھی پیچھے سے بھی، ان کے داہنی جانب سے بھی اور بائیں جانب سے بھی، آپ ان میں سے (اولادِ آدم) سے اکثر کو احسان ماننے والا نہ پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''یہاں سے



Marfat.com

ذلیل وخوار ہو کر نکل! جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا ضرور تم سے جہنم کو بھروں گا۔"

یہاں سے خیر وشر' انسان اور شیطان' ہدایت اور گمراہی کی اس جنگ کا آغاز ہوا جس کا اختتام قیامت پر ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "وقت معلوم" یعنی قیامت تک شیطان کو گمراہ کرنے کی مہلت عطا فرمادی' شیطان نے اپنے چیلوں کے ذریعہ انسانوں کو گمراہ کرنا شروع کیا' جبکہ نیکی وخیر کی تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے انبیاً کرام علیہم السلام کا سلسلہ شروع کیا یہاں تک کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین کی حیثیت سے مبعوث فرما کر سلسلہ انبیاً کرام ختم فرمایا اور امت محمدیہ کے اہل علم کو وراثتِ نبی آخر الزماں کے منصب پر فائز فرما کر دین کی اشاعت اور حفاظت اور تشریح کی ذمہ داری سونپی۔

نبی آخر الزماں ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو کتاب ہدایت عطا فرمائی اور نبی آخر الزماں ﷺ نے جو ارشاداتِ مبارکہ اور افعال مبارکہ اپنی زندگی میں دستورِ حیات کے طور پر فرمائے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اسلام کی تشریح کو اپنی زندگی کے ذریعے امت تک پہنچایا' نبی اکرم ﷺ نے اس کو راہِ ہدایت قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ "جو میرے بعد قرآن وحدیث کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہے گا اور میرے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ پر چلتا رہے گا وہ گمراہی اور ضلالت سے بچتا ہوا راہ ہدایت پر قائم رہے گا۔"

قرآن کریم واحادیث نبویہ ﷺ میں اللہ تعالیٰ نے شیطان لعین کے ان گمراہ کرنے کے طریقوں سے امت کو بچانے کے لئے مختلف علاج مختلف آیات میں بتائے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے اقوالِ مبارکہ بھی اس سلسلے میں کثرت سے ہیں جبکہ آپ نے لحہ بہ لحہ اپنے عمل سے شیطان سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیا' جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو فطری بشری کمزوریوں کی وجہ سے شیطان کا شکار بننے کے اندیشے میں گھیرے رہتے تھے اس لئے آپ سے بارہا اس سلسلہ میں استفسار فرماتے رہے جو بعد میں احادیث شریف کا ذخیرہ بن کر امت کے لئے ہدایت قرار پائے۔

امام احمد بن حنبلؒ آخری وقت میں فرمارہے تھے "ابھی نہیں' ابھی نہیں۔" کسی نے سوال کیا کہ "آپ یہ کیا فرمارہے ہیں؟" فرمایا "شیطان لعین کھڑا ہوا کہہ رہا ہے میرے ہاتھوں سے بچ گئے؟ میں جواب میں کہہ رہا ہوں ابھی نہیں' جب تک ایمان پر خاتمہ نہیں ہوجاتا تیرے مکر سے بچا نہیں جاسکتا۔"



Marfat.com

اسی طرح حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو شیطان نے بہکانے کی کوشش کی جب ناکام ہوگیا تو شیطان کہنے لگا کہ آپ اپنے علم کی وجہ سے میرے مکر سے بچ گئے' شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ''دیکھو یہ مجھے اس وقت گمراہ کرنے سے باز نہیں آ رہا' فوراً فرمایا کہ علم کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تیرے مکر سے بچ گیا۔''

شیطان اللعین کی اس ازلی جنگ سے بچنے کے لئے قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ نے ایک دستور العمل دیا ہے جس کو شرعی اصطلاح میں ''تعوذ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے' یعنی اپنے آپ کو شیطان کے مقابلے سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دینا۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی استعانت وامداد طلب کرنا۔

محترم مشتاق احمد قریشی صاحب نے اس سلسلے میں نہایت کاوش اور عرق ریزی کے ساتھ قرآن کریم کی ان آیات کو یکجا کر دیا ہے جس میں شیطان لعین سے پناہ لینے کے طریقے کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے شیطان کے بارے میں اور اس کے دجل وفریب پر مشتمل جو واقعات قرآن میں درج تھے ان کو بھی ایک جگہ جمع کر دیا' نیز انہوں نے ان دعاؤں کا ایک معتد بہ حصہ بھی نقل کر دیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی مدد اور دین میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح کتاب پڑھنے والا مسلمان نہ صرف شیطان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کے طریقوں سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے بلکہ شیطان کی فریب کاریاں بھی اس کے سامنے واضح ہو جاتی ہیں۔ آسان اور سلیس زبان میں تالیف کردہ اس ذخیرہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ذاتی رائے اور تشریح کے بجائے امت کے مستند علمائے کرام حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ' حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ' حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ مولانا احمد سعید دہلویؒ مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور مولانا عاشق الٰہی کی تشریحات کو مدنظر رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے تالیف کے اعتماد میں اضافہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مجموعہ کو مؤلف کے لئے صدقہ جاریہ اور امت کے لئے نافع بنائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

★



Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم


مولانا فضلِ خالق

خطیب مسجد ابراھیمی بلاک اے

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن

استاذِ حدیث جامعہ ربانیہ ومصحح القران تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی


دشمن دو قسم کے ہیں ایک وہ جو نظر آتا ہے۔ دوسرا وہ جو نظر نہیں آتا۔ جو نظر آتا ہے اس سے بچاؤ کی انسان اپنی عقل سے' آپس کے باہمی مشورے سے کچھ نہ کچھ تدبیر کر ہی لیتا ہے اور اکثر یہ تدابیر اس کے لئے مفید ثابت ہو جاتی ہیں لیکن جو دشمن نظر نہیں آتا اور جس نے ہر قسم کے ہتھیار سے لیس ہو کر اپنے تمام لاؤ لشکر کے ساتھ انسان کو گمراہ اور تباہ کرنے کا تہیہ کر رکھا ہو اور اس کی قسم کھا رکھی ہو اور اس پر ہر طرف سے حملہ آور ہو رہا ہو اس سے بچنے کی انسان اپنی عقل سے اور آپس کے باہمی مشورے سے کوئی تدبیر کر ہی نہیں سکتا۔ ایسے دشمن کے شر سے بچنے کی بس ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ایک ایسی ذات اور طاقت کی پناہ اور حمایت حاصل کی جائے جو واقعتاً عظیم ترین طاقت ہو اور جس کا علم جس کی قدرت ہر ظاہر و باطن پر محیط ہو اور کائنات کا کوئی ذرہ اس کے دائرہ علم و قدرت سے باہر نہ ہو اور جو خود پیشکش بھی کرے کہ اے انسان آ و میری پناہ اور حفاظت میں آ و اور جس کو انسان سے بے حد درجہ پیار اور محبت بھی ہو۔

معاذ اللہ ۱۰

Marfat.com

یہ دشمن کون ہے؟ اور جو اس دشمن سے پناہ دے سکتا ہے' وہ کون ہے؟ اور یہ جو اس سے حفاظت کر سکتا ہے اور پناہ دے سکتا ہے وہ خالقِ کائنات اللہ رب العالمین ہے۔

کتاب معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) (جو اپنی نوعیت اور موضوع کے لحاظ سے اور اپنے نام کے اعتبار سے پہلی منفرد کتاب ہے) (قارئین کے لئے انشاء اللہ بہترین رہنما ثابت ہوگی) جو شاہکار قلم ہے جناب مشتاق احمد قریشی صاحب کا جن کی اس سے پہلے سورۃ اخلاص کی ایک جامع تفسیر اَلِا خلاص اور سورۃ والعصر کی جامع تفسیر والعصر کے نام سے شائع ہو کر ہدیہ ناظرین ہو چکی ہیں۔

جناب مشتاق احمد قریشی صاحب سے کون واقف نہیں ہے ان کی ذات محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ میدان صحافت میں اپنا نام پیدا کرنے والے سینئر صحافی' جنگ اخبار کے مستقل کالم نگار' صاحبِ طرز ادیب علماء حق کے ساتھ تعلق رکھنے والے دینی کتب کے مطالعہ کا ذوق رکھنے والے باشرع' پابند صوم وصلوٰۃ' دینی مزاج کی حامل شخصیت ہیں۔

کتاب معاذ اللہ کو میں نے اول تا آخر لفظ بہ لفظ مطالعہ کیا استعاذہ کے باب میں قرآن وحدیث اور مستند تفاسیر وکتب کا بہترین مجموعہ ہے۔ بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ اللہ پاک اس مجموعہ کو شرف قبولیت عطا فرما کر قارئین کے لئے نافع اور جناب مؤلف کے لئے ذخیرۂ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین یاربَّ العالمین۔

طالب دعا

فضل خالق عفا اللہ عنہ

۱۴ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

★



Marfat.com

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# عرض مولف

تعوذ کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے تخلیقِ آدم کے مقصد کو سمجھا لیا جائے۔اس ضمن میں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ تخلیقِ آدم کا مقصد؟

۲۔ تخلیقِ آدم کی ضرورت؟

تخلیقِ شیطان کے بھی دو مدارج ہیں؟

۱۔ اپنے خالق کا نافرمان؟

۲۔ دشمنِ انسان؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اِسی دشمن سے' پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اِس پناہ کی وضاحت کو مدنظر رکھتے ہوئے اِس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے تا کہ تعوذ کے مطالب بخوبی واضح ہو جائیں۔

معاذ اللہ ۱۲

Marfat.com

۱۔کس کو پناہ میں آنا ہے؟

۲۔کس سے پناہ میں آنا ہے؟

۳۔کس کی پناہ میں آنا ہے؟

تعوذ کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے تخلیق آدم کو سمجھا جائے کہ انسان ہے کیا؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی وجہ تخلیق کیا ہے اور انسان کو کیوں پیدا کیا گیا ہے؟ اس حصے کو ہم نے ''کس کو پناہ میں آنا ہے'' کا عنوان دیا ہے دوسرا حصہ کس سے پناہ میں آنا ہے۔ یہ حصہ تخلیقِ شیطان اور انکارِ سجدۂ آدم اور اس سے پیدا ہونے والے عوامل پر محیط ہے۔ اس سے ہماری سمجھ میں یہ بات با آسانی آجائے گی کہ شیطان کون ہے؟ کیا ہے اور اس کی انسان سے کیا دشمنی ہے؟ وہ کیوں انسان کے پیچھے پڑا ہوا ہے کہ اسے گمراہ کر کے چھوڑے گا؟ اس کتاب کا سب سے اہم تیسرا اور آخری حصہ ہے ''کس کی پناہ میں آنا ہے۔''

اللہ ہی انسان کو شیطان مردود سے پناہ دے سکتا ہے۔ قرآن حکیم میں رب کریم بار بار ایک ایک بات کھول کھول کر بیان کر رہا ہے۔ پس اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کتاب میں موضوع سے متعلق قرآنی آیات یک جاء کر دی گئی ہیں جو قرآن حکیم میں جگہ جگہ حسب ضرورت رب کریم نے ارشاد فرمائی ہیں۔ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے یقیناً یہ گمان ہوگا کہ ایک ہی بات کو بار بار دہرایا گیا ہے لیکن قرآن کی حکمت ہے کہ ایک ہی بات کو بار بار دھرانے کے باوجود نئے سیاق وسباق کے ساتھ کسی بات اور حکم کے مختلف گوشے اُبھر آتے ہیں۔ بیشتر علماء و محققین کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں آیات وکلمات' الفاظ وتراکیب اور حقائق واقعات کی تکرار محض تکرار لفظی نہیں جو عبارت وکلام کی زیبائش وحسن کے لئے لائی گئی ہو بلکہ وہ حسنِ کلام کے ساتھ ساتھ جدتِ معانی اور تجدیدِ مفاہیم کا جمال بھی رکھتی ہے۔ اِس لئے اگر قرآن مجید کی آیاتِ کریمہ کی تفسیر قرآنی الفاظ وتراکیب اور ہم معنی آیات وکلمات کی روشنی میں کی جائے تو ایک نیا جہانِ معنی نظر آتا ہے جس سے قرآن فہمی کے نئے



Marfat.com

نئے باب کھلتے چلے جاتے ہیں اور بندہ اپنے رب کی ہدایات کو اچھی طرح سمجھ کر اُس کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے اور اِس طرح نزولِ قرآن اور رسالتِ مآب حضرت محمد ﷺ کا مقصدِ عظیم پورا ہوتا ہے اور انعامِ الٰہی کے طور پر اللہ کا فضل و کرم مغفرت و بخشش سے ہمکنار ہونے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

قرآن کریم یقیناً نوع انسانی کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صراط مستقیم اور مکمل منظم ضابطہ حیات ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ اپنے اندر معنی کے کئی جہاں لیے ہوئے ہے۔ بس اللہ کی طرف رجوع اور اُسے توفیق طلبی کی ضرورت ہے اور یہ توفیق اپنے آپ کو ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ کرنے سے ملتی ہے۔

معاذ اللہ یعنی اللہ کی پناہ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمُ۔

سورۃ النحل کی ۹۸ نمبر کی یہ آیت اپنی جگہ بہت اہم آیت ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس سورۃ میں اگرچہ نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کیا ہے لیکن درحقیقت اس آیت کی مخاطب پوری امتِ محمدی ﷺ ہے۔ اس آیت شریف کو غور و فکر سے سمجھا جائے تو اس سورۃ میں بنیادی طور پر دو فریق اور ایک حاکم سامنے آتے ہیں' ایک وہ جسے حاکم ہدایت کر رہا ہے اپنی پناہ میں آنے کی یعنی انسان' دوسرا وہ جس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے پناہ مانگنے کی ہدایت کی جا رہی ہے۔ یعنی شیطان۔ خود حاکم جو تمام حاکموں کا حاکم ہے' انسان کو اپنی پناہ میں آنے کی ہدایت فرما رہا ہے' سورۃ التین کی آخری آیت میں قرآن حکیم میں ربِ کائنات خود فرما رہا ہے۔

''اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ۔

''کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟'' جب دنیا کے چھوٹے چھوٹے حاکموں سے لوگ یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ انصاف کریں اور مجرموں کو سزا دیں اور اچھے کام کرنے والوں کو صلہ و انعام سے نوازیں تو اللہ تعالیٰ کے متعلق ہم کیا گمان کر سکتے ہیں۔ وہ تو



Marfat.com

سب حاکموں سے بڑا حاکم' سب مالکوں سے بڑا مالک' سب طاقتوں سے بڑی طاقت والا ہے۔ وہی ہم سب کا خالق و مالک ہے۔ وہی شیطان کا بھی خالق ہے۔ سب اُس کے ہی تابع فرمان ہیں۔ اس لئے یہ تو گمان تک نہیں آنا چاہیے کہ اللہ اپنے بندوں کے ساتھ انصاف نہ کرے اور نہ یہ سوچا جا سکتا ہے کہ وہ بُرے اور بھلے انسانوں سے ایک جیسا سلوک کرے گا وہ عادلِ حقیقی ہے۔ بداعمالوں کو سزا دے گا۔ نیک اعمالوں کو جزا۔ یہی اس کا انصاف ہے۔

وہ اللہ کی ہی ذات ہے جو انسانوں کو پناہ دے سکتی ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو انسانوں کو پناہ دے سکے اور وہ بھی شیطان مردود سے' اللہ سے پناہ مانگنے کا مطلب اپنی عاجزی' کمزوری کا اظہار و اقرار کرنا اور خود کو بڑی طاقت والے حاکم کی پناہ میں دینا ہے۔

پناہ کے لغوی معنی حفاظت کے ہیں یعنی کسی کی پناہ میں آنا' پناہ دینے والے کی حفاظت میں آنے کے ہیں' دوسرے معنی پناہ کے حمائت اور سہارے کے بھی ہیں۔ یہاں پناہ سے مراد اللہ کی حمائت اور سہارے کے ہیں۔ یہ آیت اپنے اندر کئی معنی لئے ہوئے ہے۔ جب قرآن کریم میں ہمارا رب ہم سے کہہ رہا ہے کہ پناہ مانگو میری' شیطان مردود سے' تو یقیناً انسانی ذہن اصل حقیقت کو سمجھنے کے لئے کوشاں ہوتا ہے۔ اس کے فہم و ادارک کے سامنے یہ سوال آ کھڑا ہوتا ہے کہ آخر یہ شیطان ہے کون کہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے خود اشرف المخلوقات کہہ کر تمام دیگر مخلوقات سے افضل ہونے کی سند دے دی ہے تو پھر اسے شیطان سے کیوں ڈرایا جا رہا ہے؟

یقیناً یہ انسانی سوچ کے لئے اہم بات ہو سکتی ہے لیکن کیا ہم نے کبھی اپنے اردگرد آج کے ماحول کو دیکھا ہے کہ ایک ہتھیار بند بدمعاش یا ڈاکو انسانی طاقت کو کس طرح بے بس و مجبور کر کے اپنی من مانی کر لیتا ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ شیطان کا بھی ہے کہ وہ وسوسوں کے ہتھیاروں سے لیس ہے اور وہ جو نظر بھی نہیں آتا مگر اپنا کام کر جاتا ہے۔ ذرا یہ تو سوچیے کہ عام انسان یا بدمعاش یا ڈاکو جو چاہے کہیں' وہ آپ کو ہتھیار لئے ہوئے نظر آ رہا ہوتا ہے۔



Marfat.com

آپ اس کا اپنی قوت وذہانت سے کوئی نہ کوئی تدارک کرنا چاہیں تو ذرا سی ہمت سے کام لے کر کر سکتے ہیں جبکہ شیطان ہمیں نظر نہیں آ رہا۔ وہ ہم پر حملہ کرنے کے لئے ہر طرح سے آزاد ہے اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے بھی لیس ہے' پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اپنے نادیدہ دشمن سے بغیر اپنے رب کی پناہ میں آئے محفوظ رہ سکیں؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے شیطان مردود سے اپنی پناہ میں آنے کا نسخہ بتایا ہے کیونکہ کسی بھی دشمن سے محفوظ و مامون رہنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی اس سے بھی بڑی قوت والا ہو اور اس کے ہتھیار بھی زیادہ قوی اور موثر ہوں۔

یقیناً اللہ کی قوت واختیار بے پناہ ہے اس لئے صرف وہی تو ہے جو انسانوں کو اور تمام مخلوقات کو ہر قسم کی اور ہر کسی سے پناہ دے سکتا ہے۔ کیا اور بھی کوئی ہستی ہو سکتی ہے جو اللہ کے سوا پناہ دے سکے؟ نہیں' قطعی نہیں یقیناً صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات ہے جس سے ہم پناہ مانگ سکتے ہیں اور جو یقیناً ہمیں پناہ دے سکتا ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور جب ہم قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں تو درحقیقت اللہ سے براہ راست ہم کلام ہو رہے ہوتے ہیں۔ اس سرور' وکیف کو محسوس کر رہے ہوتے ہیں جو اللہ سے گفتگو سے حاصل ہو سکتا ہے' ایسے میں بھلا شیطان یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ کوئی انسان اپنے رب سے ہم کلام ہو اور اس سے براہ راست ہدایت حاصل کر لے۔ اس لئے وہ اپنی پوری کوشش کرتا ہے کہ بندے اور اس کے رب کا تعلقِ خاص پیدا نہ ہو سکے' اس میں وہ مخل ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو اللہ کی پناہ میں دے دیں اور پھر یکسوئی قلب کے ساتھ اپنے رب سے ہم کلام ہوں تا کہ پوری توجہ اور دلجمعی سے اُس کی بات سمجھیں اور اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔

یوں تو شیطان اور شیطانی صفات پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن وہ مشکل الفاظ کا مجموعہ کہی جا سکتی ہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ تخلیقِ آدم اور شیطان مردود پر لعنت بھیجے جانے کے اسباب اور اللہ سے پناہ مانگنے کے ورد پر ایک ایسی آسان اور عام فہم کتاب تالیف



Marfat.com

کی جائے جو عام پڑھا لکھا آدمی بھی بہ آسانی پڑھ سکے سمجھ سکے اور اپنے آپ کو اللہ کی پناہ میں دے دے شیطان کے مقابلے میں اور تمام شیطانی منصوبوں سے نجات پالے۔

تعوذ کی تفسیر کرنے میں احساس ہوا کہ واقعی شیطان کس کس طرح رکاوٹیں پیدا کرتا ہے کیسے کیسے وسوسے پیدا کرتا ہے اس کتاب کی تکمیل اس لئے بھی مشکل کام رہی کہ یہ کسی سورت کی نہیں صرف ایک آیت کی تفسیر ہے۔ اس کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں میری رہنمائی شفیق محترم میرے مربی استاد جناب ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی صاحب نے اپنی خصوصی توجہ اور محنت سے کی مدیرہ ماہنامہ آنچل محترمہ فرحت آرا نے بھی خصوصی توجہ فرمائی میں تہہ دل سے دونوں کا شکر گزار ہوں کہ اُن کی سرپرستی اور معاونت نے جہاں میرا کام آسان کیا وہیں مجھے مزید آگے بڑھنے اور کام کرنے کا حوصلہ بھی عطا کیا اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں اور اپنی حفظ و امان میں رکھے اور یہ حضرات یونہی میری حوصلہ افزائی اور سرپرستی کرتے رہیں۔ آمین

طالب دعا

مشتاق احمد قریشی

۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ



Marfat.com

اَعُوْذُ قرأت قرآنِ حکیم سے پہلے پڑھنا کیوں ضروری ہے یہ سوال اکثر ذہنوں میں آتا ہے مگر اکثر لوگ قرآن کی تلاوت کرنے کے لئے اَعُوْذُ کو قرآن پڑھنے سے قبل اس لئے پڑھتے ہیں کہ ایسا قرآن کہتا ہے لیکن اس کی اصل وجہ کیا ہے پر بہت کم غور کیا گیا ہے یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ اگر اللہ تبارک تعالیٰ کی تعریف وصفات بیان کرنے کی کوشش کی جائے تو خود قرآنِ حکیم کے مطابق۔ تمام دنیا کے درختوں سے قلم بنائے جائیں اور تمام سمندروں کے پانی روشنائی کے طور استعمال ہوں تو تب بھی باری تعالیٰ کی حمد وثناء پوری طرح نہ ہو سکے گی اس لئے ضروری ہے کہ ایسی اعلیٰ مرتبت ہستی کے کلام کو پڑھنے سے قبل تمام وسوسوں اور شیطانی سوچوں اور اعمال سے خود کو الگ کر لیا جائے صرف اللہ کی طرف پوری توجہ اور دھیان دے کر اس کے کلام کو سمجھنے' سوچنے' اور عمل کرنے کے لئے خود کو تیار کر لیا جائے اس لئے ضروری ہے کہ پہلے خود کو اس کی پناہ میں دے دیا جائے اور پناہ یقیناً سب سے قوی اور مضبوط حاکم ہی دے سکتا ہے جس کا کوئی مقابل نہ ہو جو اپنی ذات میں صمد ہو۔ اس لئے قرآنِ حکیم نے کہا کہ



Marfat.com

شیطان مردود سے پناہ مانگی جائے۔

اَعُوذُ پڑھنا دراصل اللہ تعالیٰ سے التجا کرنا ہے اور برائی والے (شیطان) کی برائی سے اللہ کی پناہ طلب کرنا ہے۔اَعُوذُ کے معنی ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں تا کہ شیطان رجیم مجھے ین و دنیا میں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور جن احکام کی بجا آوری کے لئے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام ملے ہیں میں ان کو کروں ان سے نہ رُکوں اور جن کاموں کو نہ کرنے کا حکم ہے انہیں ہرگز نہ کروں۔ظاہر ہے کہ شیطان مردود سے بچانے والی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے اس لئے پروردگارِ عالم نے شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کی یہ صورت بتائی کہ ہم اس ذاتِ پاک سے پناہ طلب کریں۔اللہ کا ذکر ہی ہمارے دلوں سے شیطان کے وسوسوں کو دور کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی حکمتِ کاملہ نے شیطان کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ انسانوں کے ایمان کو آزمائے اور اللہ نے شیطان سے کہہ دیا کہ تو میرے نیک بندوں کی راہ کھوٹی نہ کر سکے گا۔

اَعُوذُ پڑھنا اللہ کی عظیم قدرت کا اقرار کرنا ہے اپنے اس باطنی اور کھلے دشمن کے مقابلے میں اپنی کمزوری اور عاجزی کا اقرار کرنا ہے کیونکہ انسانی دشمن کا مقابلہ حسن سلوک اور احسان سے ہوسکتا ہے'اس کی دشمنی احسان اور حسن سلوک سے ختم ہوسکتی ہے۔یعنی اگر ہماری دشمنی کسی انسان سے ہوگی تو وہ ہمارے حسن سلوک اور احسان سے متاثر ہوکر ہمارا دلی دوست بن جائے گا۔اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں فرماتا ہے۔''انسانوں میں سے جو تم سے دشمنی کرے اس کی دشمنی کا علاج تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک اور احسان کرو تا کہ اُس کی انصاف پسند طبیعت خود اُسے شرمندہ کرے اور وہ تمہاری دشمنی سے باز رہے۔بلکہ تمہارا بہترین دوست بن جائے اور شیاطین کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ نے اپنی پناہ پکڑنے کی ترکیب سکھائی کیونکہ شیطان مردود ایسا دشمن ہے جو حسن سلوک اور احسان سے قابو میں نہیں آتا۔ ویسے اس قرآنی نکتہ کو ہمیشہ یاد رکھے کہ شیطان جنوں میں سے ہوتے ہیں اور انسانوں میں



Marfat.com

سے بھی ہوتے ہیں۔ان انسانی شکل رکھنے والے شیطانوں کے دلوں کو حسنِ سلوک سے نہیں بدلا جاسکتا صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے انہیں مغلوب کیا جاسکتا ہے۔

باری تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾

''جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے'' (سورۃ النحل آیت نمبر 98) امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے۔امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر اصحاب کے نزدیک اَعُوْذُ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم پڑھنا بہتر ہے جبکہ امام ثوریؒ اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک اَعُوْذُ باللّٰہ من الشیطن الرجیم ان اللّٰہ ھو السمیع العلیم کی ترکیب بہتر ہے۔اسے بسم اللہ سے قبل پڑھا جاتا ہے۔اَعُوْذُ باللہ پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے شر سے محفوظ کردے تاکہ اس کی وسوسہ اندازیاں انسان کو اس عظیم ہدایت سے محروم نہ کردیں جو اسے قرآن مجید سے حاصل ہوتی ہیں شیطان سے پناہ مانگنے کا مطلب اللہ پر بھروسہ کرنا ہے۔شیطان مردود انسان کا کھلا دشمن ہے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ انسان چین سے نہ رہے وہ اس کے دل میں بُرے بُرے وسوسے اور خیالات ڈالتا رہتا ہے اور انسان کو اپنے رب کی عبادت سے غافل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے جب انسان اپنے رب کی کتاب پڑھ رہا ہوتا ہے تو وہ دوسرے معنوں میں اپنے رب سے ہم کلام ہو رہا ہوتا ہے۔شیطان کو یہ کیسے گوارا ہوسکتا ہے کہ اللہ کے بندے اپنے رب کے کلام سے ہدایت حاصل کریں۔علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ایک روایت نقل کی ہے۔کہ حضرت جبرائیلؑ جب وحی لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے پہلے اَعُوْذُ پڑھنے کے لئے کہا۔نماز میں اَعُوْذُ کا پڑھنا امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک تو تلاوت کے لئے ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک نماز کے لئے ہے تو مقتدی کو بھی پڑھ لینا چاہیے۔



Marfat.com

مسند احمد میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اے ابوذر رضی اللہ عنہٗ جنات اور انسانوں کے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ میں نے کہا کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ ایک مرتبہ ایک ترکی گھوڑے پر سوار ہوئے تو وہ ناز وخرام سے چلنے لگا حضرت عمرؓ اسے مارتے پیٹتے بھی رہے لیکن اس کا اکڑنا اور بڑھ گیا تو آپؓ فوراً اس سے اتر گئے فرمانے لگے میری سواری کے لئے کس شیطان کو پکڑ لائے ہو کہ میرے نفس میں بھی تکبر آنے لگا اس لئے میں اتر پڑا۔ (تفسیر ابن کثیر) اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں فرماتا ہے کہ ہم نے دنیا کے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا اور انھیں شیطان کے لئے رجم بنایا۔ یعنی ہم نے آسمانِ دنیا کو تاروں سے زینت دی اور ہر سرکش شیطان سے بچاؤ بنایا۔ اس لئے وہ اعلیٰ فرشتوں کی باتیں نہیں سن سکتے اور ہر طرف سے مارے جاتے ہیں' بھگانے کے لئے اور لازمی عذاب ان کے لئے ہے۔ ان میں سے کوئی بات اچک کر بھاگتا ہے اُس کے پیچھے ایک چمکیلا شعلہ لپکتا ہے قرآنِ کریم میں اس مضمون کو اس طرح فرمایا گیا ہے۔ ہم نے آسمان میں برج بنائے اور انھیں دیکھنے والوں کے لئے زینت دی اور اسے ہر راندے ہوئے شیطان سے ہم نے محفوظ کر دیا مگر جو کسی بات کو چرا لے جائے اس کے پیچھے چمکتا ہوا شعلہ لپکتا ہے۔

تلاوت کلام پاک شروع کرنے سے قبل اَعُوْذُ پڑھنے کی جو ہدایت کی گئی ہے اس کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ زبان سے فقط **اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمُ** کہہ دیا جائے بلکہ اس کے ساتھ دل میں یہ خواہش اور کوشش بھی عملاً ہونا چاہیے کہ آدمی قرآن پڑھتے وقت شیطان کے گمراہ کن وسوسوں سے واقعی محفوظ رہے غلط اور بے جا شک وشبہات میں مبتلا نہ ہو' تاکہ قرآن کی ہر ہدایت اور بات کو اس کی صحیح روشنی میں دیکھ وسمجھ سکے اور اپنے خود ساختہ اور باہر سے حاصل کردہ نظریات اور تخیلات کی آمیزش سے قرآن کی ہدایت والفاظ کو ایسے معنی نہ پہنائے جو اللہ تعالیٰ کی منشاء وہدایت کے خلاف ہوں۔ اس کے ساتھ ہی آدمی کے



Marfat.com

دل میں یہ احساس بھی موجود ہونا چاہیے کہ شیطان سب سے بڑھ کر جس چیز کے درپے ہے وہ یہ ہے کہ انسان قرآن سے کوئی ہدایت نہ حاصل کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انسان قرآن کی طرف رجوع کرتا ہے تو شیطان اسے بہکانے اور بھٹکانے کے لئے اور انسانی فکر وفہم کو غلط راستے پر ڈالنے کے لئے اپنی ایڑی چوٹی کا پورا زور صرف کرتا ہے۔ اس لئے انسان کو قرآنِ حکیم کی تلاوت کرتے وقت انتہائی چوکنا رہنے کی ضرورت ہوتی ہے اسے ہر وقت اپنے رب سے مدد مانگتے رہنا چاہیے کہ کہیں شیطان کا وار نہ چل جائے اور وہ اس چشمۂ ہدایت سے فیض حاصل کرنے سے محروم رہ جائے۔

انسان جس کے پیچھے اس کا سب سے بڑا دشمن شیطان سائے کی مانند لگا ہوا ہے اس سے بچنے کے لئے اللہ سے پناہ کی درخواست کی ہدایت کی جارہی ہے کہ انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے اپنے رب کی پناہ کی ضرورت پڑتی ہے؟

شیطان کے لفظی معانی خبیث' سرکش' خودسر' دور ہونے والا' سرکشی دکھانے والا' مخالفت کرنے والا' کے ہیں کیونکہ ابلیس نے سرکشی دکھائی اور حکم الٰہی سے سرتابی کی اس لئے اسے یہ نام دیا گیا عربی زبان میں سانپ کی ایک قسم کو بھی شیطان کہا جاتا ہے جو نہایت خطرناک اور سرکش ہوتا ہے۔ لفظ ابلیس کے معنی سخت ناامیدی کے باعث غمگین ہو کر ششدر و متحیر ہو جانے کے ہیں چونکہ شیطان رحمتِ حق سے ناامید ہے اس لئے اس کا نام ابلیس ہوا۔ شیطان کو ملائکہ کی صف میں شامل کیا جاتا ہے یہ درست نہیں۔ اُس کی سرکشی کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ۔ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ (الاعراف۔۱۱)

اس سے اگلی ہی آیت میں رب کریم ابلیس سے دریافت کرتا ہے کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں

معاذ اللہ ۲۲

85940

Marfat.com

کیا جس پر اس نے کہا

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾

ترجمہ۔ پوچھا ''تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا؟'' بولا ''میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔'' (الاعراف۔۱۲)

تفسیر۔ سورۃ کہف میں وضاحت سے کہا گیا ہے کہ ابلیس جنوں میں سے تھا اور جب ہم نے فرشوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ صحیح مسلم میں کتاب الزھد باب فی احادیث متفرقہ میں ایک حدیث ہے کہ فرشتے نور سے' ابلیس آگ سے اور آدم مٹی سے پیدا کے گئے ہیں۔'' ان آیات اور حدیث شریف سے بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ابلیس ملائکہ سے نہیں تھا اس کا تعلق جنوں سے تھا اس لئے یہ بات بھی غلط ہو جاتی ہے کہ وہ معلم الملکوت تھا۔ قرآن حکیم کی اس صراحت نے واضح کر دیا کہ شیطان فرشتہ نہیں تھا اگر فرشتہ ہوتا تو حکم الٰہی سے سرتابی کی اسے مجال ہی نہ ہوتی' کیونکہ فرشتوں کی صفت اللہ تعالیٰ نے سورۃ تحریم میں یوں فرمائی ہے۔

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمہ۔ ''وہ کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔'' (التحریم۔۶)

اس صورت میں یہ اشکال رہتا ہے' اگر وہ فرشتہ نہیں تھا تو پھر اللہ کے حکم کا وہ مخاطب ہی نہیں تھا' کیونکہ اس کے مخاطب تو فرشتے تھے انھیں سجدے کا حکم دیا گیا تھا۔ صاحب روح المعانی نے کہا ہے بے شک وہ فرشتہ نہیں تھا لیکن وہ فرشتوں کے ساتھ ہی رہتا تھا اور ان ہی میں شمار ہوتا تھا اِس لئے وہ بھی ﴿اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ کے حکم کا مخاطب تھا اور سجدہ آدم کے حکم کے ساتھ



Marfat.com

اس کا مخاطب کیا جانا قطعی ہے کیونکہ ارشاد ﴿مَامَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ﴾ یعنی جب میں نے تجھے حکم دے دیا تو پھر تو نے سجدہ کیوں نہ کیا۔ ابلیس نے جب اپنے متعلق یہ کہا تھا کہ مجھے آگ سے پیدا کیا گیا ہے' تو یہ اس کی سرکشی' آتش مزاجی' اشتعال انگیزی کی طرف اشارہ ہے۔

باری تعالیٰ خود بھی سورۃ رحمٰن میں فرما رہا ہے ﴿وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ الرحمٰن آیت ۱۵۔ یعنی جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ مارج آگ سے بلند ہونے والے شعلے کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد سب سے پہلا جن ہے جو ابوالجن ہے' یا جن بطور جنس کے ہے۔ ایک اور آیت میں اس طرح وضاحت کی گئی ہے۔ ﴿وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ﴾ الحجر: ۲۷۔ اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا۔ جن کو جن اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ہمیں آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والے بچے کو جین کہا جاتا ہے۔

اب تک کی تفصیل سے یہ بات خوب اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ابلیس اور شیطان ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں۔ قرآن نے ابلیس یا شیطان کا جو تصور پیش کیا ہے وہ کسی ایسی قوت کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جو اللہ کی حریف اور اس کے مدمقابل ہو۔ کائنات میں کون سی قوت ایسی ہو سکتی ہے جسے اللہ کا شریک سمجھا جا سکتا ہے اور شریک بھی ایسا کہ خود اللہ کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑا ہو جائے۔ قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ تمام اختیار اِرادہ صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ کائنات کی کسی بھی چیز کو یہ قوت حاصل نہیں۔ اللہ نے اپنی اس قوتِ کاملہ کا ایک معمولی سا حصہ انسان کو عطا کیا ہے جس کی رو سے وہ اپنے محدود دائرے کے اندر صاحب اختیارِ وارادہ ہوتا ہے۔ اس قوت کے ماتحت وہ اپنے لئے آپ فیصلے کرتا ہے کائنات میں صرف اور صرف اللہ کا قانون جاری وساری ہے۔ انسان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو احکام الٰہی کی پاسداری و پابندی کرے چاہے تو اُس کے خلاف کرے یعنی شیطان کے بہکاوے میں



Marfat.com

آ جائے کیونکہ روز اول جب ابلیس کو راندہ درگاہ قرار دیا گیا تھا تو اُس وقت بھی اُس نے اپنی سرکشی پر کسی ندامت یا شرمندگی کا اظہار نہیں کیا تھا بلکہ اُس نے روز آخرت تک کی مہلت طلب کر لی۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا جو میرے نیک بندے ہوں گے اُن پر تیرا بس نہیں چلے گا تُو تو صرف بہکے ہوئے لوگوں کو ہی بہکا سکے گا۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿

ترجمہ۔ بے شک جو میرے حقیقی بندے ہیں ان پر تیرا بس نہیں چلے گا۔ تیرا بس تو صرف ان بہکے ہوئے لوگوں پر ہی چلے گا جو تیری پیروی کریں گے۔ (الحجر۔۴۲)

یہ بات واضح ہوگی کہ اللہ کی بندگی کے ذریعے اللہ تک پہنچنے کا جو سیدھا راستہ اللہ نے بتایا ہے جو لوگ اسے اختیار کر لیں گے ان پر شیطان کا بس نہیں چلے گا۔ ہاں جو اللہ کی بندگی سے منحرف ہونگے وہی ابلیس کے ہتھے چڑھیں گے۔ یعنی مندرجۂ بالا آیات کا خلاصہ یوں بھی کر سکتے ہیں کہ شیطان نے انسانوں کو بہکانے کے لئے اپنا طریقۂ کار یہ بیان کیا ہے کہ وہ زمین کی زندگی کو انسانوں کے لے خوش نُما بنا کر انسانوں کو اللہ کی بندگی سے غافل کرنے کی کوشش کرے گا تا کہ وہ انھیں راہِ حق سے منحرف کر سکے اللہ تعالیٰ نے اس کی توثیق کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شرط میں نے مانی مگر مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ بات صاف کر دی کہ تجھے صرف فریب دینے کا اختیار دیا جا رہا ہے۔ یہ اختیار و اقتدار نہیں دیا جا رہا کہ تو ہاتھ پکڑ کر انھیں زبردستی اپنی راہ پر لگائے شیطان نے خود بھی اپنی پہنچ سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جنہیں اللہ نے اپنے لئے خالص فرمایا۔ یہاں اس سے یہ غلط فہمی بھی پیدا ہو سکتی ہے کہ اللہ بغیر کسی معقول وجہ کے یونہی جس کو چاہے گا خالص کر لے گا اور وہ شیطان کی دست رس سے بچ جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر بات بالکل صاف کر دی کہ جو خود بہکا ہوا ہوگا وہ ہی تیری پیروی کریگا یعنی جو بہکا ہوا نہیں ہوگا وہ تیری پیروی نہیں کرے گا اور وہی ہمارا مخصوص بندہ ہوگا۔



Marfat.com

قرآن نے تو کھول کھول کر انسانوں کے لئے ہدایات دی ہیں اب ان کا سمجھنا ان پر عمل کرنا بھی انسانی ارادے اور اختیار کا عمل ہے۔اس کے بعد سوچئے کہ انسان جس کا منصب حیات ہی یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں، کشمکش حیات کے ہر معرکہ میں ابلیس کی ہر قوت کو شکست دے کر اس کا منہ توڑ جواب دے۔انسان کو اللہ نے بڑی قوتوں کا مالک بنایا ہے لیکن یہ قوت صرف اور صرف ایمان اور اعمالِ صالحہ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔قرآنِ حکیم نے کہا ہے کہ جب ابلیس کا مقابلہ ہو تو فوراً اپنے آپ کو تائید و نصرت خداوندی کی پناہ میں لے آیا کرو جو اس کے قوانین کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے۔یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہہ دیا جائے۔

شیطان کا مادۂ تخلیق تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ رب کائنات نے اُسے آگ کے شعلے سے پیدا کیا اور یہ ہی اُس کے غرور و تکبر کی وجہ بھی بنی جس کی بنا پر وہ راندۂ درگاہ ہوا۔اس سارے معاملے کو قرآن نے کس طرح پیش کیا اس کو ہم قرآن کی روشنی میں بہتر انداز میں سمجھ سکتے ہیں۔اس کے لئے ہمیں تخلیقِ آدم اور انکارِ ابلیس کے بارے میں آیات کو ایک تسلسل سے دیکھنا ضروری ہے۔



Marfat.com

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا

کس کو پناہ میں آنا ہے

تخلیق آدم سے متعلق قرآن حکیم کی آیات اور تفسیر

# انسان

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# تخلیق آدم

اللہ تعالیٰ نے جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اپنی مملکت کے اس حصے میں' جسے زمین کہا جاتا ہے' انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا۔ انسان کو جاننے' سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں عطاء کیں' بھلائی اور برائی کی تمیز اور ارادے کی آزادی دی' دوسری لفظوں میں اپنے عمل اور راہِ حیات متعین کرنے میں انسان کو محدود خود مختاری عطا کی گئی۔ خلافت کے منصب جلیلہ پر انسان کو فائز کرتے وقت ربِ کائنات نے خوب اچھی طرح ذہنِ انسانی میں یہ بات بٹھادی کہ خود اُس کا اور تمام جہانوں کا مالک' معبود اور حاکم صرف اللہ ہے۔ اور یہ بھی سمجھا دیا کہ تم ایک خاص حد تک خود مختار ہو' اصل اختیار تو اللہ ہی کا ہے۔ تم اللہ کے سوا کسی اور کے نہ تو بندے ہو اور نہ ہی تم کسی اور کی بندگی کرو گے۔ اللہ کے سوا کوئی دوسرا تمہاری بندگی اور اطاعت کا مستحق نہیں ہے۔ دنیا کی یہ عارضی زندگی دراصل ہمارے لئے ایک امتحان کی مدت ہے جس



Marfat.com

کے بعد ہمیں اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ جس زندگی ہم زندگی سمجھ کر گزار رہے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ یہ زندگی نہیں موت ہے۔ یہ وہ مدت ہے جو ہمیں دائمی زندگی گزارنے کا فیصلہ کرنے کے لئے دی گئی ہے۔ اصل زندگی تو وہ ہے جو موت آنے کے بعد شروع ہوگی کیونکہ موت کو بھی اسی دنیا میں موت آئے گی اور روزِ آخرت وہ دن ہوگا جب ہر کسی کی دائمی زندگی کا حقیقی آغاز ہوگا۔ وہاں نہ کسی کو موت آئے گی نہ کوئی دکھ بیماری ہوگی۔ اللہ ہمارے ہر کام اور عمل کو جانچ کر ہمارا فیصلہ کرے گا کہ ہم میں سے کون کون امتحان میں کامیاب رہا اور کون ناکام۔

ہمارے لئے یہی صحیح راستہ ہے کہ ہم صرف ایک اللہ ہی کو اپنا معبود حقیقی مانیں اور صرف اللہ ہی کی عبادت کریں۔ صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے اپنی اس امتحان گاہ سے امتحان دے کر اپنی دائمی اور حقیقی رہائش گاہ کی جانب وقت آنے پر کوچ کر جائیں۔ جس طرح دنیا میں ہم دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کیلئے کسی بھی درجے کو پاس کرنے کے لئے امتحان دینے امتحان گاہ میں جاتے ہیں اور امتحان میں دیئے گئے سوالات کے درست جوابات دے کر اگلے درجے میں چڑھ جاتے ہیں ایسے ہی یہ دنیا۔ تمام بنی نوع انسانوں کی امتحان گاہ ہے اس میں ہمیں اللہ کے بتائے ہوئے طور طریقوں اور ضابطوں کے مطابق زندگی بسر کر کے دائمی زندگی کی طرف لوٹ جانا ہے اور وہاں ہماری زندگی کیا ہوگی۔ ہمارا قیام کہاں ہوگا کون سی سزائیں اور جزائیں ہمارا مقدر بنیں گی۔ اس کا فیصلہ ہمارے اعمال کے مطابق ہی ہوگا اگر اعمال صالح ہوں گے اور اللہ کی رضاء ومنشاء کے مطابق زندگی بسر کریں گے تو ہمیں جنت میں رضائے الٰہی اور انعامات ملیں گے۔ اگر ہم اس دنیا یعنی امتحان گاہ میں بداعمالی اور اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے زندگی گزاریں گے اور اللہ کی ناراضگی کا خیال نہ کرتے ہوئے گمراہی کے گہرے گڑھے میں خود کو گرا دیں گے تو وہاں ہمیں جنت کی جگہ دوزخ کی آگ اور عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ اُن کے رب نے اُن سے فرما دیا تھا کہ تمہاری اولاد میں سے جو اُس وحی



Marfat.com

کے مطابق زندگی گزارے کا جو میں بھیجوں گا' فلاح و کامیابی اُس کا مقدر بننے گی جو احکامِ الٰہی سے روگردانی کرے گا وہ خسران میں مبتلا ہوگا۔

اولین انسان حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی زوجہ حضرت حوا علیہ السلام کو اللہ تبارک تعالیٰ نے علم کی پوری روشنی' عطا کر کے زمین پر زندگی گزارنے کے تمام سلیقوں اور قانونِ حیات سے آگاہ کر کے کرۂ ارض پر بھیجا تھا۔ ان کا طریق زندگی اللہ کی اطاعت و بندگی تھا۔ یہی بات انھوں نے اپنی اولاد کو بتائی اور سکھائی کہ اللہ کی اطاعت کرو۔ وہی ذاتِ واحد تمام تر عبادت کے لائق اور مستحق ہے لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ انسان صحیح طریقہ زندگی (دین) یعنی صراط مستقیم سے منحرف ہو کر مختلف قسم کی غلط فکری اور غلط کاری میں الجھتا چلا گیا اور راہِ حق سے بھٹک گیا اور اپنی غفلت اور شیطان کی شرارت کے باعث اصلی دین کو مسخ کر دیا۔ اللہ کے ساتھ زمین و آسمان کی مختلف انسانی اور غیر انسانی' خیالی' مادی ہستیوں کو شریک ٹھہراتا چلا گیا۔ اللہ کی جانب سے عطاء کردہ علمِ حقیقی میں طرح طرح کے نظریوں اور توہمات اور باطل خیالات کی آمیزش کر کے بے شمار مذاہب گھڑ لئے' اللہ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے کے بجائے اپنی مرضی کے راستے چن لئے اور' اللہ کے بنائے اور بتائے ہوئے عادلانہ اصول اخلاقِ شریعت کو چھوڑ چھاڑ کر نفسانی خواہشوں اور تعصبات جو شیطان ان کے ذہنوں میں ڈال کر انہیں گمراہ کرتا رہا وہ اُسی کے مطابق زندگی بسر کرنے لگے اور زمین پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا اور پوری طرح شیطان کے بہکاوے میں پھنس کر رہ گئے۔

کتاب کے اس حصے میں قرآنی آیات کی روشنی میں تخلیقِ آدم' وجودِ آدم اور سبب تخلیق کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ یہی کتاب کا مرکزی موضوع ہے۔

ظاہر بینی' قیاس آرائی اور خواہشات کی غلامی کے سبب انسان نے اللہ اور نظامِ کائنات' خود اپنی ہستی اور اپنی دنیاوی زندگی کے متعلق جو نظریات خود ہی قائم کر لئے ان کی بنا پر جو رویئے اختیار کئے وہ درحقیقت غلط اور نتیجے کے اعتبار سے خود انسان ہی کے لئے تباہی و



Marfat.com

بربادی کا باعث ہیں۔ حقیقت تو اللہ نے انسان کو زمین پر بھیجتے وقت خود بتا دی تھی۔ جسے انسان شیطان کے شکنجے میں پھنس کر بھلا بیٹھا۔ ورنہ انسان کے لئے وہی رویہ اور راستہ درست ہے جو اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا ہے جس پر چل کر ہی انسان کی نجات اور بخشش ممکن ہے۔

تخلیقِ انسانی کے آغاز کو تفصیلی کیفیات کے ساتھ سمجھنا مشکل ہے' ہم اس حقیقت کا پوری طرح اِدراک نہیں کر سکتے کہ مٹی سے انسان کیسے بنایا گیا' اس کی صورت گری کس طرح کی گئی اور پھر اس میں روح کس طرح پھونکی گئی' لیکن یہ طے ہے کہ قران حکیم میں انسانیت کے آغاز کی جو کیفیات بیان کی گئی ہیں وہ ہی درست ہیں۔ اس سے ڈارون اور اس کے پیروکار کے نظریات کی قطعی نفی ہو جاتی ہے۔ سائنس کے نام پر ڈارون اور دوسرے لوگوں نے نوع انسانی کے آغاز کی غیر حقیقی توجیہات پیش کی ہیں جبکہ قرآن حکیم کی آیات ہمیں جگہ جگہ یہ بات سمجھا اور سکھا رہی ہیں کہ انسان کی ابتدا اللہ تعالیٰ نے خالص انسان بنا کر اور کامل انسانی شعور کے ساتھ پوری روشنی اور زمینی ضروریات کے ساتھ کی' انسانی تاریخ کے متعلق اگر آپ فکر کریں تو دو نقطہ ہائے نظر سامنے آتے ہیں ایک نظریہ شیطانی سوچ اور نظریات لئے ہوئے ہے جبکہ دوسرا نظریہ یا حقیقت خالص الٰہی نظریہ یا تخلیق لئے ہوئے ہے۔ پہلے نظریہ کے مطابق انسان بندر کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ دوسرا نظریہ جیسے ہم نظریہ تخلیقِ الٰہی کہہ رہے ہیں اس کے تحت اللہ نے انسان کو اپنا نائب یعنی خلیفہ بنا کر زمین پر اتارا ہے۔ یہاں یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ اکثر لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ انسان کو اللہ نے اپنی نافرمانی کرنے کی سزا کے طور پر زمین پر پھینک دیا ہے۔ درست نہیں کیوں کہ حضرت آدمؑ کی شرمندگی اور معافی طلب کرنے کے بعد اللہ رحیم و کریم نے انھیں جب معاف فرما دیا تو انھیں اُن کے اصل مشن جس کے لئے انھیں تخلیق فرمایا تھا یعنی اپنا خلیفہ اپنا نائب اپنا پیغمبر بنا کر زمین پر اتار دیا اور ان کی سہولت اور آرام و آسائش کے لئے دنیا کی تمام نعمتیں اور ضروریات بھی اتار دیں۔ ایسا کسی خطاء کار یا مجرم کے لئے نہیں کیا جاتا کہ اس کے مقررہ مقام پر پہنچنے سے پہلے وہاں اسکے



Marfat.com

آرام وآسائش کا بندوبست کر دیا جائے چونکہ انسان کو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے اس لئے اس کی تمام ضروریات کا اہتمام پہلے ہی کر دیا گیا۔

تخلیقِ کائنات کے بارے میں قرآنِ حکیم کے بیان کردہ مراحل کی تصدیق آج سائنس کر رہی ہے۔ ابتدائی مراحل میں یہ کائنات' دوسرے حیوانات اور اسبابِ حیات تخلیق کئے گے اور ان سب کے بعد انسان۔ اس سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ بزمِ کائنات انسان کے لئے سجائی گی اور انسانیت کا نقطہ معراج حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے۔

انسان کو جو چیز تمام مخلوقات سے افضل کرتی ہے وہ اس کی بولنے کی صلاحیت نہیں بلکہ اس پر اللہ کی جانب سے عائد اخلاقی معاشرتی اور اختیارات کے استعمال کی وہ ذمہ داریاں ہیں جو امانت کے طور پر اس کے سپرد کی گئی ہیں اور جن کے لئے وہ اپنے رب کے سامنے جواب دہ بھی بنایا گیا ہے۔ اس طرح ازخود پہلے نظریہ ارتقاء انسانی کی نفی ہوتی ہے ویسے بھی ڈارونی نظریہ کے بہکائے ہوئے لوگ آج تک اپنی تمام تر سائنسی لیاقت وقابلیت کے باوجود انسان کی اصل کو ثابت نہیں کر سکے ابھی تک یہ صرف اور صرف نظریہ ہی ہے حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس نظریہ کی گمشدہ کڑی (Missing Link) کی آج تک نشان دہی نہیں کی جا سکی اِس کو ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک رحمانی پہلو جو احکامِ الٰہی کے ماننے اور اطاعت کا پہلو ہے دوسرا شیطانی جو شیطانی وسوسوں میں مبتلا ہونے اور شیطان کے بہکاوے پھسلاوَے میں آنے کا ہے۔ روز آخر جو چیز ہمارے کام آنے والی ہے وہ اطاعت الٰہی اور عبادت الٰہی ہوگی۔ وہی ہمیں جنت کا حق دار بنائے گی جبکہ شیطان کی پیروی ہمیں غارت کر دے گی اور ہمارے اعمال ہمارے خلاف گواہ بن کر ہمیں عذاب الٰہی کا مستحق بنا دیں گے اور ہمارا ٹھکانا دوزخ بنا دیا جائے گا۔ (اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو۔)

پس ہماری فلاح اور بہتری اسی میں ہے کہ ہم اپنی زندگی اللہ اور اس کے رسول کے



Marfat.com

بتائے ہوئے طریقوں اور ضابطوں کے مطابق گزاریں اور اللہ کی ذات میں کسی بھی طرح کے حیلے بہانے سے' کسی طور طریقے سے' کسی اور کو قطعی شریک نہ کریں اور اللہ واحد کی عبادت پورے خلوص اور دیانت' نیک نیتی اور عاجزی سے کریں کہ یہی صراط مستقیم ہے۔ صراط مستقیم پر چلنے والا ہی جنت کے باغوں میں داخل ہوگا۔

قرآن مجید میں تخلیق آدم کا قصہ آٹھ سورتوں میں آیا ہے۔ اور آدمؑ کا لفظ کوئی پچیس بار استعمال ہوا ہے' بعض جگہ آدمؑ کی جگہ ''بشر'' اور انسان کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔

انسان کی پیدائش کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

''اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔'' (الاعراف۔۱۸۹)

قرآن حکیم میں حضرت آدمؑ کا قصہ جن آٹھ سورتوں پر پھیلا ہوا ہے۔ ان کے نام ''بقرہ'' ''آل عمران'' ''اعراف'' ''حجر'' ''بنی اسرائیل'' ''کہف'' ''طٰہٰ'' اور ''ص'' ہیں۔

ابوالبشر' حضرت آدمؑ سب سے پہلے انسان' اولین پیغمبر' خلیفۃ اللہ فی الارض' آج کی دنیا کے تمام لوگوں کے باپ اور مسجود ملائک ہیں۔

آدم کا لفظ اسم معرفہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر بعض اوقات نسلِ انسانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی مٹیالے رنگ کے ہیں۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ آدم کو آدم اس لئے کہا گیا کہ اسے عقل وفہم دے کر تمام مخلوقات پر فضیلت دی گئی۔ گویا اسے آدم کہنے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آدم کے معنی فضیلت کے ہیں۔ یا پھر آدم نام اس لئے رکھا کہ اس کی ذات میں مختلف عناصر اور متفرق قویٰ رکھے گئے اور ابن درید کے مطابق یہ لفظ ''اُدمتہ'' کے معنی ''ملانا جلانا'' کے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک آدم کا لفظ ''ادیم'' سے نکلا ہے' جس کے معنی ''سطح زمین'' کے ہیں۔ طبرانی زبان میں ''آدام'' کا لفظ انسان اور نوع انسانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ گویا آدم کا لفظ جدامجد (اور اللہ کے



Marfat.com

نبی )اورنوع انسانی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

بائیبل میں تخلیق آدم کواس طرح بیان کیا گیا ہے۔''خداوند نے زمین پر پانی نہ برسایا تھا اور آدمؑ نہ تھا کہ زمین کی کھیتی کرے اور زمین سے بخار اٹھتا تھا اور تمام روئے زمین کو سیراب کرتا تھا۔اور خداوند خدا نے زمین کی خاک سے آدمؑ کو بنایا' اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا۔سو آدم جیتی جان ہوا۔''

بائیبل کے نزدیک تخلیق آدم کا مقصد کھیتی باڑی تھا۔جبکہ قرآن کی رو سے ہم دیکھتے ہیں کہ آدم کواشرف المخلوقات اور خلیفۃ الارض کا شرف ملا ہے' (یہاں پہنچ کر ذہنِ انسانی میں یہ بات آتی ہے کہ قرآنِ کریم کی طرح بائیبل بھی کتاب الٰہی ہے تو پھر تخلیقِ آدم کے مقصد میں یہ فرق کیوں؟ ایسا صرف اس لئے ہوا کہ بائیبل میں مختلف زمانوں میں لوگوں نے حسب ضرورت اور حسبِ منشا تبدیلیاں کی ہیں۔انسان کو یہ مرتبہ دیا گیا کہ وہ دیگر مخلوقات کو کام میں لائے اور اللہ کی نیابت کرے۔جب ساری دنیا بن کر تیار ہوگئی۔آسمان کی چھت قائم ہوگئی' زمین پر انواع واقسام کی مخلوقات سانس لینے لگیں تو وہ وقت آیا کہ ان تمام اشیاء سے استفادہ کرنے والا اور ان پر حکومت کرنے والا اس دنیا میں آئے' جو اللہ کے خلیفہ کے فرائض بھی انجام دے۔قرآن مجید میں اس موقعہ پر مشیتِ الٰہی کا اظہار یوں ہوتا ہے۔

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔انھوں نے کہا کہ کیا تو اُس کو بناتا ہے' جو اس میں فساد کرے گا اور خون گرائے گا اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے ہیں۔فرمایا۔میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

بعض علماء کا خیال ہے کہ فرشتوں نے آدم سے پہلے کی مخلوق جنات کے خون خرابے کے پیش نظر یہ کہا کہ یہ نئی مخلوق بھی خون خرابہ کرے گی۔

حضرت آدمؑ سے پہلے بھی کوئی مخلوق تھی؟ اور اگر تھی تو کیسی تھی؟ قرآن کریم نے بائیبل



Marfat.com

کی طرح یہ نہیں کہا کہ نسل انسانی کوئی چھ ہزار برس پہلے پیدا ہوئی اور صرف ایک ہی آدمؑ پیدا ہوئے۔

جب اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو انہیں اپنی قدرت کاملہ کی طرف سے علم بھی عطا فرمایا۔ انہیں ناموں کا علم دے کر پھر فرشتوں کے سامنے کیا گیا اور کہا گیا ''ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔'' (فرشتوں) نے کہا تو پاک ہے۔ ہمیں کوئی علم نہیں' سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو علم والا ہے۔ پھر حقِ تعالیٰ نے کہا! اے آدم ان کے نام انہیں بتادو' پس انہوں نے ان کے نام انہیں بتا دیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہوں! اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے انکار کیا اور تکبّر کیا' چنانچہ کافروں میں سے قرار دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے پوچھا ''اے شیطان تو نے کیوں سجدہ نہ کیا۔ کس شے نے تجھے اس کو سجدہ کرنے سے روکا۔ جسے میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا' تو نے تکبّر کیا ہے تو بڑوں میں سے ہے' کس بات نے منع کیا کہ میرے حکم کے باوجود تو سجدہ نہ کرے۔ ابلیس نے کہا' کیا میں ایسے کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ میں اس سے بہتر ہوں' کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے تو نے ریتلے گارے اور بدبودار کیچڑ سے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا' دور ہو یہاں سے تجھے نہیں چاہیے تھا کہ تکبّر کرتا۔ یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل۔ بے شک تو مردود ہے۔ اور بلاشبہ تجھ پر تا قیامت لعنت رہے گی۔ تو بے شک ذلیلوں میں سے ہے۔

ابلیس نے کہا' اے میرے رب مجھے قیامت تک کی مہلت دے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا' تجھے مہلت دی گئی وقت مقررہ تک۔ ابلیس نے کہا اے رب مجھے تیری عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں انسانوں کے سامنے بُری باتوں کو اچھا بنا کر پیش کروں گا اور تیری عزت کی قسم میں



Marfat.com

سب کو بہکاؤں گا اور تیرے سیدھے راستے سے بھٹکانے کے لئے گھات میں بیٹھوں گا' پھر ان کے آگے سے' پیچھے سے' اور اُن کے دائیں سے' بائیں سے اُن پر آن پڑوں گا اور تو اُن میں سے بہتوں کو شکر کرنے والا نہ پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ خالص بندہ ہونا ہی مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ جو لوگ ان میں تیری پیروی کرینگے۔ بلاشبہ تجھ سے اور ان سب سے میں جہنم بھر دوں گا لیکن میرے بندوں پر تجھے غلبہ نہیں حاصل ہوگا کیونکہ وہ خالص میری عبادت کریں گے اور میرے راستہ پر چلیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے کہا۔ اے آدم تو اور تیر جوڑا جنت میں رہو اور پیٹ بھر کر جہاں سے تم چاہو کھاؤ اور اس درخت کے پاس نہ جاؤ' اگر تم جاؤ گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اے آدم! یہ ابلیس بیشک تم دونوں کا دشمن ہے۔ کہیں یہ تمہیں جنت سے نہ نکلوا دے اور تم بدبخت ہو جاؤ۔ یہاں نہ تم بھوکے رہو گے اور نہ دھوپ میں جلو گے۔

ابلیس نے کہا اے آدمؑ میں تجھے ہمیشہ زندہ رہنے کا نسخہ بتاؤں' اللہ تعالیٰ نے تمہیں سوائے اس کے اور کس لئے اس درخت سے منع کیا کہ تم فرشتے ہو جاؤ گے یا ہمیشہ رہو گے اور اس نے قسم کھا کر کہا بے شک میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ یہ کہہ کر انہیں دھوکے میں ڈال دیا۔ پھر جب انہوں نے اس درخت کے پھل کو چکھا تو ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور انہوں نے جنت کے درختوں کے پتوں سے انہیں چھپانا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو للکارا کہ میں نے اِس درخت کے کھانے سے روکا تھا اور تم سے کہا تھا کہ شیطان (ابلیس) تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے' پس اس نے تمہیں بہکا دیا۔

آدم اپنی غلطی اور نادانی پر بہت پچھتایا۔ اُس نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا اور پھر اُس رحمٰن و رحیم معبود نے اُس کے دل میں چند دعائیہ کلمات ڈالے۔

آدمؑ اور اس کی بیوی (حوّا) نے کہا' اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔



Marfat.com

اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور مہربانی نہ کرے گا تو بے شک ہم نقصان والوں میں ہوں گے پھر اُن کے رب نے انہیں پسند کیا اور معاف کیا اور سیدھی راہ بتائی۔ اللہ تعالیٰ نے کہا تم سب یہاں سے دور ہو۔ پھر میرے پاس سے تمہارے پاس ہدایت پہنچے گی۔ پھر جو کوئی ہدایت کے مطابق چلے گا اسے کچھ خوف نہ ہوگا' نہ وہ رنجیدہ ہوگا نہ بھٹکے گا اور نہ بد بخت ہوگا۔

حضرت آدمؑ سے متعلق یہ قصہ جو قرآن حکیم کی مختلف سورتوں میں متعدد آیات پر پھیلا ہوا ہے' ہمارے سامنے چار کردار پیش کرتا ہے۔ اللہ' فرشتے' شیطان اور آدمؑ۔ انسان کی فطرت سے متعلق یہ روئداد ایک دلچسپ اور نہایت عمدہ بیان ہے لیکن عام لوگ چونکہ فطرت کے اس راز کو سمجھنے کے قابل نہ تھے اس لئے اللہ نے ابتدا سے اس راز کو ایک دلچسپ قصے کے پیرائے میں بیان کیا ہے جسے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔

قرآن حکیم کے اس بیان سے حضرت آدمؑ سے متعلق جہاں اور بہت سی باتیں سامنے آتی ہیں وہاں ایک بات یہ بھی آئی کہ جب حضرت آدمؑ کے لئے اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم یہ تھا کہ اس درخت کے پاس نہ جانا' مگر حضرت آدمؑ بشریت کے تقاضے سے مجبور ہو کر شیطان کے بہکائے میں آ کر اس شجر ممنوعہ کے پاس چلے گئے اور اپنی نافرمانی اور غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ سخت پریشان ہوئے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی جسے اللہ نے ازراہ کرم قبول کر لیا اور آئندہ کے لئے دنیا میں لوگوں کی رہنمائی کے لئے انہیں' اپنا پیغمبر بنا کر وحی و ہدایت کا سلسلہ جاری کر دیا۔

اگرچہ قرآن حکیم میں احکام و قوانین کے ساتھ ساتھ کچھ حقائق قصے کے پیرائے میں بیان فرمائے گئے ہیں جیسا کہ حکایت آدمؑ سے واضح ہے' یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان کوئی مکالمہ ہوا۔ ''قال'' یعنی کہا کا لفظ عربی زبان میں اس بات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے' جو زبان سے نہ کہی گئی ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ کا بندوں سے کچھ فرمانا الگ حیثیت رکھتا ہے اور فرشتوں سے الگ حیثیت رکھتا ہے۔ پھر انسانوں میں بھی الگ



Marfat.com

الگ رنگ اور زبانیں ہیں۔ انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ وحی الہام' خواب اور نہ جانے کن طریقوں سے مخاطب ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان یہ نہیں جان سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ کس طرح بات کی۔

دوسری بات یہ کہ فرشتوں کا یہ کہنا کہ آدم کو پیدا نہ کر یہ فساد پھیلائے گا' بطور مشورہ نہیں۔ کیونکہ مشورہ دینا فرشتوں کا کام نہیں۔ بلکہ یہ محض ایک قیاسی حالت کا اظہار ہے کہ انسان سے خون ریزی عمل میں آئے گی۔ چونکہ ان کے سامنے اس سے پہلی مثال جنوں کی تھی۔

آدم کو ناموں کا علم علم الاسماء عطا ہونے سے مراد طبعی علم ہے۔ امام راغب کہتے ہیں کہ ''الاسماء'' سے مراد الفاظ' معنیٰ' مفردات اور مرکبات سب ہیں نیز اشیاء اور ان کی خصوصیات اور استعمال کا علم بھی اس میں شامل ہے۔ بعض علما کے نزدیک یہاں آدم سے مراد پوری نوع انسانی ہے' جس نے علم بتدریج حاصل کیا۔

جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے انسان کو سجدہ کیا تو اس وقت شیطان نے' جسے ابلیس (غمگین اور مایوس) کہا گیا ہے' مایوس ہو کر کہا کہ میں تو جن ہوں اور آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں اور میں آگ سے' مگر اپنے سے کم تر مخلوق کو سجدہ کیوں کروں۔

ابلیس کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ وہ محرکِ بدی ہے اور سفلی خواہشات دل میں ڈالتا ہے اور یہ بنی آدم کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحابِ کرامؓ سے ایک محفل میں فرمایا کہ ہر شخص کے ساتھ اُس کا شیطان لگا ہوا ہے۔ صحابہ کرام میں سے کسی نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ کے ساتھ بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہاں مگر میں نے اپنے شیطان کو اللہ کے فضل سے اپنا مطیع کر لیا ہے۔'' آپ ﷺ کے اِس ارشاد سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ہمیں شیطان سے ہر لمحہ چوکنا رہنا چاہیے اور اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ شیطان ہم پر غالب نہ آ جائے۔ اس کے لئے توفیق' دعا اور نیک اعمال کی ضرورت



Marfat.com

ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ ہی سے اُن کا جوڑا یعنی حضرت حوّا کو پیدا کیا۔ قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے ہی جنس سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔'' (الروم:۲۱) دوسری جگہ ارشاد ہے۔ ''اور اللہ نے تمہارے ہی نفس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں۔'' (النحل:۷۲)

جنت میں آدم وحوا کی زندگی آرام وراحت کی زندگی تھی۔ شجر ممنوعہ کے قریب جانے اور پھل کھالینے سے سکون' اضطرارب میں بدل گیا۔ یہ شجر ممنوعہ کون سا تھا؟ اور اِس کا پھل کیا تھا؟ عیسائیوں' یہودیوں اور مسلمانوں کے ایک گروہ کے نزدیک یہ پھل گندم تھا عیسائی روایات کے مطابق آدمؑ اور حوّا نے باغ عدن (جنت) میں جو پھل کھایا تھا' وہ سیب سے مشابہ تھا۔

آرچ بشپ وٹلے کا گمان ہے کہ انجیر کا درخت زندگی کے درخت سے مشابہ تھا جس کی تصاویر بائبل اور نینوا کے محلوں اور گرجاؤں پر منقش ہیں۔ ڈاکٹر لونگ اسٹون لکھتے ہیں کہ میں نے افریقہ کے جنگلوں میں لوگوں کو ایک متبرک درخت پوجتے دیکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ درخت تمام افریقہ اور ہندوستان میں متبرک سمجھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ہیکی اس مضمون کے متعلق لکھتے ہیں کہ ربی مائر کے مطابق یہ پھل گیہوں تھا لیکن چی ہُودا کے خیال سے انگور' کیونکہ انگور سے شراب بنتی ہے جو بدمست کردیتی ہے' ربی آبا جنت کے درخت کو سیب کا اور ربی جوسی انجیر ہی کو ممنوعہ پھل قرار دیتے ہیں۔

دائرۃ المعارف اسلامیہ میں ہے کہ ''جنت میں رہنے کا اور پھر وہاں سے نکالے جانے کا مطلب یہ ہوا کہ انسان اپنی پیدائش میں بہت سی حالتوں زمانوں اور کیفیتوں میں سے گذرتا ہے' جن میں سے پہلا زمانہ بچپن کا ہے' اس عمر میں رنج وغم پاس نہیں پھٹکتے وغیرہ۔ گویا



Marfat.com

وہ ایک ایسے باغ میں ہے' جہاں گھنے درخت' پختہ میوے سے لدے ہوئے' موجود ہیں' نہریں بہہ رہی ہیں' پرندے گا رہے ہیں۔ جوڑے کا ذکر اس لئے کیا ہے تا کہ تمام بنی نوع انسان اس حکم میں آ جائے۔آدم وحوا کو جنت میں رہنے کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ مذکر ومونث سب ایک حالت میں ہیں اور کھانے پینے کی چیزوں کی اجازت کا مطلب ہے کہ تمام پاکیزہ چیزیں جو حلال کی گئی ہیں اور ایک خاص درخت سے دور رہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان فطرت کے قاعدے کو توڑ کر مشقت میں پھنس جاتا ہے پھر آدمؑ کی توبہ استغفار اسے پھر سے اس حالت میں لے جاتی ہے۔

آدمؑ کے جنت سے نکالے جانے (ہبوط آدم) کے متعلق امام راغب لکھتے ہیں کہ اس کے معنی کسی مقام (قدر ومنزلت) سے اترنے کے بھی ہیں۔ابن اثیر ''ہبوط آدم'' کا مطلب ''آدم کا نقصان'' قرار دیتے ہیں۔تفسیر ''روح المعانی'' میں بھی یہی ہے کہ ''ہبط'' مرتبہ میں گر جانے پر بولا جاتا ہے۔

قصہ آدمؑ میں کئی مفسرین نے بہت سے اسرائیلی قصے داخل کر دیئے ہیں ایک یہ کہ شیطان سانپ یا چار پایہ بنکر جنت میں داخل ہوا۔ حالانکہ قرآن حکیم کا انداز خطابت بتا دیتا ہے کہ شیطان کا طریقہ واردات وسوسہ اندازی تھا۔ نیز یہ جو کچھ ہوا آدم کی لغزش ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ یہاں لغزش نہیں بلکہ انسان کی فطری کمزوری کی طرف اشارہ ہے اور پھر اس کا علاج یعنی توبہ استغفار بھی انسان کو بتایا گیا تا کہ وہ دوبارہ قدر ومنزلت پالے۔

آدمؑ اور حواؑ کو ممنوعہ پھل کھانے کے بعد اپنی شرمگاہیں نظر آنے سے مفسرین یہ مراد لیتے ہیں کہ وہ ظاہری شرمگاہیں نہیں ہیں بلکہ باطنی عیوب ہیں۔اس کے لئے قرآن میں سوأۃ کا لفظ آیا ہے۔جس کے معنی ''بری خصلتوں'' کے بھی ہیں۔گویا شیطان نے وہ پردہ اٹھوا دیا جو انسان کی کمزوریوں اور بری خصلتوں پر پڑا رہتا ہے۔

جنت کے پتوں سے اپنے آپ کو ڈھانکنے سے مراد یہ ہے کہ جب آدمؑ کا لباس



Marfat.com

(لباس تقوے) اتر گیا اور ان کی کمزوریاں ظاہر ہوگئیں تو وہ اسے چھپانے کی کوشش کرنے لگے۔

آدمؑ اور حوّا جنت سے نکل کر کس مقام پر پہنچے۔ اس کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ خاموش ہیں۔ قرآن مجید تاریخ کی کتاب ہے اور نہ قصہ کہانیوں کی۔ قرآنِ حکیم تاریخی واقعات کو اُسی حد تک بیان کرتا ہے جو انسانوں کی رہنمائی کے لئے ضروری ہیں۔ وہ جزئیات اور تفاصل سے سروکار نہیں رکھتا۔ عام روایت یہ ہے کہ آدمؑ سراندیپ (لنکا) میں اتارے گئے اور حوّا جدّے میں۔ پھر آدمؑ عرب میں آئے اور عرفات میں حوّا سے ملاقات ہوئی۔ پھر وہ زمین پر ایک مدت تک رہے۔ اصل حقیقت کا علم اللہ کو ہے کہ زمین کے کس خطے میں حضرت آدمؑ کو اتارا گیا تھا اور کس راستے پر چلتے ہوئے اماں حوّا سے ملے تھے۔

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔ قرآنِ حکیم میں رب کائنات نے جگہ جگہ مختلف انداز میں ہمیں جتادیا کہ ہماری حقیقت ایک مٹی کے ذرے سے زیادہ نہیں اور ہماری حقیقت ایک ناپاک قطرہ سے زیادہ نہیں تاکہ انسان کو اپنی اصل حقیقت یاد رہے اور وہ کسی بھی طرح شیطان کے بہکائے میں آکر خود کو اس کائنات کا مالک و مختار نہ سمجھنے لگے اس لئے بار بار اور جگہ جگہ اللہ نے تخلیقِ آدم کی حقیقت و اصلیت کو جتایا ہے۔ یہ تکرار قرآنِ حکیم کی خاص خصوصیت ہے کہ انسان چونکہ خطاء کا پتلا ہے کہیں وہ بھول نہ جائے اور بہک کر شیطانی وسوسوں میں مبتلا نہ ہوجائے۔

سورۃ البقرہ میں رب کریم یوں فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۰

ترجمہ۔ جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انھوں نے کہا ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے۔؟ اور ہم



Marfat.com

تیری تسبیح' حمد اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ (البقرہ۔۳۰)

تفسیر۔ فرشتے اللہ کی نوری مخلوق ہیں جو امرِ الٰہی بجالانے اور اس کی تحمید و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں اور اس کے کسی حکم سے سرتابی نہیں کرتے۔ فرشتوں کا یہ کہنا حسد یا اعتراض کے طور پر نہیں تھا' بلکہ اس کی حقیقت اور حکمت معلوم کرنے کی غرض سے تھا کہ اے رب اس مخلوق کو پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے' جب کہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو فساد پھیلائیں گے اور خون ریزی کریں گے؟ اگر مقصود یہ ہے کہ تیری عبادت ہو تو اس کام کے لئے ہم تو موجود ہیں' ہم سے وہ خطرات بھی نہیں جن کا نئی مخلوق سے اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ مصلحتیں جانتا ہوں جس کی بنا پر ان ذکر کردہ مقاصد کے باوجود میں اسے پیدا کر رہا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ کیونکہ ان میں انبیاء' شہدا' و صالحین اور زہاد بھی ہونگے۔ (ابن کثیر)

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝۱۱

ترجمہ۔ ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی' پھر تمہاری صورت بنائی پھر فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو اس حکم پر سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ (الاعراف۔۱۱)

تفسیر۔ سورۃ بقرہ میں حکمِ سجدہ کا ذکر جن الفاظ میں آیا ہے ان سے شبہ ہو سکتا تھا کہ فرشتوں کو سجدے کا حکم صرف آدمؑ کی شخصیت کے لئے دیا گیا تھا مگر یہاں وہ شبہ دور ہو جاتا ہے کہ آدمؑ کو جو سجدہ کرایا گیا وہ آدم ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ نوع انسانی کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے تھا۔ اور یہ جو فرمایا کہ ''ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی' پھر تمہیں صورت بخشی' پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے پہلے تمہاری تخلیق کا



Marfat.com

منصوبہ بنایا اور تمہارا مادہ آفرینش تیار کیا' پھر اس مادے کو انسانی صورت عطاء کی' پھر جب ایک زندہ ہستی کی حیثیت سے انسان وجود میں آ گیا تو اسے سجدہ کرنے کے لئے فرشتوں کو حکم دیا تشریح خود قرآن نے سورۃ صٓ کی آیت نمبر ۷۱۔۷۲ میں اسطرح کی (ترجمہ) ''جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنیوالا ہوں پھر جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں روح پھونک دوں' تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر جاؤ۔'' یہی مضمون سورۃ بقرہ' سورۃ اعراف' سورۃ حجر' سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ کہف میں بیان ہو چکا ہے اب اسے یہاں اجمالاً بیان کیا جا رہا ہے کیونکہ تخلیق انسانی کو سمجھنا ہمارے لئے بہت ہی مشکل ہے۔ ہم اس حقیقت کا پوری طرح ادراک نہیں کر سکتے کہ موادِ ارض سے بشر کس طرح بنایا گیا۔ انسان کو بشر' زمین پر اس کی سکونت کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ انسان کے شرف و عظمت کے لئے یہی کافی ہے اس میں وہ روح پھونکی گئی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روح قرار دیا ہے۔ انسان کو کیا جانے والا سجدہ' سجدہ عبادت نہیں بلکہ سجدہ تعظیمی ہے چونکہ یہ سجدہ شریعتِ محمدی سے پہلے جائز تھا اس لئے اللہ نے آدمؑ کے لئے فرشتوں کو حکم دیا۔ یہ انسان کا دوسرا شرف ہے کہ اسے مسجود ملائک بنایا۔ یعنی فرشتوں جیسی مقدس مخلوق نے اسے تعظیماً سجدہ کیا۔ روز اول سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان ہی بنا کر پیدا کیا اور کامل انسانی شعور کے ساتھ زمینی زندگی کیلئے تیار کیا۔ زمین پر انسان اللہ کا خلیفہ ہوگا انسان کو جو چیز سب سے ممتاز کرتی ہے وہ اسکا نطق یعنی بولنا ہے اور جو چیز انسان کو دیگر تمام مخلوقات سے منفرد و ممتاز کرتی ہے وہ اللہ کی جانب سے اسے عطاء کردہ اخلاقی ذمہ داری اور اختیارات کی وہ امانت ہے جسے رب کریم نے اس کے سپرد کیا ہے اور جس کی بنا پر انسان اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔

اللہ تعالیٰ تخلیق آدم اور اجنہ کی تخلیق کے عمل کے بارے میں سورۃ الحجر میں فرماتا ہے۔



Marfat.com

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ۔ ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سُوکھے گارے سے بنایا۔ اور اُس سے پہلے جنوں کو ہم آگ کی لپٹ سے پیدا کر چکے تھے۔ پھر یاد کرو اس موقع کو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں سڑی ہوئی مٹی کے سُوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔ جب میں اُسے پورا بنا چکوں اور اُس میں اپنی رُوح سے کچھ پُھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر جانا۔ (الحجر۔۲۶۔۲۷۔۲۸۔۲۹)

تفسیر۔ یہاں قرآن کریم اس امر کی صاف صاف وضاحت کر رہا ہے کہ انسان کسی بھی طرح ابتدائی اور حیوانی منازل سے ترقی کرتا ہوا بشریت کے درجے میں نہیں پہنچا۔ قرآن بار بار وضاحت کے ساتھ تخلیقِ آدم کو بیان کر رہا ہے عربی میں مٹی کی مختلف حالتوں کے اعتبار سے اس کے مختلف نام ہیں خشک مٹی کو تراب' بھیگی ہوئی مٹی طین' گوندھی ہوئی بد بودار کو حماٍ مسنونٍ اور اگر خشک ہو کر کھن کھن بولنے لگے تو اسے صَلْصَال اور اگر اسے آگ میں پکا لیا جائے فخّار (ٹھکری) کہلاتی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا جس طرح تذکرہ فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم خاکی کا پتلا حَمَاٍ مسنونٍ یعنی گوندھی ہوئی اور سڑی ہوئی بد بودار مٹی سے بنایا گیا ہے اور جب وہ سوکھ کر کھن کھن کرنے لگا تو اس میں روح پھونکی گئی اسی صَلْصَال کو قرآن نے دوسری جگہ کلفخّار فخار کہا ہے ایسے ہی سورۃ رحمٰن کی آیت نمبر 14 میں اس طرح کہا ہے۔ ''انسان کو اُس نے ٹھیکری جیسے سُوکھے سڑے ہوئے گارے سے بنایا۔'' سموم گرم ہوا کو کہتے ہیں اور نار کو سموم کی طرف نسبت دینے سے اس کے معنی آگ کے بجائے تیز حرارت کے ہو جاتے ہیں اس سے ان مقامات کی تشریح ہو جاتی



Marfat.com

ہے جیسا کہ قرآن حکیم یہ فرماتا ہے کہ جن آگ سے پیدا کے گئے ہیں۔اس آخری آیت میں جس امر کی نشاندی کی گئی وہ ہے انسان کے اندر جو روح پھونکی گئی وہ دراصل صفات الٰہی کا ایک عکس یا پرتو ہے یعنی' حیات' علم' قدرت' ارادہ' اختیار اور دیگر تمام صفات جو انسان میں پائی جاتی ہیں۔جن کے مجموعہ کا نام روح ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو سو حصوں میں تقسیم فرمایا پھر ان میں سے 99 حصے اپنے پاس رکھے اور صرف ایک حصہ زمین پر اتارا۔یہ اسی ایک حصے کی برکت ہے جس کی وجہ سے مخلوقات آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہیں (صحیح بخاری۔مسلم) جو چیز انسان کو اللہ کی دوسری مخلوقات پر فوقیت وفضیلت عطاء کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جس جامعیت کے ساتھ اللہ کی صفات کا پرتو انسان میں ڈالا گیا اس سے کوئی دوسری مخلوق سرفراز نہیں کی گئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔اُس کی سب سے بڑی اہم اور بڑی وجہ اُسے عطا کیا جانے والا وہ علم جسے قرآنِ حکیم میں تمام ناموں کے علم سے موسوم کیا گیا کیونکہ یہی علم ہے جو اللہ نے صرف بنی نوع آدم کے امتیاز وشان بلند کرنے کے لئے اُسے عطا فرمایا ورنہ ارادے کا اختیار ایک حد تک ہی سہی انسان سے پہلی مخلوق جنوں کو بھی دیا گیا تھا لیکن ناموں کا علم انسان کے علاوہ کسی اور مخلوق کو نہیں عطا کیا گیا دوسرا امتیاز انسان کا احساسِ ندامت وپشیمانی ہے غلط کرنے پر اُس کا ادارک اور غلطی کے احساس کے ساتھ احساسِ ندامت ہونا جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پہلی نافرمانی کی غلطی کرنے کے بعد ہوا اور انہوں نے اپنے رب سے معافی مانگ لی لیکن شیطان مردود ہوا اُس نے ایسا نہیں کیا اُس نے تکبر کیا اور اپنی غلطی پر اڑ گیا یہ اڑنا اور ضد کرنا دراصل اُس کو ملنے والے محدود ارادے کے اختیار کا نتیجہ تھا ورنہ وہ ایسا ہرگز نہ کرسکتا۔بس یہی امتحان کا لمحہ ہوتا ہے کہ بندہ ایسے نازک موقع پر غلطی کا احساس ہوتے ہی اظہارِ ندامت کرے اور معافی کا طلب گار بنے۔



Marfat.com

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ
هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ
الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٢﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ
اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ
تَكْتُمُوْنَ ﴿٣٣﴾

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تمام نام سکھا کر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا' اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ اُن سب نے کہا اے اللہ! تیری ذات پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے' پورے علم و حکمت والا تو تو ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) آدمؑ سے فرمایا تم ان کو ان کے نام بتا دو۔ جب انہوں نے بتا دیئے تو فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں (پہلے ہی) نہ کہا تھا کہ زمین اور آسمانوں کا غیب میں ہی جانتا ہوں اور میرے علم میں ہے جو تم ظاہر کر رہے ہو اور جو تم چھپاتے تھے۔ (البقرہ۔ ۳۱ تا ۳۳)

تفسیر۔ اسماء سے مراد اشخاص و اشیاء کے نام اور خواص و فوائد کا علم ہے' جو اللہ تعالیٰ نے القا والہام کے ذریعے حضرت آدمؑ کو سکھا دیئے تھے۔ پھر جب ان سے کہا گیا کہ اے آدمؑ ان کے نام بتاؤ تو انھوں نے فوراً سب کچھ بیان کر دیا' جو فرشتے بیان نہ کر سکے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک تو فرشتوں پر حکمتِ تخلیقِ آدم واضح کر دی۔ دوسرے دنیا کا نظام چلانے کے لئے علم کی اہمیت و فضیلت بیان فرما دی' جب یہ حکمت و اہمیتِ علم فرشتوں پر واضح ہوئی تو انہوں نے اپنے قصورِ علم و فہم کا اعتراف کر لیا۔ فرشتوں کے اس اعتراف سے یہ بھی واضح ہوا کہ عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے۔

جبکہ قرآن حکیم ہمارے سامنے تخلیقِ آدم کے تمام مراحل کو کھول کھول کر بیان کر رہا ہے آیئے ہم قرآن حکیم کی روشنی میں دیکھیں کہ تخلیق آدم کس طرح ہوئی اللہ رب العزت نے اپنے بندے کو کیسے تخلیق فرمایا۔



Marfat.com

﴿وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ﴾

ترجمہ۔''اور انسان کی بناوٹ مٹی سے شروع کی۔'' (السجدہ۔۷)

یعنی انسانِ اول حضرت آدمؑ کو مٹی سے بنایا جن سے انسانوں کی ابتدا و آغاز ہوا اور سورۃ الانعام میں یوں فرمایا۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲

ترجمہ۔ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر تمہارے لئے زندگی کی ایک مدت مقرر کر دی اور ایک دوسری مدت اور بھی ہے جو اس کے ہاں طے شدہ ہے مگر تم لوگ ہو کہ شک میں پڑے ہوئے ہو۔ (الانعام۔۲)

تفسیر۔ تمہارے باپ آدمؑ کو جو تمہاری اصل ہیں اور جن سے تم سب کی پیدائش کا سلسلہ چلا ہے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم جو خوراک اور غذائیں کھاتے ہو وہ سب کی سب زمین سے ہی پیدا ہوتی ہیں اور انہی غذاؤں سے نطفہ بنتا ہے جو مادرِ رحم میں جا کر تخلیقِ انسانی کا باعث بنتا ہے۔ اس لحاظ سے گویا انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی یعنی انسانی جسم کے تمام اجزا زمین سے حاصل ہوئے ہیں کوئی ایک ذرہ بھی غیر ارضی نہیں ہے اس لئے فرمایا کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی قیامت کی وہ گھڑی جب اگلے پچھلے تمام انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور حساب دینے کیلئے اپنے رب کے سامنے پیش ہوں گے۔ یعنی آخرت کا وقت اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ پہلی اجل سے مراد پیدائش سے لے کر موت تک انسان کی عمر ہے۔ دوسری اجل سے مراد انسان کی موت سے لے کر روزِ قیامت تک دنیا کی کُل عمر ہے جس کے بعد دنیا فنا ہو جائے گی اور دوسری دنیا یعنی آخرت کا آغاز ہو جائے گا۔ کفار ومشرکین کے کہنے کے مطابق کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے تو کس طرح ہمیں دوبارہ زندہ کیا جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے تمہیں پہلی مرتبہ مٹی سے پیدا کیا دوبارہ بھی وہی



Marfat.com

اللہ تمہیں مٹی میں مل جانے کے باوجود زندہ کردے گا۔(سورۃ یٰسین)

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا

ترجمہ۔ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اسی نے زمین میں تمہیں بسایا ہے۔(ھود۔٦١)

تفسیر۔ابتدا میں تمہیں زمین سے پیدا کیا' وہ اس طرح کہ تمہارے باپ حضرت آدمؑ کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔ تمہارے اندر زمین کو بسانے اور آباد کرنے کی قوت وصلاحیت پیدا کی جس سے تم رہائش کے لئے مکان تعمیر کرتے ہو اور خوراک کے لئے کاشت کاری کرتے ہو اور دیگر ضروریات زندگی مہیا کرنے کیلئے صنعت وحرفت سے کام لیتے ہو۔سورۃ طٰہٰ میں اس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾

ترجمہ۔اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے اور اسی میں پھر تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔(طٰہٰ۔٥٥)

تفسیر۔یعنی ہر انسان کو لازماً تین مراحل سے گزرنا ہے۔ایک مرحلہ موجودہ دنیا میں پیدائش سے لے کر موت تک کا ہے۔ دوسرا مرحلہ موت سے لیکر قیامت تک کا ہے۔ تیسرا مرحلہ قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونے کے بعد کا ہے یہ تینوں مرحلے اس آیت شریفہ کی رو۔سے اسی زمین پر گزرنے والے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾

ترجمہ۔یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر (ست) سے پیدا کیا۔(المومنون۔١٢)

تفسیر۔مٹی سے پیدا کرنے کا مطلب ابوالبشر حضرت آدمؑ کی مٹی سے پیدائش ہے۔یا یہ بھی ممکن ہے انسان جو خوراک کھاتا ہے وہ سب مٹی سے ہی پیدا ہوتی ہے' اس اعتبار سے اس کے نطفے کی اصل' جو خلقتِ انسانی کا باعث بنتا ہے مٹی ہی ہے۔ یہاں جو بات قابلِ غور ہے



Marfat.com

وہ مٹی کے جوہر کی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ ہر شے کی نشونما مٹی کے جوہر سے ہی ہوتی ہے۔ ہم جب ایک بیج کو زمین میں بوتے ہیں تو اس بیج میں اگنے کی صلاحیت تو ہوتی ہے لیکن جن اجزا پر اس کی نشونما کا انحصار ہوتا ہے وہ انھیں زمین سے جذب کرتا ہے اگر زمین میں مطلوبہ اجزا یعنی وہ نمکیات نہیں ہوتے یا کم ہوتے ہیں تو پودا یا تو نمو ہی نہیں پائے گا یا اس کی نمو رک جائے گی یہی اجزا زمین کا جوہر کہلاتے ہیں۔ کارخانۂ قدرت میں کوئی شے غیر ضروری اور فاضل نہیں۔ ہر جاندار اپنی احتیاج کے تکملہ کے لئے ذرائع تلاش کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس قدرت کا وجود اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ زندگی کے سلسلہ اور نظام کے پیچھے کوئی زبردست طاقت اور اعلیٰ دماغ کارفرما ہے مگر زندگی کیا ہے؟ ابھی تک کوئی انسان اس کی گہرائی کی تہ کو نہیں پا سکا یہ ایک عجیب چیز ہے جس میں وزن ہے نہ جسامت ہے لیکن اس میں نمو کی حیرت انگیز قوت موجود ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک نشوونما پانے والی جڑ میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ چٹان میں شگاف پیدا کر سکتی ہے۔ یہ زندگی ہے جس نے پانی' زمین اور ہوا پر اپنا تسلط جما رکھا ہے۔

اللہ ایک ایسا صناع ہے جو ہر ذی روح کی نقش تراشی کے فرائض انجام دیتا ہے۔ پھول' پودے' درخت کی ایک ایک پتی کا ڈیزائن اعلیٰ ترین کاریگری سے تراشتا ہے۔ وہ چڑیوں کو چہچہانا اور کیڑوں کو بھنبھنانا سیکھاتا ہے۔ وہی ہے جو پھلوں میں لذت و چاشنی پیدا کرتا ہے' اس کی بدولت آکسیجن ہر ذی روح کے لئے سانس کا ذریعہ بنتی ہے (PROTOPLASM) پروٹو پلازم کا باریک ترین قطرہ جسے بغیر جدید آلات کے دیکھا نہیں جا سکتا حرکت پر قادر ہے اور یہ سورج کی روشنی اخذ کرتا ہے۔ اس اکیلے خلیہ کے اندر زندگی کا جرثومہ موجود ہوتا ہے اور اس میں زندگی کو ہر ذی روح میں تقسیم کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اس چھوٹے سے قطرے کی طاقت درختوں جانوروں اور انسانوں سے عظیم تر ہے کیونکہ یہ سب اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہیں۔ زمین سے اگنے والی اشیاء کو انسان



Marfat.com

'حیوانات کھاتے ہے اور وہی زمینی اجزا ان کی نشوونما میں مددگار بنتے ہیں یہ ایک سلسلہ ہے جو پوری کائنات پر محیط ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾

ترجمہ۔اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چند روز رہنے کی۔ بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ (الانعام۔۹۸)

تفسیر۔انسانی نسل کی ابتدا ایک متنفس (حضرت آدمؑ) سے کی۔تفسیر ابن کثیر میں علامہ ابن کثیر کے نزدیک مُستَقَرٌّ سے مراد رحم مادر اور مُستَوْدَعٌ سے مراد صلبِ پدر کے ہیں۔یعنی نوع انسانی کی تخلیق' اور اس کے اندر مرد وزن کی تفریق اور تناسل کے ذریعہ اس کی افزائش اور رحم مادر میں انسانی بچہ کا نطفہ قرار پا جانے کے بعد سے زمین میں اس کے سوپنے جانے تک اس کی زندگی کے مختلف اطوار اور ادوار پر اگر نظر ڈالی جائے تو اس میں بے شمار کھلی کھلی نشانیاں انسان کے سامنے آتی ہیں جن سے وہ اس حقیقت کو پہچان سکتا ہے جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔مگر ان نشانیوں سے ادراک ومعرفت صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور جانوروں کی طرح زندگی بسر کرنے والے' جو صرف اپنی خواہشات کے تابع حیوانی سطح پر زندگی گزارتے ہیں۔انھیں کوئی غرض احکام الٰہی کو سمجھنے یا جاننے کی نہیں ہوتی وہ شیطان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں۔وہ نہ تو ان نشانیوں میں کچھ دیکھ سکتے ہیں نہ ہی ان سے کچھ سمجھ سکتے ہیں۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾

ترجمہ۔تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اللہ کی برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے۔حالانکہ اس نے تمہیں



Marfat.com

طرح طرح سے پیدا کیا ہے۔ اورتم کو اللہ نے زمین سے (ایک خاص اہتمام سے) اگایا ہے (پیدا کیا ہے)۔ (نوح۔۱۳۔۱۴۔۱۷)

تفسیر۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے تم اس سے ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ اور اس کو ایک کیوں نہیں مانتے' اس کی اطاعت کیوں نہیں کرتے۔؟ یعنی ہم دنیا کے چھوٹے چھوٹے سرداروں رئیسوں جاگیرداروں اور دوسرے امراء کے بارے میں تو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے وقار کے خلاف کوئی حرکت خطرناک ہوسکتی ہے۔ مگر خداوندِ عالم کے متعلق یہ توقع نہیں رکھتے کہ وہ بھی کوئی باوقار ہستی ہے۔ اُس کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ اُس کی خدائی میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ اُس کے احکام نہیں مانتے۔ اُس سے کیا یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ وہ اِس کی سزا بھی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تخلیق کے مختلف مدارج اور طریقوں سے گذارتا ہوا ہمیں ہماری موجودہ حالت میں لاتا ہے۔ پہلے ماں باپ کے رحم وصلب میں الگ الگ نطفوں کی شکل میں تھے۔ پھر قدرت خداوندی سے یہ دونوں نطفے ملے اور استقرار حمل ہوا نطفہ' پھر علقہ' پھر مضعہ پھر عظام اور پھر لحم پھر خلق تام بنا اور نو مہینے تک ماں کے پیٹ میں بتدریج نشوونما پائی پھر اللہ نے انسانی شکل عطاء فرمائی اور وہ تمام قوتیں صلاحیتیں پیدا کیں جو انسان کے دنیا میں کام آتی ہیں۔ دوسری حالت میں ترقی دی۔ پھر نوجوانی جوانی اور بڑھاپے کی عمر تک پہنچے' ان تمام منازل کو طے کرتے ہوئے تمام وقت اللہ کے قبضۂ قدرت میں تھے۔

اگر اللہ چاہتا تو زندہ بچے کی صورت پیدا ہی نہیں ہوتے یا پیدا ہوتے ہی مار ڈالے جاتے اللہ کے سامنے اتنا بے بس اور مجبور ہونے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی شان میں گستاخی کی جاسکتی ہے۔ اُس کے ان بے پناہ احسانوں کو فراموش کیا جاسکتا ہے۔ اس کے خلاف ہر قسم کی بغاوت کی جاسکتی ہے آیت نمبر ۱۷ میں کہا جارہا ہے کہ زمین کے مادوں سے انسان کی تخلیق کی یعنی حضرت آدمؑ کو' جنھیں مٹی سے بنایا گیا اور پھر اس میں اللہ نے روح پھونکی۔ اگر یہاں تمام انسانوں کو مخاطب مان لیا جائے تو مطلب ہوگا کہ تم جس نطفے سے پیدا



Marfat.com

ہوتے ہو وہ اسی خوراک سے بنتا ہے جو زمین سے حاصل کی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے سب کی پیدائش کی اصل زمین ہی ٹھہرتی ہے۔ یعنی جس طرح کسی وقت اس کرۂ ارض پر انسان کا کوئی وجود نہ تھا اور نہ ہی کسی قسم کی نباتات موجود تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی نے انھیں اگایا اسی طرح انسان کو پیدا کیا اور اس کا سلسلہ جاری کیا۔ یہی بات قرآن حکیم میں المومنون کی آیت نمبر ۱۲ اور ۱۳ میں دھرائی گئی ہے اور سورۃ یٰسین کی آیت نمبر ۷۷ میں سورۃ النحل کی آیت نمبر ۴ میں سورۃ الحج کی آیت نمبر ۵ میں سورۃ المومن کی آیت نمبر ۶۷ میں سورۃ الطارق کی آیت نمبر ۵۔۶ میں اور الکھف کی آیت نمبر ۳۷ میں بیان کی گئی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے آرام وآسائش کا بھی پورا پورا خیال رکھا ہے۔ صرف انسان کو پیدا کر کے ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کے لئے ایک پورا عالم بھی ایسے ہی پیدا کیا ہے۔

قرآن حکیم میں رب کائنات یوں فرماتا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝۳۸

ترجمہ۔ اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں۔ ہم نے کتاب (لوح محفوظ) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کیے جائیں گے۔ (الانعام۔ ۳۸)

تفسیر۔ انھیں بھی اللہ نے اسی طرح پیدا فرمایا جس طرح تمہیں پیدا کیا گیا ہے' اسی طرح انھیں روزی دیتا ہے جس طرح تمہیں دیتا ہے اور تمہاری ہی طرح وہ بھی اس کی قدرت وعلم کے تحت داخل ہیں۔ یہاں کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے' یعنی وہاں پر ہر چیز درج ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ مراد قرآن ہو جس میں اجمالاً یا تفصیلاً دین کے ہر معاملے پر روشنی ڈالی گئی ہے جب کہ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۸۹ میں بھی فرمایا گیا ہے اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل



Marfat.com

فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٤٩﴾

ترجمہ۔ اور ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کر سکو۔ (ذاریات۔۴۹)

تفسیر۔ دنیا کی تمام اشیاء تزویج کے اصول پر بنائی گئی ہیں یہ ساری کائنات اسی قاعدے کلیہ پر چل رہی ہے کہ بعض چیزوں کا بعض چیزوں سے جوڑ لگتا ہے۔ پھر ان کے جوڑ سے ہی طرح طرح کی ترکیبات وجود میں آتی ہیں یہاں کوئی شے بھی ایسی منفرد نہیں ہے جس کا جوڑ نہ ہو۔ بلکہ ہر چیز اپنے جوڑے ہی سے مل کر نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ یعنی ہر چیز کا جوڑا جوڑا' نر مادہ یا اس کے مقابل اس کی ضد کو بھی پیدا کیا ہے' جیسے روشنی اور اندھیرا' خشکی اور تری' چاند اور سورج' میٹھا اور کڑوا' رات اور دن' خیر و شر' زندگی اور موت' ایمان و کفر' شقاوت اور سعادت' زمین و آسمان' پہاڑ و کھائی' آگ و پانی' گناہ و ثواب' جزا و سزا' جنت اور دوزخ' جن اور انس وغیرہ' حتیٰ کہ حیوانات (جاندار) کے مقابل جمادات (بے جان) اس لئے ضروری ہے کہ دنیا کا بھی جوڑ یعنی آخرت یا دنیا کے مقابل دوسری زندگی۔ دنیا کی تمام اشیا کا زوج زوج ہونا زوج کے معنی جوڑ ہی نہیں بلکہ اس سے مراد ایسا جوڑا ہوتا ہے جس میں ایک شے یا فرد کی تکمیل دوسرے فرد کے بغیر مکمل نہیں ہوتی مثلاً گاڑی کے دو پہیہ ایک دوسرے کے زوج کہلاتے ہیں ان میں سے اگر ایک نہ ہو تو دوسرا بیکار ہوگا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو آخرت کے وجوب پر صریح شہادت دے رہی ہے۔ اگر ہم غور کریں تو یہ نتیجہ بخوبی اخذ کر سکتے ہیں کہ جب دنیا کی ہر چیز کا ایک جوڑ ہے اور کوئی چیز اپنے جوڑ سے ملے بغیر نتیجہ خیز نہیں ہوتی تو دنیا کی یہ زندگی کیسے بے جوڑ ہو سکتی ہے کہ اس کا جوڑ لازماً آخرت ہے۔ ورنہ تو یہ زندگی بے حقیقت ہو کر رہ جائے۔ بارش کا انتظام زمین' کی ساخت' آسمان کی تخلیق' انسان کا اپنا وجود' کائنات میں قانون تزویج کی حیرت انگیز کارفرمائی ہے یہ تمام عوامل جس طرح آخرت کے امکانِ



Marfat.com

وجوب پر گواہی دے رہے ہیں اسی طرح یہی عوامل اس بات کی گواہی بھی دے رہے ہیں کہ یہ کائنات جس قانون اور ضابطے کے تحت چل رہی ہے اسے چلانے والا' کنٹرول کرنے والا بھی کوئی ہے جو تمام ضابطوں اور قوانین پر نہ صرف حاوی ہے بلکہ قادرِ مطلق ہے جو اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ وہی اپنی ذات میں تمام عالموں کا مالک و خالق ہے۔ اس کا کوئی ہم سر نہیں۔ انھیں دلائل کی بنیاد پر توحید کی دعوت دی جارہی ہے۔ آخرت کو تسلیم کرنے کا لازمی نتیجہ اللہ سے ڈرنا' اس کے احکام کی پابندی کرنا' اس کی اطاعت و بندگی اختیار کرنا ہے۔ جس سے ہمیں یہ سمجھنا ہے کہ سب کا پیدا کرنے والا صرف ایک اللہ ہے' اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کی تائید سورۃ یٰسین کی آیت۔ ۳۱ اور سورۃ الزخرف کی آیت نمبر ۱۲ سے بھی ہو رہی ہے۔ اب تک تمام بات تخلیق آدم کے متعلق ہوئی کہ خالق نے مخلوقِ اول انسان کی کیسے اور کیونکر تخلیق کی آئیں اب یہ دیکھیں کہ خود خالق اپنی تخلیق آدم کے بارے میں کیا فرماتا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝

ترجمہ۔ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔ (التین۔۴)

تفسیر۔ اس آیت مبارکہ سے قبل اسی سورۃ التین کی ابتدائی تین آیات میں خالقِ ارض وسموات قسم کھا رہا ہے انجیر و زیتون کے علاقے یعنی شام و فلسطین' کوہ طور اور مکہ کے پر امن شہر کی۔ یہ سب مقاماتِ مقدسہ ہیں جہاں اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوئے۔ انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو وہ اعلیٰ درجے کا جسم عطاء کیا گیا ہے جو کسی دوسری جاندار مخلوق کو نہیں دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ اس کا منہ نیچے زمین کی طرف جھکا ہوا ہے۔ صرف انسان کو دراز قامت اور سیدھا بنایا ہے۔ جو اپنے ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے پھر اس کے ہر عضد کو نہایت تناسب کے ساتھ اپنی تمام مخلوقات میں خوبصورت ترین بنایا' ہے اور بیشتر عضو دو دو بنائے اور ان میں نہایت مناسب فاصلہ رکھا' پھر اس میں عقل و تدبر' فہم و فراست' حکمت اور سمع و بصر کی قوتیں بخشیں' کیونکہ انسان دراصل اللہ



Marfat.com

کی قدرت کاملہ کا مظہر اور اس کا پرتو ہے۔ مسلم کی ایک حدیث ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے فکر و فہم، علم و عقل کی وہ بلند پایہ قابلیتیں بخشی ہیں جو کسی دوسری مخلوق کو نہیں بخشی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو منصب نبوت عطاء کر کے اپنی تمام مخلوقات میں بلند تر مرتبہ عطاء فرمایا یہ انسان کے بہترین سانچے میں ڈھلنے کی شہادت ہے اس لئے ہی رب کائنات نے اس سورۃ مبارکہ کی ابتدا میں ایسے مقامات کی قسم کھائی جو اللہ کے پیغمبروں سے نسبت رکھتے ہیں۔ شام و فلسطین کا علاقہ وہ ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک بکثرت انبیاء کرام تشریف لائے۔ کوہ طور وہ مقامِ خاص ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کو نبوت عطاء کی گئی اور مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے دست مبارک سے ہوئی اور نبی اکرم کی جائے پیدائش بھی ہے۔ ان کی وجہ سے مکہ معظمہ پہلے عرب کا مقدس ترین مرکزی شہر بنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے اسے دُنیا کا مرکز بنا دیا۔

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝

ترجمہ۔ جس نے تجھے پیدا کیا' تجھے نِک سُک سے درست کیا۔ (الانفطار۔ ۷)

تفسیر۔ یعنی تجھے کامل انسان بنایا جو سنتا ہے دیکھتا ہے اور عقل و فہم رکھتا ہے۔ تجھے متعدل اور خوب صورت بنایا' تیری دونوں آنکھیں' دونوں کان' دونوں ہاتھوں اور پیروں کو برابر برابر بنایا۔ اگر تیرے اعضاء میں یہ برابری اور مناسبت نہ ہوتی تو تیرے وجود میں حسن کے بجائے کجی اور بے ڈھنگا پن ہوتا۔ سورۃ التغابن کی آیت نمبر ۳ میں اس بات کو پھر دھرایا گیا ہے۔ ''اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں۔'' اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔ صورت سے مراد محض انسان کا چہرہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اس کی پوری جسمانی ساخت ہے اور وہ قوتیں و صلاحیتیں بھی ہیں جو انسان کو اس دنیا میں کام کرنے کے لئے عطاء کی گئی ہیں' انسان کو زمین کی تمام مخلوقات میں سب سے



Marfat.com

افضل اور بہتر بنایا گیا ہے اس بنا پر ہی وہ اس قابل ہوا ہے کہ زمین پر موجود تمام موجودات پر حکمرانی کرے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایسے آلاتِ علم عطاء کیے ہیں جن کے ذریعہ انسان ہر طرح کی معلومات حاصل کرسکتا ہے اور اس کو سوچنے سمجھنے اور معلومات کو جمع کر کے اُن سے نتائج اخذ کرنے کے لئے اعلیٰ ترین ذہن عطاء کیا ہے۔ اُسے اخلاقی حسن اور قوتِ تمیز بھی دی ہے جس سے کام لے کر وہ اپنی راہِ عمل کا خود انتخاب کرتا ہے اور یہ طے کرتا ہے کہ اپنی کوشش کو کس راستے پر لگائے اور کس پر نہ لگائے۔ اُس کو اللہ تعالیٰ نے یہاں تک آزادی دی ہے کہ وہ چاہے تو اپنے خالق و مالک کی بندگی کرے اُس کی اطاعت کرے اور چاہے تو منکر ہو جائے۔ اِن ساری قوتوں اور اختیارات کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اپنی پیدا کردہ دیگر بے شمار مخلوقات پر تصرف کرنے کا اختیار و اقتدار بھی دیا ہے جسے وہ استعمال کر رہا ہے۔

ربِ کائنات نے اپنی تمام تر مخلوقات وتخلیقات جو اس کائنات میں پیدا کی ہیں ان میں سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی تخلیق بے معنی بے مصرف نہیں بنائی جب ربِ جلال نے ہر شے کے متعلق تصریح فرمادی کہ وہ بلا مقصد نہیں پیدا کی گئی تو پھر انسان جسے اس نے اشرف المخلوقات کا درجہ عطاء فرمایا ہے کیسے بے مقصد پیدا کیا ہوگا۔ اس بارے میں یعنی مقصدِ حیاتِ انسانی کے بارے میں رب العزت کیا فرماتا ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ۔ کیا تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔ (المومنون۔۱۱۵)

یہاں لفظ عَبَثًا آیا ہے۔ یہ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے ایک ''کھیل کے طور پر'' اور دوسرا مطلب ''کھیل کے لئے''۔ پہلی صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے ''کیا تم نے یہ سمجھا تھا کہ ہم نے تمہیں یونہی بطور تفریح بنا دیا ہے اور تمہاری تخلیق کی کوئی غرض و غایت نہیں ہے۔ ہم نے تمہیں محض ایک بے مقصد مخلوق بنا کر چھوڑ دیا ہے'' دوسری صورت میں یہ مطلب



Marfat.com

ہوگا'' کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ تم بس کھیل کود اور تفریح اور ایسی ہی لا حاصل مصروفیتوں کے لئے پیدا کے گئے ہو جن کا کبھی کوئی نتیجہ نکلنے والا نہیں۔'' دوسرے مقام پر اس طرح اظہار کیا گیا ہے۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

ترجمہ۔ کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ ایک حقیر پانی کا نطفہ نہ تھا جو (رحم مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے۔ پھر وہ ایک لوتھڑا بنا' پھر اللہ نے اس کا جسم بنایا اور اس کے اعضاء درست کیے۔ پھر اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مرے وؤں کو پھر سے زندہ کر دے۔ (القیٰمۃ۔ ۳۶ تا ۴۰)

تفسیر۔ کیا انسان نے اپنے آپ کو شترِ بے مہار سمجھ رکھا ہے کہ اس کے خالق نے اسے زمین پر غیر ذمہ دار بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ کوئی فرض اس پر عائد نہیں کیا۔ کوئی چیز اس کیلئے ممنوع نہیں کی کوئی وقت ایسا نہیں آنے والا ہے جب اس سے اس کے اعمال کی باز پرس کی جائے۔ اوپر المومنون کی آیت نمبر ۱۱۵ یہی بات کہی گی ہے۔ ان دونوں مقامات پر زندگی کے بعد موت واجب ہونے کی دلیل ایک سوال کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ اس سوال کا مطلب یہ ہے کیا واقعی تم نے اپنے آپ کو جانور سمجھ رکھا ہے۔؟ کیا تمہیں اپنے آپ اور جانوروں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا کہ وہ بے اختیار ہوتے ہیں اور تم با اختیار ہو۔ ان کے افعال میں کسی اخلاقی حسن و قبح کا سوال نہیں اٹھتا اور تمہارے افعال میں یہ سوال لازماً پیدا ہوتا ہے؟ پھر تم نے اپنے متعلق یہ کیسے سمجھ لیا کہ جس طرح جانور غیر ذمہ دار غیر جواب دہ ہے اسی طرح تم بھی ہو۔ جانوروں کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کے بارے میں بھی پہلے حدیث نقل کر چکے ہیں لیکن اگر ایک لمحے کیلئے یہ سمجھ بھی لیا جائے کہ انسانوں کے علاوہ کسی اور مخلوق کو موت کے



Marfat.com

بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا تو بھی بات سمجھ میں آتی ہے کیونکہ وہ اپنی جبلت کے باعث اپنے لگے بندھے تقاضے پورے کرتے رہے ہیں۔ اپنی عقل سے کام لے کر کسی طرح حکم خداوندی کی نافرمانی نہیں کرتے جبکہ انسان افعال میں خودمختار ہوتا ہے اور لمحۂ موت تک اپنے افعال انجام دیتا رہتا ہے جو نیک و بد ہوتے ہیں اور جزا و سزا کو تمہاری عقل خود تسلیم کرتی ہے۔ اس لئے انسان کے لئے حیات بعد موت لازمی ہے اور یہی اس کی دلیل بھی ہے انسان کتنا ہی انکار کرے لیکن جو خدا انسان کو دنیا میں پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ بھی اُس انسان کو وجود میں لا سکتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾

ترجمہ۔ سارے انسانوں کو پیدا کرنا اور پھر دوبارہ جلا اُٹھانا تو (اُس کے لئے) بس ایسا ہے جیسے ایک فرد واحد کو (پیدا کرنا اور جلانا) حقیقت یہ ہے کہ اللہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ (لقمٰن۔ ۲۸)

تفسیر۔ اللہ کی قدرت اتنی عظیم ہے کہ تم سب کا پیدا کرنا یا قیامت والے دن زندہ کرنا اس کے لئے ایسا ہی ہے جیسا ایک نفس کو زندہ کرنا یا پیدا کرنا' اس لئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ ایک لفظ ''کن'' سے پلک جھپکنے میں معرض وجود میں آ جاتا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک جتنی مخلوق اور انسان پیدا ہوئے ہیں اور آئندہ قیامت تک جتنے پیدا ہوں گے ان سب کو وہ ایک آن کی آن میں پھر سے پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک انسان کا بنانا اور کھربوں انسانوں کا بنانا یکساں ہے۔ وہ بیک وقت ساری کائنات کی آوازیں الگ الگ سن رہا ہے اور کوئی آواز اس کی سماعت اس طرح مصروف نہیں کرتی کہ اسے دوسری آوازیں سنائی نہ دیں۔ اسی طرح وہ بیک وقت ساری کائنات کو اس کی ایک ایک چیز اور ایک ایک تفصیل کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ کسی بھی چیز کو دیکھنے میں اس کی بینائی اس طرح مصروف نہیں ہوتی کہ وہ کسی چیز کو دیکھتے ہوئے کسی اور کو نہ دیکھ سکے۔ یقیناً وہ بڑا دیکھنے سننے اور جاننے والا



Marfat.com

ہے۔

تخلیقِ آدم کے بارے میں مختصر بیان آپ نے پڑھا قرآن حکیم میں ربِ کائنات نے جگہ جگہ بار بار تخلیقِ آدم کے بارے میں مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے کیا گیا ہے۔ایسا اس لئے کہ انسان اپنی اصل کو سمجھ لے اور یہ جان لے کہ تمام اختیارات وقوت جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں عطاء کئے ہیں وہ سب اس کی دین ہے' اصل قوت وطاقت اس کے ہی پاس ہے۔ہم یعنی انسان تو حقیر پانی کے قطرے کی مانند ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کس قدر محبت کرتا ہے اس کا انسان کو نہ اندازہ ہے نہ احساس۔اللہ نے اپنے بندوں کی فلاح اور بھلائی کے لئے آخرت کے عذاب سے بچانے اور شیطان کا سدباب کرنے کے لئے ہر دور' ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے اپنے خاص بندوں یعنی پیغمبروں اور رسولوں کو ہدایت اور حق کی روشنی دے کر بھیجا تا کہ جب انسان راہِ حق سے بھٹک جائے تو اُسے سیدھی راہ دکھانے والے حق کا پیغام سنا کر' آخرت کی خبر دے کر اللہ کے احکام سنا دیں تا کہ روز آخرت وہ اپنی بدراہی کا کوئی ایسا جواز نہ پیش کر سکے کہ مجھے تو کچھ خبر ہی نہ تھی۔

بعثت نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت وکبریا کا اظہار ہوتا ہے اللہ نے حضور اکرم ﷺ سے قبل تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار پیغمبر انسانوں کی اصلاح وفلاح وبہتری کے لئے اس زمین پر اتارے لیکن نبی اکرم ﷺ کو اپنا نمائندہ حقیقی بنا کر بھیجا اور کسی قوم قبیلے کے لئے اور کسی خاص موقع یا محدود وقت کے لئے نہیں بلکہ لامحدود وقت یعنی قیامت تک کے لئے روشنی وہدایت بنا کر بھیجا۔اللہ اپنے بندوں سے کیا چاہتا ہے کہ وہ کیسے اپنی معاشرتی' اقتصادی' مذہبی' دنیوی زندگی گذاریں تا کہ اللہ ان سے راضی رہے اور اس کی تخلیق کا اصل مقصد پورا ہو سکے اس لئے نبی آخری الزماں کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ان کا اٹھنا' بیٹھنا' لیٹنا' بولنا' چلنا لوگوں سے ملنا غرض حضور ﷺ کی ایک ایک ادا' ایک ایک جنبش خالص احکام الٰہی کے تابع تھی کس طرح زندگی گزارنی چاہیے کیسے لوگوں سے' اپنوں اور غیروں سے معاملات کرنا چاہیے



Marfat.com

کیسے اپنی اولاد اپنے بچوں سے سلوک کرنا چاہیے کیسے اپنی زندگی کے شب و روز گزارے کہ رضاء الٰہی حاصل ہو آپ ﷺ نے قدم قدم پر اپنے عمل سے اپنی امت کی تربیت و تعلیم فرمائی۔ اس سے قبل کہ ہم آدم اور اس کی ذمہ داریوں کے متعلق احکامِ الٰہی کا ذکر کریں ضروری ہے کہ شیطان کے بارے میں کچھ جان لیں تا کہ رب عزت ہمیں جس چیز سے روکنا چاہتا ہے۔ ہم اپنے اختیار وارادہ سے کام لے کر اور احکامِ الٰہی کی پابندی کر کے اللہ کے پسندیدہ بندوں میں شمار ہو سکیں گے۔

Marfat.com

Marfat.com

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ

کہا تیری عزت کی قسم میں ان سب کو بہکا دوں گا

کس سے پناہ میں آنا ہے؟

شیطان اور اس کے عزائم سے متعلق قرآن حکیم کی آیات و تفسیر

# شیطان

Marfat.com

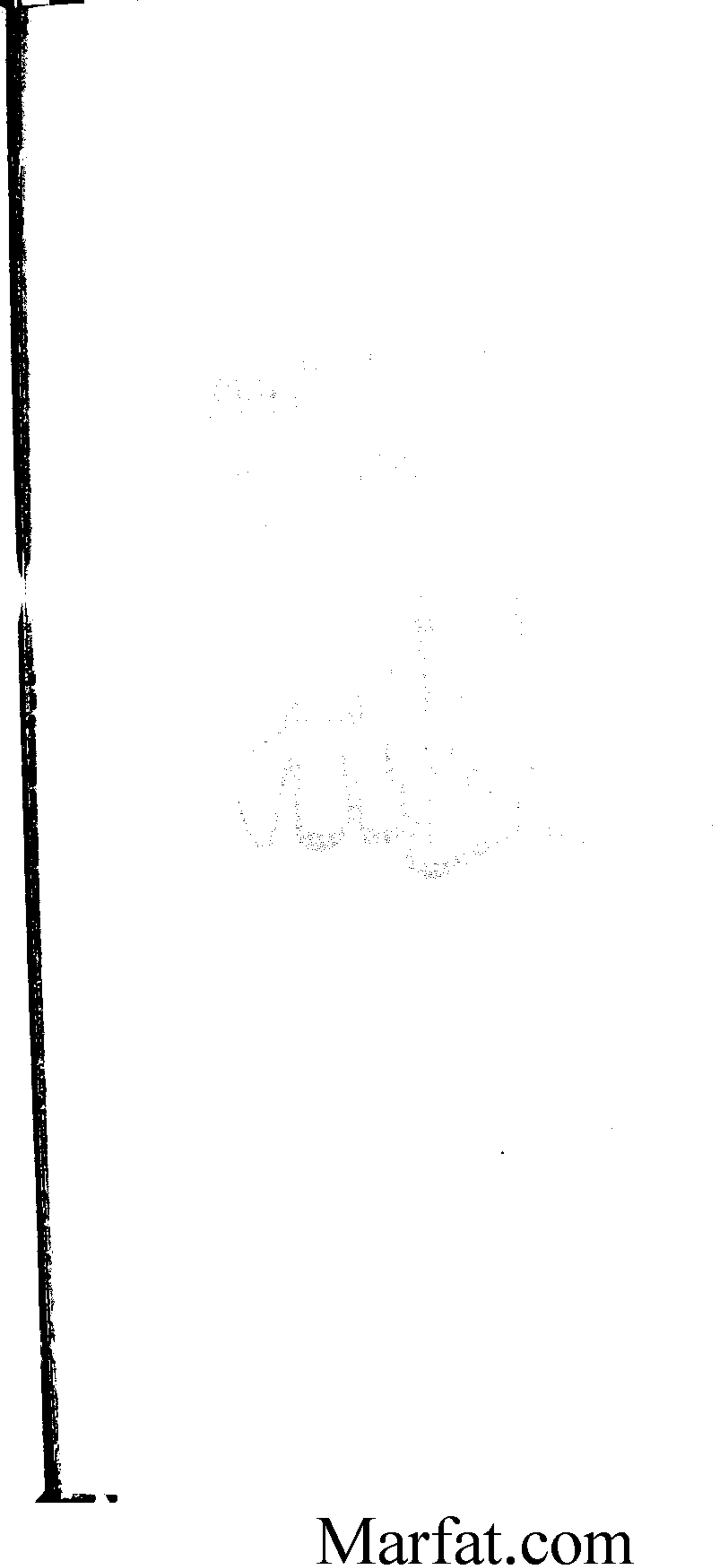

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# کس سے پناہ میں آنا ہے

اب ہم اِس بات پر غور کریں گے کہ قرآن حکیم کی روشنی میں ابلیس یا شیطان کون ہے' کیا ہے اور اسے اتنی قوت و اختیار کیسے ملا کہ انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود اس کے بہکاے پھسلائے میں آجاتا ہے۔ عربی زبان میں ہر سرکش شیطان ہے چاہے وہ جن ہو یا انسان ہو ہر شے کو جو سرکش ہو' شیطان کے نام سے اس لئے موسوم کیا گیا ہے کہ اس کے اخلاق و افعال اپنے تمام ہم جنسوں سے الگ ہوتے ہیں اور خیر سے وہ دور ہوتا ہے اس معنی کے اعتبار سے وہ شیطان ہے۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ زیادہ تر شیاطین جن کے لئے آیا ہے' لیکن بعض مقامات پر شیطان صفت انسانوں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ البقرہ کی آیت نمبر ۱۴ میں آیا ہے۔ اس مقام پر شیاطین کا لفظ قریش کے ان بڑے بڑے سرداروں کے لئے استعمال ہوا ہے جو ابتدائے اسلام میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں آگے آگے تھے۔ ابلیس کے لفظی معنی وہ جو مایوس ہوا (رحمتِ الٰہی سے) قرآن میں اصطلاحاً اس



Marfat.com

جن کا نام ہے جس نے اللہ کے حکم سے سرتابی کی اور اللہ سے قیامت تک کے لئے مہلت مانگ لی اور یہ اجازت بھی کہ اسے نسل انسانی کو بہکانے اور گمراہیوں کی طرف راغب کرنے کا موقع دیا جائے۔ درحقیقت شیطان اور ابلیس کسی مجرد قوت کا نام نہیں۔ بلکہ وہ انسان کی طرح اللہ کی مخلوق اور صاحبِ تشخص ہستی ہے۔اور یہ غلط فہمی بھی نہیں ہونا چاہیے کہ شیطان فرشتوں میں سے تھا۔قرآن نے خود کئی جگہ اس کی تصریح کردی ہے کہ وہ جنوں میں سے تھا' جو فرشتوں سے بالکل الگ مخلوق ہے۔بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ابلیس سجدے سے انکار کرنے میں اکیلا نہیں تھا بلکہ جنوں کی ایک پوری جماعت نافرمانی پر آمادہ ہوگئی تھی۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ۔اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔اس نے انکار کیا اور تکبرّ کیا اور وہ کافروں میں ہوگیا (البقرہ آیت نمبر ۳۴)

تفسیر۔جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو اس خطاب میں ابلیس بھی شامل تھا' لیکن وہ فرشتوں میں سے نہیں تھا بلکہ ان ہی کے ساتھ رہتا تھا۔اس لئے وہ بھی اس خطاب میں شامل تھا۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نافرمانی سے پہلے وہ فرشتوں میں شامل تھا اور اس کا نام عزازیل تھا۔زمین پر رہتا تھا اپنے اجتہاد و علم کی وجہ سے اسکا بڑا مرتبہ تھا۔زمین پر پہلے جن رہتے تھے۔زمین پر انھوں نے فساد اور خون ریزی شروع کردی تو اللہ تعالیٰ نے عزازیل (ابلیس) کو فرشتوں کا لشکر دے کر بھیجا۔ابلیس نے زمین پر شر و فساد و خون ریزی کرنے والے جنوں سے لڑ بھڑ کر ان کو مارتے ہوئے انھیں سمندر کے جزیروں اور پہاڑوں کے دامن میں پہنچا دیا۔اس سے ابلیس کے دل میں یہ تکبرّ سمایا کہ میں نے وہ کام کیا جو کسی اور سے نہیں ہوسکا۔اس کے دل کی اس بدی اور پوشیدہ تکبّر کا علم صرف ذات باری تعالیٰ کو ہی تھا۔ جب اللہ نے فرشتوں سے یہ کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے



Marfat.com

والا ہوں تو انھوں نے سوال کیا کہ ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین پر فساد کرے اور خون بہائے اور اگلی قوموں کی طرح خون ریزی کرے۔ (جیسے کہ اس سے پہلے زمین پر رہنے والی قوم اجنہ نے کیا تھا) تو اللہ نے انہیں جواب دیا ''جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔'' یعنی ابلیس کے دل میں جو تکبر وغرور ہے اس کا مجھے علم ہے تمہیں خبر نہیں۔ دراصل شیطان یا ابلیس بھی اللہ ہی کی مخلوق ہے جسے اُس نے ہی پیدا کیا ہے جو اُس کی حکمت وقوت اور دانائی کا مظہر ہے۔ اللہ کی کسی بھی مخلوق میں یہ قوت نہیں کہ وہ اپنے اختیار وارادہ سے اللہ سے بغاوت کر سکے۔ یہ اللہ ہی کی حکمت ودانائی پر منحصر ہے کہ وہ کس سے کیا کام لینا چاہتا ہے جب ربِ کائنات نے انسان کو تخلیق کرنے کا ارادہ فرمایا تو اُسکے اعمال کی کسوٹی کے لئے شیطان کو معمور کیا شاید اس لئے ہی شیطان کو انسان سے پہلے تخلیق فرمایا۔ اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ جہاں اپنے بندوں کا امتحان لے رہا ہے وہیں وہ شیطان کا امتحان بھی لے رہا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت کی بشارت دی ہے اُسی طرح اپنے نافرمان اور شیطان کے بہکائے ہوئے بندوں کو دوزخ کی وعید بھی دی ہے۔ شیطان اور انسان میں یہ فرق ہے انسان کو اچھے اور برے کی تمیز کرنے کی صلاحیت حق کو پہنچاننے کا ادراک وفہم عطا فرمائی جبکہ شیطان محض بدی کا مظہر ہے۔ اس کا کام تو بس یہی ہے کہ انسانوں کو راہ حق سے بھٹکاتا رہے۔ ہاں یہ اختیار انسان کو ضرور دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ارادے سے اپنے اختیار سے حق کی یا نافرمانی کی جو راہ چاہیے منتخب کر لے اور یہ بھی انسان کو ہی شرف حاصل ہے کہ وہ بد راہ سے اپنے آپ کو بچا کر ہٹا کر حق کی راہ پر اللہ کا طابع فرمان بن جائے ایسی توفیق وارادہ انسان کے سوا اللہ نے کسی دوسری مخلوق کو عطا نہیں فرمائی۔ جب حضرت آدمؑ کی مٹی اٹھائی گئی اور اس کا خمیر تیار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ یہ بھی انسان کا خصوصی اعزاز ہے۔ جنت میں آدمؑ کو ہر طرح کی آزادی حاصل تھی، لیکن شیطان آدمؑ کی گھات میں لگا ہوا تھا۔



Marfat.com

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا
وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا
فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى
الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ
اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

ترجمہ۔ اور ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں کہیں سے چاہو بافراغت کھاؤ پیو لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے۔ لیکن شیطان نے ان کو بہکا کر وہاں سے نکلوا ہی دیا۔ اور ہم نے کہہ دیا کہ اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اور ایک وقت مقرر تک تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔ (حضرت) آدمؑ نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (البقر۔ ۳۵ تا ۳۷)

تفسیر۔ سب سے پہلے تو ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جنت میں ٹھہرا کر ایک اور فضیلت عطاء فرمائی دوسری بات یہ کہ وہ درخت کس چیز کا تھا اس کی بابت قرآن وحدیث میں کوئی صراحت نہیں کی گی کیونکہ ہمارے لئے یہ جاننا ضروری نہیں تھا۔ بس اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا۔ اس کا مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے جائے تقرر پر خلیفہ بنا کر بھیجنے سے پہلے ان دونوں کو جنت میں رکھا تھا۔ ان کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو چن لیا اور حکم دیا کہ اس کے قریب بھی نہ جانا اور ساتھ میں نافرمانی کرنے کا انجام بھی بتا دیا کہ اگر ایسا کرو گے تو ہماری نگاہ میں ظالم ٹھہرو گے۔ یہاں منع کرنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ درخت کی خاصیت میں کوئی خرابی یا خوبی تھی۔ یا اس سے حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا کو کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ مقصد صرف آزمائش کرنا تھا کہ شیطان کی ترغیبات کے مقابلے میں کس حد تک اللہ کے حکم کی



Marfat.com

پیروی کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے کسی چیز کو منتخب کر لینا کافی تھا۔ اس لئے اللہ نے درخت کا نام اور اس کی خاصیت کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ انسان کا امتحان لینے کے لئے جنت کا مقام ہی سب سے موزوں مقام تھا۔ جنت کو امتحان گاہ بنانے کا مقصد یہ حقیقت انسان کو باور کرانا تھی کہ اس کے مرتبۂ انسانیت کے لئے جنت ہی سب سے مناسب مقام ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی جتانا ضروری ہے کہ اگر ہم شیطان کے بہکائے میں آ کر اپنے رب' اپنے خالق کی نافرمانی کریں گے' اس کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹیں گے تو اسی طرح انعاماتِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے اور اگر ہم اللہ کی فرمانبرداری اور اطاعت کریں اور شیطان کی چالوں کا کامیابی سے مقابلہ کریں تو جنت ہمیشہ کے لئے ہماری قیام گاہ بن جائے گی۔

ظالم کے معنی ظلم کرنے والے کے ہیں اور ظلم حق تلفی کو بھی کہتے ہیں اسلئے وہ ظالم ہوگا جو کسی کا حق تلف کرے۔ جو انسان اللہ تبارک تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے دراصل وہ اپنے ساتھ ظلم کرتا ہے وہ تین بنیادی حقوق تلف کرتا ہے

☆ اللہ تبارک تعالیٰ کا وہ حق جس کا کہ وہ مستحق ہے یہ ہے کہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔

☆ ان تمام چیزوں کے حقوق جن کو اس نے نافرمانی کے ارتکاب میں استعمال کیا یعنی انسان کے اپنے اعضائے جسمانی' اس کے ہم معاشرہ انسان اور وہ فرشتے جو اس کے ارادے کی تکمیل کا انتظام کرتے ہیں' اور وہ اشیاء جو اس کام میں استعمال ہوتی ہیں' ان سب کا اس انسان پر یہ حق تھا کہ وہ صرف ان کے مالک ہی کی مرضی کے مطابق ان پر اپنے اختیارات استعمال کرے یعنی جب انسان اللہ کی مرضی ومنشاء کے خلاف اپنے اختیارات استعمال کرتا ہے تو ان سب پر وہ ظلم کر رہا ہوتا ہے۔

☆ انسان کا اپنی ذات پر یہ حق ہے کہ اُسے تباہی سے بچائے مگر انسان اللہ کی نافرمانی کر کے خود کو اپنے رب کی سزا کا مستحق ٹھہرا لیتا ہے تو اس طرح درحقیقت وہ اپنی ذات پر ظلم



Marfat.com

کرتا ہے اس لئے ہی قرآن حکیم میں جگہ جگہ گناہ کے لئے ظلم اور گناہ گار کے لئے ظالم کی اصطلاح استعمال کی گی ہے۔

شیطان نے جب جنت میں داخل ہو کر حضرت آدمؑ کو بہکایا' کس طرح بہکایا اس کی صراحت نہیں ہے۔ یہاں یہ واضح ہے کہ اس نے جس طرح آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ اسی طرح اس موقعے پر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تاویل کر کے حضرت آدمؑ کو بہلانے پھسلانے میں کامیاب ہو گیا (اس کی تفصیل سورۃ اعراف کی آیات میں آگے آئے گی) یہاں یہ بات طے پائے گی کہ انسان کا دشمن شیطان اور شیطان کا دشمن انسان۔ اگر انسان اپنے نفس پر قابو رکھے اور اللہ کی بتائی ہوئی راہ پر چلے تو یہ انسان کی شیطان کے ساتھ کھلی دشمنی ہو گی کہ وہ اپنے آپ سے اپنے دشمن کو دور رکھے۔ لیکن شیطان کا انسان کا دشمن ہونا تو کھلی بات ہے۔ شیطان انسان کو خواہشاتِ نفس کی جو ترغیبات دیتا ہے اور اسے لطف و لذت کی جو دنیا دکھاتا ہے جس سے انسان دھوکا کھا کر اُس کو اپنا دوست سمجھنے لگتا ہے دراصل یہی شیطان کی کامیابی ہے کہ اُس نے اللہ کے بندے کو راہِ حق سے بھٹکا دیا اور اپنی راہ پر لگا لیا۔

توبہ کے معنی۔ رجوع کرنے اور پلٹنے کے ہیں۔ بندے کی طرف سے توبہ کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ اپنی سرکشی اور نافرمانی سے باز آ گیا ہے اور اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف پلٹ آیا ہے۔ اور اللہ کی طرف سے توبہ قبول کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے شرم سار بندے کی طرف اُس کی ندامت اور شرمساری کو دیکھ کر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہو گیا ہے اور اپنے بندے پر پھر سے اپنی نظرِ عنایت فرما دی ہے۔ ہمارے ہاں جو توبہ کا جو عام تصور ہے کہ غلطی اور گناہ کے بعد منہ سے توبہ کر لی' استغفار کے کلمات ادا کر لئے اور پھر اُسی گناہ کو اپنانے اور دہرانے لگے' اپنے غلط طرزِ حیات کو عملی طور پر بدل دینے کا نام توبہ ہے۔

حضرت آدمؑ کو جب اپنے قصور کا احساس ہوا تو بہت شرمندہ ہوئے۔ پشیمانی میں ڈوبے وہ توبہ و استغفار میں مصروف ہو گئے۔ ان کے دل میں یہ خواہش بڑی شدت سے پیدا



Marfat.com

ہوئی کہ اپنے رب سے اپنی خطاء معاف کرالیں تو انھیں معافی کے وہ الفاظ نہیں مل رہے تھے جن سے وہ اپنی خطاء معاف کرانے کی دعا کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ شرمندگی اور پشیمانی پسند فرمالی اور ان پر رحم فرما کر ان کی رہنمائی و دست گیری فرماتے ہوئے انھیں کلماتِ معافی سکھادئے جو سورۃ الاعراف میں بیان کئے گے ہیں۔

تخلیق آدمؑ میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ علم ہی وہ جوہر ہے جس کی وجہ سے آدمؑ کو مسجودِ ملائکہ قرار دیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں عقل، فہم و فراست، بصیرت علم و دانش کو ہی انسان کی وجہ عزت و تکریم قرار دیا ہے۔ قرآنِ حکیم کے مخاطب ہی دراصل صاحبانِ عقل، دانش و بینش ہیں اور قرآن کے نزدیک یہی لوگ انسانیت کے بلند ترین مدارج کے اہل ہیں۔ اس کے برعکس فکر و فہم عقل و دانش سے کام نہ لینے والے بدترین مخلوق ہوتے ہیں جیسا کہ سورۃ انفال میں کہا گیا ہے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ۔ یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ (الانفال۔۲۲)

تفسیر۔ جو لوگ نہ حق سنتے ہیں نہ حق بولتے ہیں جن کے کان اور منہ حق بولنے کے لئے گونگے بہرے ہوگئے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں ایسی بے شمار آیات موجود ہیں جن میں عقل و بصیرت کو وجہِ شرفِ انسانیت قرار دیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا گیا ہے جب علم و عقل، انسانی جذبات کے زیر اثر کام کریں تو اس کا انجام تباہی و بربادی ہی ہوتا ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ اس لئے ضروری ہے انسان اپنی عقل و فہم کو اللہ کے بتائے ہوئے راستوں پر اس کے بنائے ہوئے قوانین اور ضابطوں کی پابندی کے ساتھ استعمال کرے۔ ابلیس کی طرف سے آدمؑ کی مانند کسی تاسف، شرمندگی، پشیمانی، ندامت کی جگہ سرکشی اور تکبّر کا اظہار ہوا۔ یہ غرورِ علمی تھا اور اپنی عقل و دانش پر وہ اعتماد جس میں اللہ کی نافرمانی شامل تھی۔ اِس میں



Marfat.com

ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ ہماری فکر فرمانِ الٰہی اور منشائے رب کے تابع ہو۔

شیطان نے اپنی اصلاح' ندامت اور توبہ کی جگہ انسان کو بہکانے کے مشن کو جاری رکھنے کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے اِس کے لئے مہلت طلب کی۔

قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ۔ کہنے لگا کہ اے میرے رب مجھے اُس دن تک کی مہلت دے جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ (الحجر۔ ۳۶)

اور جب اُس کی یہ درخواست اللہ تعالیٰ نے منظور فرمالی تو اُس وقت بھی اس کی جانب سے کسی شرمندگی' پشیمانی کی جگہ مزید تکبر اور غرور کا اظہار ہوا اور کہنے لگا۔

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾

ترجمہ۔ بولا اے میرے رب جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ اِس طرح زمین میں اُن کے لئے دل فریبیاں پیدا کر کے اُن سب کو بہکاؤں گا۔ الحجر۔ ۳۹

تفسیر۔ شیطان کہنے لگا کہ جس طرح تو نے اس حقیر اور کم تر مخلوق کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر مجھے مجبور کر دیا کہ میں تیرا حکم نہ مانوں۔ اسی طرح اب میں ان انسانوں کے لئے دنیا کو ایسا دل فریب دیدہ زیب بنا کر انھیں بہکاؤں گا اور تیری نافرمانی کراؤں گا۔ زمین کی عارضی زندگی کے عارضی فوائد اور منافع کو انسان کے لئے ایسا خوشنما بنا دوں گا کہ وہ اپنی خلافت اور اس کی ذمہ داریوں اور آخرت کی باز پرس کو بھول جائے گا اور تجھے یاد رکھنے کے باوجود تیرے احکام کی خلاف ورزیاں ایسے ہی کرے گا جیسا کہ میں نے کی ہے۔ دراصل شیطان قیامت تک ملنے والی مہلت کے ساتھ ساتھ اپنے مکر و فریب کے ذریعے لوگوں کو بہکانے پھسلانے کی اجازت بھی طلب کر رہا تھا۔ جس کی منظوری اس آیت سے اگلی آیات میں رب کائنات نے اس کو دے دی اور اس کی توثیق اس طرح فرمائی ''تیری یہ شرط میں نے



Marfat.com

قبول کی۔'' ساتھ میں اس کی وضاحت بھی فرمادی تجھے صرف فریب دینے کا اختیار دیا جارہا ہے اقتدار کا نہیں کہ تو ان کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی انھیں اپنی راہ پر کھینچ لے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی واضح فرمادی کہ جو خود بہکا ہوا ہوگا وہی تیری پیروی کرے گا۔ اور جو بندے میرے بتائے ہوئے راستوں پر چلیں گے اور اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے۔ انھیں تو بہکا نہیں سکے گا۔ انھیں میں خالص (اپنے لئے) کرلوں گا۔ جب اسے یہ مہلت اور اجازت مل گئی تو بھی وہ چین سے نہ رہا اور اللہ سے یوں مخاطب ہوا۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾

ترجمہ۔ کہنے لگا پھر تو تیری عزت کی قسم میں ان سب کو یقیناً بہکا دوں گا۔ (صٓ۔۸۲)

تفسیر۔ یہاں خاص بات جو سمجھنے والی ہے وہ یہ کہ شیطان کا مردود ہونے کے باوجود' ربِ ارض وسموات کی قسم کھانا ہے۔ وہ ربِ عزت کی شان وشوکت' جبروت وجلال اور اس کے تسلط وغلبہ کی قسم کھا رہا ہے۔ اس طرح وہ اپنے تمام تر تکبر اور غرور کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور قوت کا اقرار بھی کررہا ہے۔ لیکن یہ بات بھی ساتھ ساتھ بڑی اہم ہے کہ آدمؑ نے تو اپنی نافرمانی پر پشیمانی اور ندامت کا اظہار کیا جبکہ شیطان نے اپنی نافرمانی پر پشیمانی یا ندامت کے بجائے اللہ کے بندوں کو بہکانے پھسلانے کے لئے مہلت مانگ لی اور انسان کو ورغلانے کی اجازت بھی مانگ لی۔ اور اللہ کو ہی اپنی گمراہی کا ذمہ دار ٹھہرایا کہ تو نے ہی مجھے گمراہ کیا ہے۔ میں اپنی لغزش کا ذمہ دار نہیں۔ میں تو مجبور ہوں' سب کچھ تو ہی کرتا ہے۔ اس کے جواب میں ربِ ذوالجلال کی طرف سے کہا گیا یہ تیری ذہنیت کا نتیجہ ہے تو کبھی اپنی اصلاح نہیں کرسکے گا۔ یہ بات بھی طے ہے کہ جو شخص اپنی غلطی کا خود احساس نہ کرسکے وہ اپنے آپ کو کس طرح اس غلطی کے لئے ذمہ دار ٹھہرائے گا اور اپنی اصلاح کیسے کرسکے گا۔ جب غلطی کرنے والے کو غلطی کا احساس ہی نہیں ہوگا تو وہ اپنی اصلاح بھی نہیں کرے گا۔

اگر ہم غور کریں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ تقدیر کے پیچیدہ مسئلے (بظاہر) کو



Marfat.com

کس خوبصورتی سے حل کر دیا گیا ہے۔ دوسری طرف ارتکابِ جرم کے بعد اصلاح کے امکان کی صورت بھی واضح کر دی۔ اصلاح کا امکان اس کے لئے ہے جو اپنی ذمہ داری قبول کرے اور پھر اپنی اصلاح کے لئے صحیح اور سیدھے راستے پر چل پڑے۔ جو اپنی ذمہ داری قبول ہی نہ کرے اور اپنی ضد پر اڑا رہے وہ اپنی اصلاح کس طرح کر سکتا ہے۔ اگر ہم غور کریں اور اپنے چاروں طرف بغور دیکھیں تو اس دنیا میں ہر قسم کی تباہیاں' بربادیاں صرف اس لئے آتی ہیں کہ ظالموں اور خطا کاروں کو اپنی غلطیوں کا احساس نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی جاتا ہے تو اس کا اعتراف نہیں کرتے۔ یہ ضد اور سرکشی ہی دراصل ابلیسی وتیرہ اور خو ہے جو ہر شعبۂ زندگی میں ہمیں رسوا ذلیل ہی نہیں کرتی بلکہ ہلاکت میں ڈالتی ہے اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی اس پر پشیمانی ندامت کا اظہار کرنا اور اپنے رب سے رجوع کرنا ہی انسانیت ہے۔ آج کے معاشرے میں تمام تر تخریب' جنگ و جدل' اختلافات' فرقہ بندی' گروہ بندی' باہمی ضد اور سرکشی تمام کے تمام شیطانی اعمال ہیں اور شیطان کے بہکائے میں آ کر انسان صراط المستقیم سے بھٹک جاتا ہے' ورنہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کی کتاب قرآن حکیم کے ذریعے ہمیں کامل علم عطاء فرما دیا ہے قدم قدم پر رہنمائی اور ہدایت اللہ کی اس عظیم کتاب سے حاصل کر سکتے ہیں لیکن شیطان کے چنگل میں پھنس کر بڑے بڑے مقدس نقاب اوڑھ کر خدمتِ دین کے نام پر شیطان کے آلہ کار خود تو ڈوبتے ہی ہیں اوروں کو بھی لے کر ڈوبنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ملتِ اسلامیہ ایک ایسی وحدر ہے' جس کا خدا ایک' رسول ایک' جس کا ضابطۂ حیات یعنی قرآن ایک' قبلہ ایک' پھر ہم میں یہ انتشار کیوں یہ سب باہمی ضد اور تعصب کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں کہا گیا ہے۔ علم (قرآن) آجانے کے بعد اختلافات محض ضد کی بنا پر ہوتے ہیں اور قرآن حکیم کے اللہ کی کتاب ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ اس کتاب کو اللہ کی کتاب ماننے والے اس کے باوجود اس قدر اختلافات میں الجھے ہوئے ہیں۔ اور ان اختلافات کو



Marfat.com

برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کو جہاد فی سبیل اللہ اور خدمتِ دین قرار دیتے ہیں حالانکہ قرآن حکیم ایسے لوگوں کو واضح الفاظ میں متنبہ کر رہا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾

ترجمہ۔ بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ در گروہ بن گئے یقیناً ان سے تمہارا کچھ واسطہ تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ پھر وہی ان کو بتائے گا کہ انھوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ (الانعام۔۱۵۹)

تفسیر۔ اس سے بعض لوگ یہود و نصاریٰ مراد لیتے ہیں جو مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے بعض مشرکین مراد لیتے ہیں۔ لیکن اس میں وہ سب داخل ہیں جو اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر دوسرے دین یا طریقے کو اختیار کر کے تفریق و تخریب کا راستہ اپنا لیتے ہیں۔ شِیَعًا کے معنی فرقے اور گروہ کے ہیں۔ یہ بات ہر اس قوم پر صادق آتی ہے جو دین کے معاملے میں یکجا تھی لیکن پھر مختلف افراد نے شیطان کے بہکائے میں آ کر اپنا راستہ الگ کر لیا ہو (فتح القدیر۔) دراصل اس آیت شریف کے مخاطب نبی اکرم ﷺ تمام امتی ہیں۔ اللہ کے دین کی اصل روح ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور رب مانا جائے۔ اللہ کی ذات و صفات' اختیارات اور حقوق میں کسی کو شریک نہ کیا جائے' اور اللہ کے سامنے اپنے آپ کو جواب دہ سمجھا جائے' آخرت پر ایمان لایا جائے۔ یہی تعلیم اللہ نے اپنے تمام رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ دی ہے لیکن انسان نے شیطان کے بہکانے اور پھسلانے میں آ کر اپنی خواہشات کے تحت یا حد سے بڑھی ہوئی کے ہاتھوں مجبور ہو کر دین کو بدلا اور اس میں نئی نئی باتیں شامل کرنا شروع کر دیں۔ اصل دین اور اس کے عقائد میں اپنے اوہام و قیاسات اور فلسفوں سے کمی بیشی اور ترمیم و تحریف کی جائے۔ یہی بدعت ہے جس سے دین میں نئی باتوں کا اضافہ کیا جائے۔ ہر بدعت ضلالت ہے اور جہنم کی



Marfat.com

طرف لے جاتی ہے۔ لوگوں نے دین کی جزئیات میں نئی نئی موشگافیاں کیں' فروعی اختلافات میں مبالغہ کیا' اہم کو غیر اہم اور غیر اہم کو اہم بنا دیا۔ اس دین کو لانے والے انبیاء اور ان کے علمبردار بزرگوں میں سے کسی کی عقیدت میں مبالغہ کیا اور کسی کو بغض اور مخالفت کا نشانہ بنایا۔ اس طرح بے شمار فرقے بنتے چلے گئے اور ہر فرقے کی پیدائش لوگوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرتی چلی گئی اس اختلاف اور فرقہ سازی کا سبب یہ ہے کہ انسان شیطان کے پھسلانے میں آ کر اس کا آلہ کار بن جاتا ہے حالانکہ کتاب اللہ بار بار سیدھے راستے پر چلنے کا طریقہ بتا اور سمجھا رہی ہے' لیکن شیطان اپنے انداز میں مختلف رنگ اور پردوں میں اپنا کام کرتا رہتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابلیس کی اس یورش سے کس طرح حفاظت کی جائے اور اس سے کس طرح چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کے ابلیس کے معنی انتہائی مایوس کے ہیں۔ اور مایوسی ناامیدی کا مقابلہ کرنا ہی ابلیسیت کا مقابلہ کرنا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ زندگی نام ہی امید و آرزو کا ہے اور زندگی یہ ہے کہ انسان کے سامنے ایک درخشاں نصب العین ہو اور اس کے حصول کی تڑپ اس کی رگ و پے میں دوڑ رہی ہو اور کائنات کی تمام رنگینیاں اور آرزوئیں اللہ کے بتائے ہوئے طریقے میں پوشیدہ ہیں اور زندگی میں جہاں ناامیدی اور مایوسی در آئے گی وہیں ابلیس کو اپنا وار کرنے کا موقع مل جائے گا۔ انسان میں پست حوصلگی پیدا ہو جائے گی۔ اس کے ولولے سرد پڑ جائیں گے' اس پر خوف و حزن طاری ہو جائے گا اور وہ کش مکش حیات میں جی چھوڑ بیٹھے گا۔ ایسے میں انسان یا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گوشہ نشین ہو جائے گا یا انتہائی مایوسی اور ناامیدی کے عالم میں تخریب کاری پر اتر آئے گا اور اپنے مقصد حیات کو خود اپنے ہاتھوں سے برباد کر دے گا یہی وقت ہوتا ہے جب ابلیس انسان کو اپنے چنگل میں پھنسا لیتا ہے۔ ایسے ہی موقع کے لئے قرآن حکیم راستہ دکھاتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾

معاذ اللہ ۷۶

Marfat.com

ترجمہ۔ دل شکستہ نہ ہو' غم نہ کرو' تم ہی غالب رہو گے اگر تم صاحبِ ایمان ہو۔
(العمران۔۱۳۹)

تفسیر۔ دیکھو ہمت نہ ہارو' نہ غمگین ہو' تم ہی سب سے برتر و اعلیٰ ہو اگر تم مومن ہو۔ ایمان کے معنی ہیں اپنے نصب العین کی صداقت پر یقینِ کامل کے' اور مومن اسے کہتے ہیں جس کے یقین میں دنیا کی بڑی سے بڑی مشکل اور آفت ذرا سی بھی لغزش پیدا نہ کر سکے۔ ایمان کی روشنی ہی وہ شمعِ تابندہ ہے جس کا وعدہ آدمؑ سے کیا گیا تھا جب ان سے کہا گیا تھا کہ دنیا میں جاؤ اور اپنی پوری قوت سے شیطان کے حربوں کا مقابلہ کرو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ تم تنہا نہیں ہو۔ دلیل کے طور پر ہم نبی اکرم ﷺ کا واقعہ غارِ ثور یاد کر لیں تو بات آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی۔ جب کفارِ مکہ نے چاروں طرف سے یلغار کر رکھی تھی۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے یثرب کی طرف ہجرت کی۔ مکہ معظمہ سے نکلتے ہی مشرکین نے تعاقب شروع کر دیا۔ آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ غارِ ثور میں پناہ لی اور دشمن اپنی پوری قوت اور سامانِ ہلاکت کے ساتھ قریب سے قریب تر ہوتے چلے جا رہے تھے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز لحہ لحہ قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔ بظاہر نہ تو حفاظت کا اور نہ ہی مقابلے کا کوئی ذریعہ و سامان تھا اور کفار کا لشکر پر آن پہنچا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے صدیق اکبرؓ کے چہرے پر تردد و پریشانی کو محسوس کر لیا تو فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

ترجمہ۔ غم نہ کر' اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (التوبہ۔۳۹)

تفسیر۔ یہ ہے وہ مقامِ عبدیت جہاں انسان شیطان سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ انسان جس کا منصب حیات ہی یہ ہے کہ زندگی کے ہر ہر شعبے میں' زندگی کے ہر معرکے میں شیطان کی ہر قوت کو شکستِ فاش دے اور اس طرح شکست دے کہ اس کی ہڈیاں چٹخنے لگیں۔ اللہ نے انسان کو بڑی قوت کا مالک بنایا ہے اور ایسی قوت صرف قوتِ ایمانی اور اعمال صالحہ سے



Marfat.com

حاصل ہوتی ہے۔ عملِ صالح ہی وہ قوت ہے جس سے شیطان کو نہ صرف زیر کیا جا سکتا ہے بلکہ اسے بھاگنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ پہاڑوں کے غاروں میں منہ چھپاتا پھرے۔ مگر آج مسلمان جس خرابی اور خستگی کا شکار ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آج شیطانی نظام اپنی پوری قوت سے دنیا پر چھاتا جا رہا ہے' جبکہ قرآن حکیم کہتا ہے جب ابلیس کا مقابلہ ہو تو فوراً تم اپنے آپ کو رب کی تائید و نصرتِ خداوندی کی پناہ میں لے آیا کرو جو اس کے قوانین کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے جو آج ہم صرف اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کے الفاظ ادا کر کے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ شیطان کون کون سے رنگ میں کیسے کیسے بھیس بدل بدل کر سامنے آتا ہے۔ ایک طرف تو شیطان انسان کو صحیح راہ سے بہکانے' بھٹکانے کے لئے اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے تو دوسری طرف دلوں میں پرفریب دلکش' سراب کی مانند خوبصورت آرزوئیں پیدا کر کے انسان کو غلط راستے کی جانب راغب کرتا ہے۔ یہی دعویٰ اس نے جنت سے نکالے جانے کے وقت کیا تھا کہ میں انھیں گمراہ کروں گا' ان کے دل میں جھوٹی آرزوئیں پیدا کرتا رہوں گا۔ وہ انسان کے دل میں خوبصورت جھوٹی آرزوئیں پیدا کرتا ہے اور انھیں نہایت خوبصورت بنا بنا کر پیش کرتا رہتا ہے۔ انسان کو اس کے برے اعمال خوبصورت بنا کر دکھانا ہی اس کا سب سے بڑا فریب ہے۔ اگر اسے ایسے میں کوئی مشورہ دے کر سیدھا راستہ دکھانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے غلط کاموں کو درست ثابت کرنے کے لئے دلائل دینا شروع کر دیتا ہے۔

شیطان انسان کے اندر کی خواہشات کی پیاس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے سنہرے خواب دکھاتا ہے۔ انسان کے اندر چھپی ہوئی حیاتِ جاوداں حاصل کرنے کی خواہش کو ہوا دے کر ابدیت کی امید دلاتا ہے۔ پھر انسان کو وہ راستے دکھاتا ہے جن سے وہ بلندی کے بجائے پستی میں جا گرتا ہے۔ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ شیطان نے پہلے حضرت حواؑ کو اپنے



Marfat.com

چنگل میں لیا اور انھیں بہکایا پھر انھیں اپنے آلہ کار کے طور پر حضرت آدمؑ کو پھسلانے کے لئے استعمال کیا۔ لیکن قرآن اس کی تردید کرتا ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق شیطان نے دونوں کو دھوکا دیا اور دونوں اس سے دھوکا کھا گئے۔ بظاہر یہ بہت چھوٹی سی بات ہے' لیکن حضرت حوّا کے متعلق اس مشہور روایت نے دنیا میں عورت کے اخلاق' قانونی اور معاشرتی مرتبے کو کس طرح گرایا اور متاثر کیا ہے۔ اِس پر غور کرنے والے ہی قرآن کے اس بیان کی حقیقی قدر و قیمت سمجھ سکتے ہیں' شیطان نے اپنی پہلی چال جو انسان کو اللہ کی راہ سے گمراہ کرنے کے لئے کی وہ انسان کے جذبہ شرم وحیاء کو ختم کرنے کی تھی اور انسان کو برہنگی کے راستے سے فواحش میں مبتلا کرنے کی تھی۔ شیطان نے انسان کو جنسی گمراہی میں مبتلا کرنے کی تدبیر کی۔ انسان کے اندر شرم وحیاء کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے اور اس کا اولین مظہر وہ شرم ہے جو اُسے اپنے جسم کے مخصوص حصوں کو دوسروں کے سامنے کھولنے سے روکتی ہے۔

قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ شرم وحیاء انسان کے اندر تہذیب کے ارتقاء کے باعث مصنوعی طور پر نہیں پیدا ہوئی' اور نہ یہ انسان کی کسی کوشش کا نتیجہ ہے جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے' بلکہ حقیقت میں یہ ایک فطری اور قدرتی چیز ہے جو روزِ اول سے انسان کے اندر موجود تھی ۔ شیطان نے انسان کے اندر جو کمزور ترین پہلو تلاش کیا وہ اس کا جنسی پہلو ہے اور شیطان نے اپنے شکار کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اُس جذبۂ شرم وحیا پر ضرب لگائی جو اللہ نے انسان کی فطرت میں رکھی تھی۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ بے لباسی کو کس طرح جدید تمدن اور معاشرت میں بنیادی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

درحقیقت شیطان تو قدم قدم پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ انسان اس فضیلت کا مستحق نہیں ہے جو اس کے مقابلے میں اللہ نے انسان کو دی ہے لیکن پہلے ہی معرکہ میں اس نے شکست کھالی۔ اس میں شک نہیں کہ اس پہلے معرکہ میں انسان اپنے رب کے حکم کی فرمانبرداری کرنے میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکا۔ اور اس کی کمزوری ظاہر ہوگئی کہ وہ



Marfat.com

اپنے حریف کے فریب میں آ کر اطاعت کی راہ سے ہٹ گیا لیکن وہیں یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ انسان اپنے اخلاقی مرتبے میں افضل مخلوق ہے کیونکہ انسان نے اپنی خطاء پر پشیمانی اور ندامت کا اظہار کیا جبکہ شیطان نے غرور و تکبّر کا اظہار کیا۔

اس طرح شیطان کی اور انسان کی راہیں متعین ہوگئیں۔ دونوں راہیں الگ الگ اور کھل کر سامنے آ گئیں۔ یعنی شیطانی راہ تو یہ ہے کہ انسان اللہ کی بندگی سے منہ موڑے اپنے رب سے سرکشی کرے اور متنبہ کئے جانے کے باوجود اپنے باغیانہ طرزِ عمل پر جما رہے اور دوسرے لوگوں کو بھی اللہ کی سیدھی سچی راہ سے بھٹکائے۔ اس کے خلاف انسان کی راہ یہ ہے کہ وہ شیطانی وسوسوں اور اس کے ارادوں کی مزاحمت کرے اور اپنے اس کھلے دشمن کی چالوں کو خوب سمجھے اور ان سے بچنے کی ہر وقت پوری پوری کوشش کرے، لیکن اگر کبھی غلطی سے اس کے قدم اپنے رب کی بندگی اور اطاعت کی راہ سے بھٹک بھی جائیں تو اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی شرمساری، ندامت اور پشیمانی کے ساتھ فوراً اپنے رب کی طرف پلٹے اور اپنے قصور کی معافی مانگ لے۔ یہی وہ سبق ہے جو اللہ تعالیٰ ہمیں دے رہا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ شیطان کون کون سے بھیس بدل کر کس کس طرح انسان کو بہکاتا پھسلاتا ہے۔ سب سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ شیطان انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ

ترجمہ۔ آخر کار شیطان نے ان دونوں کو بہکا کر وہاں سے نکلوا ہی دیا۔ (البقرہ۔۳۶)

تفسیر۔ شیطان نے جنت میں داخل ہو کر روبرو انھیں بہکایا، یا وسوسہ اندازی کے ذریعے سے۔ اس کی بابت کوئی صراحت نہیں ہے۔ تاہم یہ واضح ہے کہ جس طرح سجدے کے حکم سے انکار کیا، اُسی طرح اس موقع پر اللہ کے حکم کی تاویل کر کے حضرت آدمؑ کو پھسلانے میں کامیاب ہوگیا۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ

معاذ اللہ ۸۰

Marfat.com

ترجمہ۔ پھر اس نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا (الاعراف۔۲۰) (طہٰ۔۱۲۰)

تفسیر۔ شیطان دل میں جو بری بات ڈالتا ہے اسے وسوسہ کہتے ہیں اور شیطان نے اُن دونوں (حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ) کے دلوں میں وسوسے ڈال کر انہیں بہکایا اس طرح خود قرآن کی اس آیت نے یہ بات واضح کر دی کہ شیطان کون سا حربہ استعمال کرتا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝۴ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶

ترجمہ۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔ لوگوں کے مالک کی (اور) لوگوں کے معبود کی (پناہ میں) اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ (الناس۔ ۱ تا ۶)

تفسیر۔ اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ کو اُس کی تین صفات سے یاد کر کے اُس کی پناہ مانگنے کی تاکید کی جا رہی ہے۔ ایک اللہ کا تمام انسانوں کا پروردگار، مربی اور مالک و آقا ہونے کی صفت دوسری صفت اللہ تعالیٰ کی تمام انسانوں کا بادشاہ اور حاکم و فرماں روا ہونے اور تیسری صفت انسانوں کے حقیقی معبود ہونے کی۔ ان تینوں صفات کے ساتھ اللہ کی پناہ مانگنے کا مقصد یہ ہے کہ وہی ہستی پناہ دے سکتی ہے جو پروردگار ہے، رب ہے، جو ہم سب کی مالک و حاکم ہے اور ہمارا معبود ہونے کی حیثیت سے ہر چیز پر مکمل اختیار و اقتدار رکھتی ہے اور وہی اپنے بندوں کی حفاظت پوری طرح کرنے پر قادر ہے۔ وہ واقعی ہر قسم کے شر سے انسانوں کو پوری طرح محفوظ رکھ سکتا ہے اور بچا سکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور ہستی ہے ہی نہیں جو ہمیں پناہ دے سکے اور ہماری حفاظت کر سکے۔

وسواس کے معنی ہیں بار بار وسوسہ ڈالنے والا۔ اور وسوسے کے معنی ہیں پے در پے ایسے طریقوں سے کسی کے دل میں کوئی بری بات بٹھانا کہ اسے محسوس نہ ہو سکے کہ وسوسہ انداز



Marfat.com

اس کے دل میں بری بات ڈال رہا ہے۔ وسوسے کے لفظ میں تسلسل کا مفہوم شامل ہے۔ چونکہ انسان ایک دفعہ کے بہکائے میں نہیں بہکتا اسے بہکانے کیلئے بار بار کوشش کرنی پڑتی ہے۔اس لئے ایسی کوشش کو وسوسہ اور کوشش کرنے والے کو وسواس کہا جاتا ہے۔اس کے بعد لفظ خناس آیا ہے۔ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔اس کے معنی بار بار پیچھے ہٹنے اور پلٹ کے آنے کے ہیں یا ظاہر ہو کر چھپنے کے بھی ہیں۔ اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ شیطان کو وسوسہ ڈالنے کے لئے بار بار وسوسہ اندازی کے لئے انسان کے پاس آنا پڑتا ہے اور پلٹنا پڑتا ہے یعنی وسوسہ اندازی کے لئے بار بار انسان کے پاس آ کر بہکاتا وسوسہ ڈالتا ہے' چلا جاتا ہے پھر آتا ہے۔ وسواس الخناس کا مطلب سمجھنے کے لئے ہمیں غور کرنا چاہیے کہ شیطان کے شر سے پناہ مانگنے والا اللہ سے پناہ اس لئے مانگ رہا ہے کہ کہیں شیطان اس کے دل میں وسوسے نہ ڈال دے۔ وسوسہ شر کی ابتدا ہے۔ جب ایک اللہ سے غافل انسان کے دل پر شیطان اثر انداز ہو جاتا ہے تو پہلے اس میں برائی کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ پھر مزید وسوسہ اندازی سے وہ بری خواہش بری نیت اور برے ارادے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پھر وسوسے کی تاثیر بڑھتی ہے تو ارادہ عزم بن جاتا ہے اس کے بعد شر کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔اس لئے وسوسہ انداز کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ شر کی ابتدا ہونے سے قبل ہی اللہ کی پناہ میں خود کو دے دیا جائے۔ وسوسہ اندازی باہر سے شیاطینِ جن وانس ہی نہیں کرتے انسان کے اندر خود اس کا نفس بھی اسے بہکاتا ہے۔اس بات کو قرآن حکیم میں سورۃ ق کی آیت نمبر ۱۶ میں یوں کہا گیا ہے۔ ''اور ہم اس کے اپنے نفس سے ابھرنے والے وسوسوں کو جانتے ہیں۔'' انسان جو کچھ چھپاتا ہے اور دل میں چھپائے رکھتا ہے' وہ سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔اس سلسلے میں ہم ایک حدیث شریف یہاں نقل کر رہے ہیں۔ ''رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل میں گزرنے والے خیالات کو معاف فرما دیا۔ یعنی ان پر گرفت نہیں فرمائے گا۔ جب تک زبان سے ان کا اظہار نہ کرے یا ان پر عمل نہ کرے۔ (صحیح بخاری



Marfat.com

کتاب الایمان ) نفسِ انسانی کے وسوسے انسان کے مفاد پرستی کے وہ جذبات ہیں جو اسے اپنے مقصد کے حصول کے لئے حق وصداقت کی راہ سے بھٹکاتے ہیں۔ اور صحیح اور درست کام سے روک کر برائی کی طرف مائل کرتے ہیں۔ یہی وہ شیطانی خیالات ہوتے ہیں جو انسان کو نظر تو نہیں آتے مگر اس کے اپنے اندر سے اس پر حملہ آور ہوتے ہیں۔

رب کا مطلب ہے وہ ہستی جو ابتدا سے ہی' جبکہ انسان ابھی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے اس کی تدبیر واصلاح کرتی ہے' حتیٰ کہ وہ عاقل وبالغ ہو جاتا ہے۔ رب وہ ہے جو کسی وجود کو ایک حال سے دوسرے حال تک لے جائے یہاں تک کہ اُس کے امکانات کی تکمیل ہو جائے۔ پیدائش سے بلوغ تک انسان ہی نہیں بلکہ ہر مخلوق کے تقاضے' ضروریات اور مطالبے بدلتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کا بندوبست فرماتا ہے۔

وسوسہ ڈالنے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ شیاطین الجن جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی صلاحیت دی ہے۔ اس کے علاوہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان بھی لگا رہتا ہے جو اس کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے جب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا'' ہاں! میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ نے اس پر میری مدد فرمائی اور وہ میرا مطیع ہو گیا۔ ( صحیح بخاری کتاب صفۃ القیامۃ ) ایک دوسری حدیث شریف میں آتا ہے نبی اکرم ﷺ اعتکاف فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہؓ آپ ﷺ سے ملنے کے لئے تشریف لائیں۔ رات کا وقت تھا آپ ﷺ انہیں چھوڑنے کے لئے ان کے ساتھ گئے۔ راستے میں دو انصاری صحابی وہاں سے گذرے تو آپ ﷺ نے انھیں بلا کر فرمایا کہ یہ میری اہلیہ صفیہ بنت حیی' ہیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی بابت ہمیں کیا بدگمانی ہو سکتی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے' لیکن شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کچھ شبہ نہ ڈال دے ( صحیح بخاری کتاب الاحکام )

انسانوں کو ہر لمحہ شیطان اور اُس کے لشکر سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ شیاطین



Marfat.com

ہر وقت انسانوں کو گمراہ کرنے میں لگے رہتے ہیں اور انسان کو دیکھ بھی نہیں سکتا۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ۔ وہ اور اس کا لشکر تم کو اس طور دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان ہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (الاعراف۔۲۷)

تفسیر۔ اس آیت میں انسانوں کو شیطان اور اس کے چیلے چانٹوں سے ہوشیار کیا گیا ہے کہ کہیں وہ تمہاری غفلت اور سستی سے فائدہ اٹھا کر تمہیں بھی اس فتنے اور گمراہی میں نہ ڈال دے جس طرح تمہارے ماں باپ (حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ) کو اس نے جنت سے نکلوا دیا۔ ایسی صورت میں جبکہ وہ نظر بھی نہیں آتے۔ اس لئے شیطان اور اس کی ذریات سے بچنے کا فکر و اہتمام بھی زیادہ کرنا چاہیے۔ دین اور اللہ سے دور رہنے والے ہی اس کے شکار بنتے ہیں اور اہل ایمان پر بھی ڈورے ڈالتا رہتا ہے۔ کچھ اور نہیں تو شرکِ خفی یعنی ریاکاری میں ہی ان کو مبتلا کر دیتا ہے۔ یوں ان کو بھی ایمان کی دولت سے محروم کر دیتا ہے۔ اعمالِ بد کو خوبصورت بنا کر دکھانا ہی شیطان کا سب سے بڑا فریب ہے۔ شیطان کا تو کام ہی صحیح اور سیدھے راستے پر چلنے والوں کو بھٹکانا اور بہکانا ہے۔ دلوں میں وسوسے ڈال کر سراب کے ذریعہ چیزوں کو دیدہ زیب، پُر فریب بنا کر دکھانا اور جھوٹی اور بڑی آرزوؤں اور خواہشات کو مفید اور کارآمد ظاہر کرنا کیونکہ اس کا دعویٰ تو یہی ہے۔

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ۔ اور انھیں راہ سے بہکاتا رہوں گا اور باطل امیدیں دلاتا رہوں گا اور انھیں سکھاؤں گا کہ جانوروں کے کان چیر دیں۔ اور ان سے کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی



Marfat.com

صورت کو بگاڑ دیں۔ سنو! جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا وہ صریح نقصان میں مبتلا ہوگا۔ (النساء۔۱۱۹)

تفسیر۔ یہاں اہل عرب کے توہمات کی طرف اشارہ ہے۔ عرب کے قبائل میں یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی اونٹنی پانچ یا دس بچے جن لیتی تو وہ اس کے کان درمیان سے چیر دیتے تھے اور اسے دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے پھر اس سے کام لینا حرام سمجھتے تھے۔ اسی طرح جس اونٹ کے نطفہ سے دس بچے ہو جاتے اسے بھی اسی طرح اپنے دیوتا بحیرہ اور سائبہ کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔ دیوتا سے نسبت کی شناخت کے لئے اُس کے کان درمیان سے چیر دیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں ایک تو یہی جس کا اوپر کی سطور میں ذکر ہے یعنی جانوروں کے کان چیرنا یا کاٹنا۔ سوراخ کرنا وغیرہ اس کے علاوہ بھی کئی صورتیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند سورج' آگ پتھر وغیرہ کو مختلف مقاصد کیلئے پیدا فرمایا ہے لیکن مشرکین ان کے مقصد تخلیق کو بدل کر ان کی عبادت شروع کر دیتے ہیں۔ خدائی ساخت میں ردو بدل کرنے کا مطلب صرف اشیا کی پیدائشی بناوٹ میں ردو بدل کرنا نہیں ہے بلکہ اس کے مقصدِ تخلیق کو بدلنا ہے۔ اس آیت شریفہ کی رو سے یہ شیطانی عمل ہوگا جو شیطان کے زیر اثر ہونے کا باعث ہوگا مثلاً قوم لوط کا عمل۔ ضبط تولید کے لئے نس بندی کرانا' عورتوں کو آپریشن کے ذریعہ بانجھ بنانا' رہبانیت' مردوں کو خواجہ سرا بنانا۔ میک اپ کے نام پر ابروؤں کے بال وغیرہ اکھاڑ کر اپنی صورتوں کو خوبصورتی کے نام پر مسخ کرنا۔ وشم یعنی جسم کو گدوانا۔ مردوں کا داڑھی منڈھوانا' عورتوں کا سر کے بال کٹوانا بھی تغییر لخلق اللہ میں شامل ہے۔ عورتوں کو معاشی خوش حالی کے نام سے نوکری' صنعت وحرفت میں مصروف کر دینا' اور گھریلو ذمہ داریوں سے دور کر دینا تبدیل خلق کے زمرہ میں آجاتا ہے۔ آج دنیا اسی عذب سے گزر رہی ہیں اور نتیجتاً خاندان کا ڈھانچہ بکھر رہا ہے اور بچوں میں جرائم عام ہو رہے ہیں۔



Marfat.com

یہی عمل شیطانی عمل ہے اور انسانوں کا ان سے بچنا بہت ضروری ہے۔ کسی بھی شیطانی عمل سے بچنا ہی اللہ کے سیدھے سچے راستہ پر قائم رہنا ہے۔

شیطان کا تو کام ہی یہ ہے کہ وہ جھوٹی آرزوئیں پیدا کرے اور انھیں خوشنما اور دلفریب بنا بنا کر انسانوں کو پھسلائے تا کہ کسی بھی قدم پر اسے یہ احساس نہ ہو سکے کہ جس راستے پر وہ چل رہا ہے وہ کامیابی و کامرانی کا نہیں بلکہ تباہی و بربادی اور جہنم کا راستہ ہے۔ انسان کے برے اعمال کو اچھا بنا کر دکھانا ہی دراصل شیطان کا بڑا فریب ہے۔ شیطان کی طرف سے انسان کی عقل پر ڈالے ہوئے پردے ایسے دبیز اور خوبصورت ہوتے ہیں کہ انسان کو پس پردہ اپنی تباہی و بربادی نظر ہی نہیں آتی اور وہ اپنی بداعمالی کو ہی اپنی خودفریبی کی وجہ سے اپنی بقاء و مغفرت کا ذریعہ سمجھتا ہے اور اللہ کی تنبیہ کو بھی وہ سمجھ نہیں پاتا اور اپنی روش پر قائم رہتا ہے جیسا کہ سورۃ الانعام میں رب العزت فرماتا ہے۔

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ۔ سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی تو انھوں نے عاجزی کیوں نہیں اختیار کی؟ لیکن ان کے قلوب سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر دیا۔ (الانعام۔۴۳)

تفسیر۔ جب قومیں اخلاق و کردار کی پستی میں مبتلا ہو کر اپنے دلوں کو زنگ آلود کر لیتی ہیں تو اس وقت اللہ کے عذاب بھی انھیں خوابِ غفلت سے بیدار نہیں کرتے' اور یہ غفلت و بے حسی بھی ایک عذاب ہے۔ پھر ان کے ہاتھ اپنی مغفرت کی دُعا کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں اٹھتے اور نہ ہی ان کے دل بارگاہِ خداوندی میں جھکتے ہیں اور وہ کسی بھی طرح اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتے' بلکہ اپنی بداعمالیوں پر تاویلات اور توجیہات کے حسین پردے چڑھا چڑھا کر اپنے دل کو مطمئن کر لیتے ہیں۔ اس آیت شریفہ میں ایسی ہی قوموں کا



Marfat.com

احوال بیان کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کو اپنے بُرے اعمال خوبصورت اور اچھے نظر آنے لگیں تو وہ اس فریب سے نکلنا ہی نہیں چاہتا کیونکہ اس کی عقل حیلہ کرتی ہے' اس کے غلط کاموں کے حق میں ایسے ایسے دلائل تراشتی ہے کہ اسے وہ غلط نظر ہی نہیں آتے اور اس طرح وہ دیدہ دانستہ سب کچھ دیکھتے بھالتے اس فریب میں مبتلا رہتا ہے۔ یہی بات سورۃ النمل میں یوں پیش کی گئی ہے۔

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ۔ شیطان نے ان کے کام انھیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا اس لئے وہ سیدھے راستے پر نہیں آتے۔ (النمل۔۲۴)

تفسیر۔ حضرت علامہ آلوسیؒ صاحبِ روح المعانی کے مطابق آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ مشرکین مکہ کو نصیحت فرما رہا ہے۔ یعنی دنیا کی دولت کمانے اور اپنی زندگی کو زیادہ سے زیادہ شاندار بنانے کے جس کام میں وہ مہنمک تھے' شیطان نے ان کو سمجھا دیا کہ بس یہی عقل و فکر کا صحیح مصرف اور قوائے ذہنی و جسمانی کا درست استعمال ہے۔ اس سے زیادہ کسی چیز پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے' اور نہ ہی خوامخواہ کسی اور فکر میں پڑنے کی ضرورت ہے کہ اس ظاہری دنیاوی زندگی کے بعد بھی کوئی زندگی ہے۔ شیطان نے ان کو مطمئن کر دیا کہ جب تم دنیا میں دولت اور طاقت' شان و شوکت کے لحاظ سے بڑھتے ہی چلے جا رہے ہو تو پھر تمہیں کچھ اور سوچنے کی کیا ضرورت ہے کہ تمہارے عقیدے اور نظریئے درست ہیں کہ نہیں۔ ان کے ٹھیک ہونے کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ تم مزے سے دولت کما رہے ہو اور عیش و آرام کی زندگی گذار رہے ہو۔

آج اگر ہم اپنے گرد و پیش نظر دوڑائیں تو ہم کو ''زینتِ اعمال'' کے یہ مظاہرے کیسے کیسے دل فریب اور نظر فریب پیکروں میں اپنے چاروں طرف موجود ملتے ہیں۔ کسی بڑے سے بڑے آمر اور موجودہ شیطانی نظام کے تحت قائم نظامِ سیاست کے کسی بڑے مہرے سے



Marfat.com

دریافت کیا جائے تو وہ کس کس طرح اپنے ہر ہر فعل کے حق میں دلائل دے کر اسے درست ثابت کرتا ہے اور اس کو نوع انسانی کے لئے درست اور رحمتِ خداوندی قرار دیتا ہے۔ قلب انسانی میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے اور اس کے اندر' خودغرضی۔ حق ناشناسی اور طلب منعفت اور ہوسِ زر کے اس قدر چور چھپے بیٹھے ہیں کہ عقل ان حیلوں کی بنیادوں پر تعمیر شدہ ہوس کی اس کمزور عمارت کو ایک مضبوط قلعہ بنا کر پیش کرتی ہے۔ لیکن شیطان کی یہ ملمع کاری اور جھوٹ زیادہ دیر نہیں چلتا اور تھوڑی سی محنت اور قوتِ ارادی سے اس کے جھوٹ کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے ربِ کائنات سورۃ الکھف میں یوں فرماتا ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

ترجمہ۔ کہہ دیجے (محمد ﷺ) کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتا دوں کہ بہ اعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام کوششیں بیکار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں! یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کے حضور پیش ہونے سے انکار کیا۔ اس لئے ان کے اعمال غارت ہو گئے۔ پس قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔ حال یہ ہے کہ ان کا بدلہ جہنم ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کے ساتھ تمسخر کیا۔ (الکھف۔۱۰۳۔۱۰۴۔۱۰۵۔۱۰۶)

تفسیر۔ اِن آیات کا ایک مفہوم تو ترجمہ سے واضح ہو گیا دوسرا یہ بھی ہو سکتا ہے جن لوگوں نے اپنی ساری کوشش وجدوجہد دنیا کی زندگی میں گم کر دی ہو۔ یعنی اللہ اور یوم آخرت سے بے نیاز و بے فکر ہو کر دنیا کو ہی اپنی اصل جگہ سمجھ کر دنیا کی نعمتیں اور خوشیاں سمیٹتے رہے اور اسی کو اپنی خوش نصیبی سمجھا اور اگر کبھی خدا کی ہستی کے قائل بھی ہوئے تو انھوں نے اس کی قطعی



Marfat.com

فکر نہیں کی کہ اللہ کی رضاء کیا ہے اور ہمیں اللہ کے حضور پیش بھی ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب کتاب بھی دینا ہے۔ بس وہ یہی سمجھتے رہے کہ ان کے ایسے اعمال جو اللہ کے ناپسندیدہ ہیں' وہ ہی بہت اچھے ہیں۔ ایسے لوگوں سے یہاں کون مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں' یہود و نصاریٰ اور بعض کہتے ہیں خوارج اور دیگر اہلِ بدعت اور بعض کے نزدیک مشرکین لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عمومیت رکھتی ہے جس میں ہر وہ فرد اور گروہ شامل ہے۔

جو گمراہ ہو۔ اُن کی یہ غلط کاری اور بُرے اعمال آخرت میں ان کے کچھ کام نہیں آئیں گے یعنی وہ تمام اعمال اور چیزیں جو انھوں نے دنیاداری کے لئے کیں سڑکیں بنوائیں' دواخانے بنوائے' عمارتیں بنوائیں اور مختلف کام انجام دیئے تاکہ ان کا نام اونچا ہو' لوگ ان تعمیرات کے حوالے سے انھیں یاد رکھیں۔ لیکن یہ تمام چیزیں یا ان کا اجر وہ ساتھ لے کر نہیں جائیں گے۔ کیونکہ انھوں نے یہ سارے اعمال اپنی ذات کے لئے کئے تھے' اپنے رب کی رضا' وخوشنودی کے لئے نہیں۔ اس لئے وہ روزِ آخرت خالی ہاتھ ہوں گے کیونکہ روزِ آخرت جو چیز کام آنے والی ہے وہ نیت کا اخلاص ہے۔ اگر کسی عمل کا مقصد یہ تھا کہ اللہ راضی ہو جائے تو اِس کے مقصد کا اعتبار ہے' یقیناً اُس کا اجر اُن کو ملے گا لیکن اگر اچھا کام دنیاوی نیک نامی اور ایسے ہی کسی محدود مقصد کے لئے کیا گیا تو وہ مقصد اِسی دنیا میں حاصل ہو جائے گا اور اللہ کے ذمہ اُس کا کوئی اجر باقی نہ رہے گا۔ اس لئے کچھ مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دنیا داری کرنے والوں کے اعمال حسنات سے خالی ہوں گے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن موٹا تازہ آدمی آئے گا اللہ کے ہاں اس کا اتنا وزن نہیں ہوگا جتنا کہ مچھر کے پر کا ہوتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی (صحیح بخاری سورۃ الکہف)

یہاں تک تو شیطان کا دلوں پر اثر انداز ہو کر وسوسے ڈالنے اور خواہشیں اور آرزوئیں پیدا کر کے انسانوں کو بہکانے پھسلانے کا بیان ہے۔ اب یہ دیکھنا اور سمجھنا ہے کہ شیطان



Marfat.com

ہماری معاشرتی اور اجتماعی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے اور قرآن کے منشاء کے خلاف کس طرح انسانوں کو بھٹکاتا ہے۔ قرآن حکیم کا منشاء یہ ہے کہ انسانی معاشرے میں اللہ کا نظام قائم اور جاری و ساری ہو۔ کوئی انسان دوسرے کا استحصال نہ کرے' کمزور اور مسکین کی بحالی کے لئے صاحبانِ ثروت اپنے فرض کو ادا کریں۔ قرآنِ حکیم کے مطابق ہماری دولت میں سائل اور محروم کا پورا پورا حق ہے' لیکن شیطان ہم کو بہکاتا اور ڈراتا ہے کہ خیرات' صدقات اور انفاق سے تم غریب ہو جاؤ گے۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾

ترجمہ۔ شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور اللہ تم سے بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے۔ (البقرہ۔ ۲۶۸)

تفسیر۔ اگر انسان نیک اور اچھے کاموں میں اپنا مال خرچ کرتا ہے تو شیطان اسے ڈراتا دھمکاتا ہے کہ اس طرح خرچ کرنے سے تو مفلس اور غریب ہو جائے گا لیکن اگر برے کاموں پر خرچ کرتا ہو تو ایسے کسی اندیشے کو انسان کے پاس نہیں آنے دیتا' بلکہ بُرے کاموں کو ایسا سجا بنا کر پیش کرتا ہے اور انسان کے اندر خفتہ جذبات کو اس طرح اُبھارتا ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ مال و دولت بے دھڑک خرچ کر گزرتا ہے اور اپنی فضول خرچی' عیاشی اور بدکاری کے ذریعہ عذاب الٰہی کا سزاوار ٹھہرتا ہے۔ اگر ایسے انسانوں سے کسی کارِ خیر مثلاً کسی طالب عالم کی تعلیم' کسی بیوہ کی کفالت' کسی یتیم بچی کی شادی' کسی دینی مدرسے' مسجد یا کسی اور دینی معاملے کیلئے کچھ رقم بطور چندہ مانگی جائے تو چندہ دینے میں بڑی ہچر مچر کرتا ہے۔ کئی کئی چکر لگوانے کے بعد اگر دے گا بھی تو بہت معمولی رقم دے گا اور اپنا حساب کتاب بار بار جانچے گا کہ کہیں اس طرح مالی نقصان تو نہیں ہو رہا۔ لیکن اگر یہی شخص سینما' ٹیلی وژن' شراب نوشی' بد



Marfat.com

کاری' مقدمے بازی وغیرہ کے جال میں پھنستا ہے تو بے دریغ اپنی دولت خرچ کرنے میں اسے کسی قسم کی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی قسم کے تردد کا اظہار کرتا ہے۔ شیطان قدم قدم پر انسانوں کو یہ کہہ کہہ کر ڈراتا ہے کہ اگر تم نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تو تم محتاج وغریب ہو جاؤ گے اس لئے شیطان یہ مشورے دیتا ہے کہ سب کچھ اپنے ہی پاس رکھو۔ لیکن اس کے برعکس اللہ کا قانون تمہارے لئے سامانِ حفاظت کا ضامن بنتا ہے اور انسانوں کی معاشی خوشگواریوں کا کفیل ہے۔ اللہ کے قانون میں بڑی کشادگی' بڑا نظم اور علم پوشیدہ ہے۔ اس بات کو سورۃ الحشر میں اس طرح کہا گیا ہے۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن
يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝٩

ترجمہ۔ یہ لوگ خود اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ خود کتنی ہی تنگی کی حالت میں ہی کیوں نہ ہوں (خود بہت ضرورت مند ہونے کے باوجود) جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچ گیا وہی کامیاب اور بامراد ہوا۔ (الحشر۔۹)

تفسیر۔ قرآن حکیم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ دولت کی گردش معاشرے میں عام ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ مال صرف مال داروں کے پاس ہی گھومتا رہے کہ امیر روز بروز امیر ہوتا جائے اور غریب روز بروز غریب تر ہوتا جائے۔ معاشی پالیسی کے بیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اِس بات کو مومن کی صفات میں بھی شامل کیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک آدمی اندر سے نہ بدل جائے پالیسیوں سے کچھ نہیں ہوتا عملی طور پر سب سے پہلے سود کو حرام قرار دے کر اور زکوٰۃ فرض کر کے اور اموال غنیمت سے خمس نکالنے کا حکم دیا۔ صدقات نافِلہ کی جگہ جگہ تلقین کی گئی۔ مختلف قسم کے کفاروں کی ایسی صورتیں تجویز کی گی ہیں جن سے دولت کے بہاؤ کا رخ معاشرے کے غریب طبقات کی طرف کر دیا گیا ہے۔ ایسے ہی میراث کا ایسا قانون بنایا کہ ہر مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دولت زیادہ سے زیادہ وسیع دائرے میں پھیل



Marfat.com

سکے۔ اخلاقی حیثیت سے بخل یعنی کنجوسی کی سخت مذمت کی گئی ہے اور فیاضی اور سخاوت کو اچھے اور اعلیٰ اخلاق میں شامل کیا گیا ہے۔ خوش حال طبقوں کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ ان کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے جسے خیرات نہیں بلکہ ان کا حق سمجھ کر ادا کرنا ہے۔

دراصل مندرجہ بالا مذکور آیت شریفہ کے اِس حصے میں انصار مدینہ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ایک واقعہ مذکورہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک مہمان تشریف لائے' لیکن اس وقت آپ ﷺ کے گھر میں کچھ نہ تھا کہ مہمان کی خاطر کرتے ایسے میں ایک انصار صحابی مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر جا کر جب انھوں نے اپنی بیوی کو بتایا تو بیوی نے کہا کہ گھر میں تو صرف بچوں کے لئے کھانا ہے۔ دونوں میاں بیوی نے باہم مشورہ کیا کہ بچوں کو آج بھوکا سلا دیں اور ہم خود بھی ایسے ہی کچھ کھائے بغیر سو جائیں گے۔ البتہ مہمان کو کھانا کھلاتے وقت چراغ بجھا دینا تا کہ اسے ہماری بابت علم نہ ہو کہ ہم اس کے ساتھ کھانا نہیں کھا رہے۔ صبح جب وہ صحابی رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم دونوں میاں بیوی کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الحشر)۔

اس آیت شریف کے اگلے حصے میں فرمایا گیا ہے۔ ''جو بھی اپنے نفس کو بخل سے بچا لئے گیا وہ کامیاب (بامراد) ہوا۔'' اللہ کی توفیق اور اس کی مدد کے بغیر کوئی بھی شخص خود اپنی طاقت اور ارادے سے دل کی تونگری نہیں پا سکتا۔ یہ اللہ کی وہ نعمت ہے جو صرف اللہ ہی کے فضل سے کسی کو نصیب ہو سکتی ہے۔ شُح کا لفظ عربی میں کنجوسی اور بخل کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن جب اس لفظ کو نفس کی طرف منسوب کر کے شُح نفس کہا جائے تو یہ تنگ نظری' تنگ دلی' کم حوصلگی' اور دل کے چھوٹے پن کا ہم معنی ہو جاتا ہے جو بخل سے زیادہ وسیع چیز ہے اسی صفت کی وجہ سے انسان دوسروں کا حق ماننا اور ادا کرنا تو دور کی بات اس کی خوبی کا اعتراف تک کرنے سے گریز کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں اس برائی سے بچ جانے کو فلاح کی ضمانت یا



Marfat.com

کامیابی کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے انسان کو بُرا انسان شمار فرمایا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ایمان اور بخل اور بد خُلقی یہ دو خصلتیں کسی مسلمان میں جمع نہیں ہو سکتیں (ابو سعید خدریؓ)۔ حرصِ نفس سے بچو کہ اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا' اسی نے انھیں خون ریزی پر آمادہ کیا اور انھوں نے محارم کو حلال کیا (صحیح بخاری کتاب البر باب تحریم الظلم)

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾

ترجمہ۔ (فضول خرچ نہ کرو۔) فضول خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ (بنی اسرائیل۔ ۲۷)

تفسیر۔ فضول خرچی چاہے تھوڑی ہو یا زیادہ یہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ مسرفین اور فضول خرچوں کو اخوان الشیاطین کہا گیا ہے جیسا کہ آپ نے ابھی قرآن مجید کی آیت میں تلاوت کیا۔ فضول خرچی اتنا برا عمل ہے کہ شیطان کو ناشکرا کہہ کر تاکید کر دی گی ہے کہ اگر شیطان کی مماثلت اختیار کرو گے تو تم بھی اسی کی طرح ناشکرے قرار پاؤ گے۔ فضول خرچی یہ ہے کہ انسان اپنا مال خرچ کرنے میں شرعی حد سے تجاوز کرے۔ اگر جائز کاموں میں مثلاً شادی بیاہ میں فضول خرچی کی جائے تو بعض اہل لغت کے نزدیک یہ اسراف ہے' اور اگر ناجائز کاموں میں تھوڑی سی رقم بھی خرچ کی جائے تو وہ حرام ہے اور اُسی تبذیر کہا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کی آیات نمبر ۲۶ میں تبذیر کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان دونوں آیات میں جو بات واضح کی گئی ہے اسے سمجھنا ضروری ہے۔ پہلے بخل اور پھر فضول خرچی کی ممانعت کی گئی ہے۔ وہ اس طرح کہ انسان بخل کر کے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پر بھی خرچ نہ کرے اور نہ ہی فضول خرچی کرے کہ اپنی وسعت اور گنجائش دیکھے بغیر ہی بے دریغ خرچ کرتا چلا جائے۔ (فتح القدیر)۔ بخل کے نتیجہ میں انسان ملوم' یعنی قابل مذمت وملامت ٹھہرتا ہے اور فضول خرچی کے نتیجہ میں محسور یعنی خالی ہاتھ۔ (ایسے جانور کی طرح جو چل چل کر عاجز آ چکا ہوا اور اس سے مزید نہ چلا جائے۔) شیطان کا ایک بڑا حربہ یہ ہے کہ اجتماعی طور پر انسانوں میں فتنہ وفساد برپا



Marfat.com

کرائے' تفرقہ اندازی کرائے اور بلاعلم کے اللہ کے احکام اور قوانین کے بارے میں ناقص دلیلیں پیش کرائے۔ یہ سب گمراہی کی کھلی دلیل ہے۔ اجتماعی فتنہ سازی کے بارے میں سورۃ النساء میں اس طرح ارشاد ہوا۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

ترجمہ۔ جہاں ان لوگوں کو کوئی خبر امن یا خوف کی ملتی ہے تو یہ اسے مشہور کرنا (پھیلانا) شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ لوگ اسے (خبر کو) رسول اللہ ﷺ کے اور اپنے میں سے صاحب اختیار اور ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والے تک پہنچائیں تا کہ وہ اس کی حقیقت تک پہنچ کر صحیح نتیجہ اخذ کرتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو معدودے چند کے سوا تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے۔ (النساء۔۸۳)

تفسیر۔ مسلمانوں کی جماعت کے اتحاد و اتفاق میں خلل ڈالنے کے لئے افواہیں پھیلانا اور بلا کسی تحقیق کے انھیں نشر کرنا یعنی دوسرے لوگوں تک پہنچانا یہ بھی شیطنت ہے۔ اس قسم کی افواہیں پھیلانا اور اس قسم کی گفتگو کرنا جس سے ملت اسلامیہ کی وحدت متاثر ہو اور باہمی اتحاد و اخوت میل محبت کی جگہ بغض' کینہ' عداوت پیدا ہو سب کے سب شیطانی عمل ہیں جن سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے۔ بعض کمزور اور جلد باز مسلمانوں کے رویے اور ان کی اصلاح کی غرض سے یہاں تاکید کی جا رہی ہے۔ امن کی خبر سے مراد مسلمانوں کی کامیابیوں اور دشمن کی ہلاکت کی خبر ہے (جن کو سن کر امن اور اطمینان کی لہر دوڑ جاتی ہے اور جس کے نتیجے میں بعض دفعہ ضرورت سے زیادہ پر اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے جو نقصان کا باعث بن سکتی ہے) اور خوف کی خبر سے مراد مسلمانوں کی شکست اور ان کے قتل و ہلاکت کی خبر ہے (جس سے مسلمانوں میں افسردگی پھیلنے اور ان کے حوصلے پست ہونے کا امکان ہوتا ہے) اس لئے



Marfat.com

ان سے کہا جارہا ہے کہ اس قسم کی خبریں' چاہے امن کی ہوں یا خوف کی انہیں سن کر عام لوگوں میں پھیلانے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچادو یا اربابِ کار کے پاس پہنچادو تا کہ وہ دیکھیں کہ یہ خبر صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے اور اس سے اسی وقت مسلمانوں کا باخبر ہونا مفید ہے یا بے خبر رہنا درست ہے۔ یہ اصول عام حالات میں بھی بڑا ہی اہم اور نہایت مفید ہے لیکن عین حالت جنگ میں تو اس کی اہمیت اور افادیت بہت زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ شیطان کے شکنجے میں گرفتار لوگ افواہیں پھیلا کر جماعت کے اجتماعی نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ اس لئے رب کائنات سورۃ بنی اسرائیل میں اپنے بندوں سے مخاطب ہو کر یوں کہتا ہے۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾

ترجمہ۔ اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں' کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے۔ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ (بنی اسرائیل۔۵۳)

تفسیر۔ آپس میں گفتگو کرتے وقت زبان کو احتیاط سے استعمال کرنا چاہیے۔ زبان سے اچھے اچھے کلمات ادا کریں' اسی طرح اگر مخالفین یعنی کفار و مشرکین اور اہل کتاب سے گفتگو کی ضرورت پیش آجائے تو بھی ان سے مشفقانہ اور نرم لہجے میں گفتگو کرنا چاہیے' کیونکہ زبان کی ذرا سی بے اعتدالی ہی سے شیطان جو انسانوں کا کھلا دشمن ہے انسانوں کے درمیان فتنہ و فساد برپا کر دیتا ہے۔ یا پھر کفار و مشرکین کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے زیادہ بغض و عناد پیدا کر سکتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص' اپنے بھائی (مسلمانوں) کی طرف ہتھیار کے ساتھ اشارہ نہ کرے' اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ شیطان شاید اس کے ہاتھ سے وہ ہتھیار چلوا دے۔ (اور وہ اس مسلمان بھائی کو جا لگے جس سے اس کی موت واقع ہو جائے) پس وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔ (صحیح



Marfat.com

بخاری کتاب الفتن ۔)

جب کبھی مخالفین سے بات کرتے ہوئے یا ان کی کسی غلط بات کا جواب دیتے ہوئے انسان کو اپنے غصے کی تپش محسوس ہو اور طبیعت بے اختیار جوش میں آ جائے تو اسے فوراً سمجھ لینا چاہیے کہ شیطان اُسے اکسا رہا ہے تا کہ دعوتِ دین کا کام خراب ہو بلکہ فساد بھی برپا ہو کیونکہ اس کا تو کام ہی یہ ہے کہ انسان اصلاح کا کام چھوڑ چھاڑ کر دنگے فساد برپا کرتا پھرے جبکہ اللہ تعالیٰ تاکید فرما رہا ہے کہ مخالفین سے چاہے وہ دین کے مخالف ہوں یا تمہاری ذات کے ان سے گفتگو اور مباحثہ کرتے ہوئے نہ تو تیز کلامی کرو، نہ ہی مبالغے اور جھوٹ سے کام لو۔ مسلمان کی گفتگو سچی تلی اور برحق ہو اور اس کے وقار کے مطابق ہو۔ شیطان کے بارے میں اللہ تعالیٰ بار بار جگہ جگہ ہمیں ہدایت دے رہا ہے کہ وہ ہمارا کھلا دشمن ہے ہمیں اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ اُس کے بہکائے پھسلاے میں نہیں آنا چاہیے۔ وہ انسان کو مختلف طریقوں حیلوں بہانوں سے گھیرتا ہے اور ہم کو اجتماعی طور پر اور انفرادی طور پر اپنے سحر کے جال میں پھنسانے کی ہر دم کوشش کرتا رہتا ہے اس کا ایک حربہ معاشرے میں برائی عام کرنا اور فحاشی پھیلانا بھی ہے اور انسان کو لطف و لذت کی آڑ میں شکار کرتا ہے، کبھی کلام الٰہی کی آڑ میں انسانوں سے جھوٹ بلواتا ہے جیسا کہ البقرہ میں کہا جا رہا ہے۔

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ۔ وہ (شیطان) تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا اور اللہ تعالیٰ پر ان باتوں کے کہنے کا حکم دیتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں۔ (البقرہ۔۱۶۹)

تفسیر۔ شیطان انسان کو بہکا کر اس سے نہ صرف بے حیائی کے کام کراتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی باتیں کہلواتا ہے جن کے متعلق انسان کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ درست ہیں کہ نہیں۔ تمام برائیوں اور برائی کی رسم و رواج کے متعلق شیطان کے چنگل میں پھنسا ہوا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ سب مذہبی امور ہیں جو خدا کی طرف سے انھیں تعلیم



Marfat.com

کیے گئے ہیں دراصل یہ سب کچھ شیطانی وسوسوں کا کرشمہ ہوتا ہے۔ انسان شیطان کے پیچھے لگ کر اللہ تعالیٰ کی جانب سے حرام کی ہوئی چیز کو حلال کر لیتے ہیں۔ اگر آج بھی اہلِ بدعت کو سمجھایا جائے کہ ان بدعات کی دین میں کوئی حقیقت نہیں تو وہ یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ رسمیں تو ہمارے باپ دادا سے چلی آ رہی ہیں۔ ان کی عقل وفہم کو شیطان نے معطل کر رکھا ہے۔ بہت سے مسلمان اپنی کم علمی اور نا واقفیتِ دین کے باعث تمام شیطانی حرکات کو درست سمجھتے ہیں۔ اپنے فوت شدہ بزرگوں کی عقیدت ومحبت' میں ان کی خوشنودی اور تقرب حاصل کرنے کے لئے قبروں اور آستانوں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں' بکرے مرغے اور دیگر جانور حلال کرتے ہیں۔ اکثر بزرگانِ دین کے مزاروں پر ان کے خوش عقیدت اس طرح کی تحریروں کے بورڈ لگا دیتے ہیں مثلاً داتا' صاحب کی نیاز کے لئے بکرے یہاں جمع کرائے جائیں۔ ایسے جانور چونکہ اللہ کے نام کی جگہ صاحب مزار کے نام پر ذبح کے جاتے ہیں' اگرچے ذبح کرتے وقت اُن پر اللہ کا نام ہی کیوں نہ لیا جائے۔ یہ جانور اور ان کا گوشت حرام ہوں گے کیونکہ ان کی قربانی یا ذبیحہ کا مقصد رضاء الٰہی نہیں رضاء اہل قبور اور تعظیم غیر اللہ ہے جو شرک ہے۔ اسی لیے جانوروں کے علاوہ جو اشیاء بھی غیر اللہ کے نام پر نذر نیاز اور چڑھاوے کی ہوں گی حرام ہوں گی چاہے وہ قبروں پر لے جا کر یا وہیں سے تیار دیگیں خرید کر لنگر کی تقسیم ہو یا مٹھائی یا نقد رقوم کی تقسیم ہو یا نذر نیاز کے نام پر صاحب قبر کے یہاں نصب صندوقچی میں رقوم ڈالنا۔ یہ سب کام حرام اور نا جائز ہیں کیونکہ یہ سب غیر اللہ کی نذر نیاز کی صورتیں ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا وہ ملعون ہے۔'' (صحیح مسلم) اس بات کو قرآن حکیم ایک اور انداز میں سورۃ لقمٰن میں اسی طرح سمجھا رہا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

معاذ اللہ ۹۷

Marfat.com

ترجمہ۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اس چیز (وحی الٰہی) کی جو اللہ نے نازل کی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ انہی کی پیروی کریں گے۔ خواہ شیطان ان کو بھڑکتی ہوئی آگ ہی کی طرف کیوں نہ بلاتا رہا ہو۔ (لقمٰن ۔۲۱)

تفسیر۔ ہر قوم' ہر خاندان یا ہر شخص کے باپ دادا کا حق پر ہونا' سیدھے راستے پر ہونا کچھ ضروری نہیں ہے۔ یہ طور طریقے ان کے باپ دادا کے وقتوں سے چلے آ رہے ہیں اس لئے درست ہیں یہ کوئی دلیل نہیں۔ کوئی بھی عقل مند شخص جو تلاشِ حق میں ہو وہ ایسی بات کہنے کی جرات کبھی نہیں کرے گا کہ اگر اس کے باپ دادا گمراہی اور غلطی کا شکار رہے ہیں تو وہ بھی محض اس لئے گمراہی کا شکار رہے کہ اس کے بزرگ ایسا کرتے رہے تھے۔ شیطان ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیتا ہے۔ ایسا تو طلوعِ اسلام کے وقت کفارِ مکہ ہی سوچتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کو وہ یہی جواب دیتے تھے کہ اپنے باپ دادا کا مذہب ہم کیسے چھوڑ دیں لیکن جب حق بات اُن کی سمجھ میں آ گئی تو انہوں نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دیا اور راہِ حق پر آ گئے اور اسلام قبول کر کے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں شامل ہو گئے۔

اب تک جس قدر آیات ہمارے سامنے آ چکی ہیں اگر ہم ان پر غور کریں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور اس کے شکنجے میں پھنسے لوگ اس کے آلۂ کار بن کر معاشرے میں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں' اور شیطان کی طرف سے عطاء کردہ جبہ و عمامہ انھیں لوگوں کو سیدھے راستے پر جانے سے روکتا ہے اور وہ شیطان کے دباؤ میں لوگوں کو بھٹکاتے اور بہکاتے رہتے ہیں' اور انھیں تلقین کرتے رہتے ہیں کہ تم آنکھیں بند کر کے اپنی اسی روش پر چلتے رہو جس پر تمہارے باپ دادا چلتے رہے ہیں۔ یہ سب درحقیقت شیطانی وسوسے ہیں جو انسان کی عقل و فہم اور اس کے جذبات کو زہر آلود کر دیتے ہیں اور اُس کی آنکھوں سے' عقل و فہم سے' صحیح باتیں اوجھل رہتی ہیں۔ یہی شیطان کی کامیابی



Marfat.com

ہے۔ شیطان اس طرح آہستہ آہستہ ان کے دلوں سے قوانینِ الٰہی کا خیال تک بھلا دیتا ہے جیسا کہ سورۃ المجادلہ میں قرآن حکیم ہمیں بتا رہا ہے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ۔ شیطان نے ان پر غلبہ حاصل کرلیا ہے اور انھیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے۔ یہ شیطانی لشکر ہے۔ کوئی شک نہیں کہ شیطانی لشکر ہی خسارے والا ہے۔ (المجادلہ۔۱۹)

تفسیر۔ اِسْتَحْوَذَ کے معنی ہیں گھیر لیا' احاطہ کرلیا' جمع کرلیا' اس لئے اس کا ترجمہ غلبہ حاصل کرلیا کیا جاتا ہے کیونکہ غلبے میں یہ سارے مفہوم آجاتے ہیں۔ اللہ نے جس چیز کے کرنے کا حکم دیا ہے' اِن سے شیطان نے اُن کو غافل کر دیا ہے اور جن چیزوں سے اللہ نے منع فرمایا ہے' شیطان اِن کو وہی کام کرنے پر اکساتا ہے۔ انہیں خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے یا مغالطوں میں ڈال کر یا تمناؤں اور آرزوؤں میں مبتلا کر کے انھیں غلط راستے پر ڈال دیتا ہے۔ شیطان کے راستے پر چلنے والے ہی مکمل خسارے میں رہیں گے۔ ایسے لوگ اللہ سے متعلق جھوٹ بولتے رہے' دنیا میں جھوٹی قسمیں کھاتے رہے۔ دراصل انھوں نے کے بدلے جنت جہنم کا سودا گمراہی میں کرلیا ہے۔ شیطان ان پر قابو پا کر قانونِ خداوندی کی یاد تک ان کے دل و دماغ سے بھلا دیتا ہے اس لئے ایسے لوگوں کو شیطان کا گروہ کہا گیا ہے۔ یقیناً ایسے ہی لوگ شدید خسارے میں رہنے والے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کو بھلا دیتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات اور زندگی کے مقاصد ہی کو بھلا دیتے ہیں۔ سورۃ حشر میں فرمایا گیا۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ (کے احکام) کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں سے غافل کر دیا اور ایسے ہی لوگ نافرمان (فاسق) ہوتے ہیں۔ (الحشر۔۱۹)



Marfat.com

تفسیر۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بطور سزا انہیں ایسا کر دیا کہ وہ ایسے عملوں سے غافل ہو گئے جن کے سبب ان کو فائدہ ہو سکتا تھا' جن اعمال کے ذریعے اپنے نفسوں کو عذاب الہیٰ سے بچا سکتے تھے۔ یوں انسان خدا فراموشی سے دراصل خود فراموشی کے مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے۔ عقل اس کی صحیح رہنمائی نہیں کرتی اس کی آنکھیں اس کو حق کا راستہ نہیں دکھاتیں اور اس کے کان حق کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے یعنی نتیجتاً اس سے ایسے کام سرزد ہوتے ہیں جس میں اس کی اپنی تباہی اور بربادی ہوتی ہے۔

خدا فراموشی کا لازمی نتیجہ انسان کی خود فراموشی ہی ہوتا ہے۔ جب انسان یہ بھول جاتا ہے کہ وہ کس کا بندہ ہے' جب وہ یہ بھول جاتا ہے کہ وہ ایک خدا کے علاوہ کسی اور کا بندہ نہیں اور اس کے سوا دوسرے بہت سوں کی بندگی کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یوں دراصل وہ اپنی غرض کا بندہ بن جاتا ہے۔ اُس کی یہی بڑی غلطی اس کی ساری زندگی کو برباد کر دیتی ہے۔ وہ یہی سمجھتا رہتا ہے کہ جو میں کر رہا ہوں وہی درست ہے۔ جبکہ انسان کا اصل مقام اس دنیا میں یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کا بندہ بن کر رہے۔ وہ اس حقیقت سے آنکھیں چراتا ہے۔ درحقیقت وہ خود سے آنکھیں چراتا ہے یعنی وہ خود اپنے ہی آپ کو نہیں جانتا اور خود اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے۔ وہ اپنی اس فراموشی کے عالم میں شرک وکفر کا مرتکب ہوتا رہتا ہے اور سیدھے راستے سے بھٹک کر شیطان کے جہنمی راستے پر چلنے لگتا ہے۔ ایسا انسان دنیا کے لطف ولذت پر اپنا سب کچھ لٹا دیتا ہے اور دنیا کی فکر میں آخرت سے غافل ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا یہ احساس ہی ختم ہو جاتا ہے کہ وہ کچھ غلط کام کر رہا ہے۔ وہ جہنم کی دہکتی آگ کو روشنی سمجھ کر اس کی جانب ذوق وشوق سے بڑھا چلا جاتا ہے۔ اس کی مزید تشریح کے لئے ہم سورۃ المائدہ کی آیات دیکھیں تو ہمیں علم ہوگا کہ بندے اپنے رب سے کیسے غافل ہوتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝



Marfat.com

ترجمہ۔اے لوگو جو ایمان لائے ہو' یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے' یہ سب گندے شیطانی کام ہیں' ان سے پرہیز کرو' امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔ (المائدہ۔۹۰)

تفسیر۔ یہاں اس آیت میں شراب کے بارے میں تیسرا حکم ہے اور دوسرے حکم میں شراب نوشی کی صاف طور پر ممانعت نہیں فرمائی گئی لیکن یہاں شراب کے ساتھ جوا اور پرستش گاہوں یعنی انکی عبادت گاہوں اور فال کے تیروں کو' رجس یعنی پلید اور شیطانی کام قرار دے کر صاف صاف لفظوں میں ان سے اجتناب کا حکم دے دیا گیا ہے۔اس کے علاوہ اس آیت میں شراب اور جوئے کے مزید نقصانات بیان کر کے سوال کیا گیا ہے کہ اب بھی باز آؤ گے کہ نہیں؟ جس سے مقصود یقیناً اہل ایمان کی آزمائش ہے۔ چنانچہ جو اہل ایمان تھے' وہ منشائے الٰہی سمجھ گئے اور اس کی قطعی حرمت کے قائل ہو گئے اور کہا۔ ''اے ہمارے رب ہم باز آ گئے۔'' (مسند احمد جلد نمبر۲) لیکن آج کے بعض ''دانشور'' یہ کہتے ہوئے شرماتے نہیں کہ اللہ نے شراب کو کہاں حرام قرار دیا ہے۔یعنی شراب کو رجس' پلید اور شیطانی عمل قرار دے کر اس سے اجتناب کا حکم دینا' اور اس سے منہ موڑنے کو فلاح قرار دینا شاید اِن خود فریبی میں مبتلا لوگوں کے نزدیک شراب کی حرمت کے لئے کافی نہیں۔اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ اللہ جس کام کو شیطانی کام کہے وہ ان کے نزدیک جائز کام ہی ہوگا۔آستانوں' پرستش گاہوں سے مراد وہ تمام مقامات ہیں جہاں غیر اللہ کی یا تو عبادت ہوتی ہو یا نذر نیاز اور چڑھاوے کے لئے مخصوص کر رکھا ہو خواہ وہاں کوئی لکڑی پتھر یا مورتی ہو یا کوئی ایسا استھان یا جگہ ہو جو خاص مشرکانہ اعتقاد سے وابستہ ہو۔ اس آیت میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے۔اس کی تین اقسام دنیا میں پائی جاتی ہیں۔اس آیت کا حکم تینوں پر لاگو ہوتا ہے۔

(۱) مشرکانہ فال گیری جس میں کسی دیوی دیوتا سے قسمت کا فیصلہ یا حال پوچھا جاتا ہے' یا غیب کا حال معلوم کیا جاتا ہے' یا باہمی رنجشوں اور جھگڑوں کا تصفیہ کرایا جاتا ہے۔



Marfat.com

مشرکین مکہ نے اس غرض سے خانۂ کعبہ کے اندر ''ہُبل'' نامی دیوتا کا بت مخصوص کر رکھا تھا جس کے استھان میں سات تیر رکھے ہوئے تھے جن پر مختلف الفاظ اور فقرے کندہ تھے۔ کسی کام کے شروع کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہو یا کسی کھوئی ہوئی چیز کا پتہ پوچھنا ہو یا کسی کے خون کے مقدمے کا فیصلہ کرنا ہوتا تو اس کے لئے ''ہُبل کے پانسہ دار (پروہت یا پنڈت) کے پاس جا کر نذرانہ پیش کرتے اور ہُبل سے دعا مانگتے کہ تو ہمارے معاملے کا فیصلہ کر دے۔ پھر پانسہ داران تیروں کے ذریعہ فال نکالتا اور جو تیر فال میں نکل آتا اس پر لکھے ہوئے الفاظ کو ہی ہُبل کا فیصلہ تسلیم کر لیا جاتا۔

(۲) توہم پرستانہ فال گیری' جس میں زندگی کے معاملات کا فیصلہ عقل وفکر سے کرنے کے بجائے کسی وہمی اور خیالی چیز یا اتفاقی شے کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ یا قسمت کا حال ایسے ذرائع سے معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جن کا وسیلہ' علم غیب ہونا یا کسی علمی طریق سے ثابت نہیں۔ رمل' نجوم اور جفر اور مختلف قسم کے شگون اور پچھتر اور فال گیری کے بے شمار طریقے اس قسم میں داخل ہیں۔

(۳) جوئے کی قسم کے وہ سارے کھیل اور کام جن میں اشیاء کی تقسیم کا دارومدار حقوق اور خدمات اور عقلی فیصلوں پر رکھنے کے بجائے محض کسی اتفاقی امر پر رکھ دیا جائے۔ مثلاً لاٹری جس میں اتفاقیہ کسی شخص کا نام نکل آئے اور سیکڑوں ہزاروں لوگوں کی جیب سے نکلا ہوا روپیہ پیسہ کسی ایک شخص کی جیب میں چلا جائے۔ ایسا ہی معاملہ معمہ بازی کا بھی ہے' گو کہ اس کی علمی اور عقلی حیثیت بھی اپنی جگہ ہے لیکن چونکہ اس میں بہت سے صحیح حلوں کے باوجود انعام کا حقدار وہی ٹھہرتا ہے جس کا حل صاحب معمہ کے صندوق میں بند حل سے ملتا ہے۔ ایسا محض اتفاق سے ہی ہوتا ہے۔

اس آیت میں چار چیزیں قطعی طور پر حرام کی گئی ہیں۔ ایک شراب دوسری قمار بازی تیسرے وہ مقامات جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام



Marfat.com

پر قربانی' نذر و نیاز چڑھانے کئے لئے مخصوص کئے گئے ہوں۔ چوتھے پانسے۔ تین چیزوں کی ضروری تشریح کی جا چکی ہے۔ اب شراب کے متعلق احکام کسی قدر تفصیل سے ملاحظہ کیجئے۔

شراب کی حرمت کے سلسلے میں اس سے پہلے دو حکم آ چکے تھے۔ ایک سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۹ میں دوسرا سورۃ نساء کی آیت ۴۳ میں۔ اب اس آخری حکم کے آنے سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک خطبے میں لوگوں کو تاکید فرما دی کہ اللہ تعالیٰ کو شراب سخت ناپسند ہے' مذکورہ آیت کے نزول سے قبل یہ خطبہ دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کچھ بعید نہیں کہ شراب کی قطعی حرمت کا حکم آ جائے' اور جب یہ حکم آ گیا تو مدینہ کی سڑکوں اور گلیوں میں شراب بہا دی گئی۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر اس کے پینے والے پر اور پلانے والے پر' بیچنے والے پر' خریدنے والے پر اور کشید کرنے والے پر اور ڈھو کر لے جانے والے پر اور اس شخص پر جس کے لئے ڈھو کر لے جائی گئی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس دسترخوان پر کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے جس پر شراب پی جا رہی ہو۔ ابتدا میں تو آپ ﷺ نے ان برتنوں تک کے استعمال سے منع فرمایا تھا جن میں شراب بنائی اور پی جاتی تھی مگر بعد میں جب شراب کی حرمت کا حکم پوری طرح نافذ ہو گیا تب آپ ﷺ نے برتنوں پر سے پابندی اُٹھا دی۔

خمر کا لفظ عرب میں انگور کی شراب کے لئے استعمال ہوتا تھا اور پھر گیہوں' جو' کشمش' کھجور اور شہد سے کشید کردہ شرابوں کے لئے بھی یہی لفظ خمر استعمال کیا گیا مگر نبی اکرم ﷺ نے حرمت کے اس حکم کو ان تمام چیزوں پر عام قرار دیا جو نشہ پیدا کرنے والی ہوں۔ چنانچہ حدیث شریف میں حضور ﷺ کے یہ واضح ارشادات ملتے ہیں کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے اور فرمایا۔ ''ہر نشہ آور چیز سے منع کرتا ہوں۔'' حضرت



Marfat.com

عمرؓ نے جمعہ کے ایک خطبے میں شراب کی تعریف یوں کی۔ ''خمر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانک دے۔'' نبی اکرم ﷺ نے یہ اصول بھی بیان فرمادیا۔ ''جس چیز کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔'' یعنی ''جس چیز کا ایک پورا قرابہ نشہ پیدا کرتا ہو اس کا ایک گھونٹ پینا بھی حرام ہے۔'' شراب اور جوئے کے نقصانات کو اس سے اگلی آیت میں اس طرح واضح کیا گیا۔

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَ
يَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴿٩١﴾

ترجمہ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟ (المائدہ۔۹۱)

تفسیر۔ اس آیت میں شراب اور جوئے کے مزید معاشرتی اور دینی نقصانات سے آگاہ کیا جارہا ہے۔ شراب کو ام الخبائث کہا جاتا ہے اور یہ ایسی بری لت ہے کہ یہ انسان کو کسی کام کا نہیں چھوڑتی اور جاگیرداروں تک کو مفلس و قلاش کردیتی ہے۔ اہم تر بات یہ ہے کہ آدمی کو اپنے ذہن اور اعصاب پر قابو نہیں رہتا اور نشہ کے عالم میں وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے سلسلہ میں بے بس ہوتا ہے۔ مگر عقلی اور معاشرتی طور پر اُس کی ذمہ داری سے نہیں بچ سکتا۔ شریعت کی رو سے یہ بات ہر اسلامی حکومت کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ شراب کی بندش کے حکم کو بزور قوت و قانون نافذ کرے۔ خلفائے راشدین نے اِسی پر عمل کیا۔

نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں شراب پینے والوں کے لئے کوئی خاص سزا مقرر نہیں تھی۔ کبھی کوئی شخص شراب نوشی کا مرتکب ہوتا اسے کھجور کی لکڑی سے چالیس ضربیں ماری جاتی تھیں یہ سزا آپ ﷺ کے زمانے میں رائج ہوگئی تھی لیکن حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں شرابی کو چالیس کوڑے مارے جاتے تھے اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں ابتدا تو ۴۰ کوڑوں سے ہی



Marfat.com

ہوئی لیکن جب یہ دیکھا گیا کہ لوگ پھر بھی باز نہیں آ رہے تو حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام سے مشورے کے بعد اس سزا کو بڑھا کر ۸۰ کوڑے کر دیا۔ اسی سزا کو امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ بھی شراب کی حد قرار دیتے ہیں۔

کھلے ہوئے احکام کے ہوتے ہوئے شیطان دلوں اور ذہنوں میں شک وشبہ کے بیج بوتا ہے' اور اپنے مشرکانہ رویوں کے دلائل اور عقلیت کے جال بچھا دیتا ہے۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ

ترجمہ۔ اور اُن چیزوں کی پیروی کرنے لگے جو شیاطین (حضرت) سلیمانؑ کی حکومت میں سلطنت کا نام لے کر پیش کرتے تھے حالانکہ (حضرت) سلیمانؑ نے کبھی کفر نہیں کیا۔ کفر کے مرتکب تو شیاطین تھے جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ (البقرہ ۱۰۲)

تفسیر۔ یہاں شیاطین سے مراد جن وانس دونوں قسم کے شیاطین سے ہے۔ جب یہودیوں پر اخلاقی ومادی انحطاط کا دور آیا اور غلامی' جہالت وافلاس' ذلت وپستی نے ان کے اندر مایوسی اور بزدلی پیدا کر دی تو وہ جادوٹونے پھونک منتر کے ذریعہ اپنے کام بنانے کی کوشش کرنے لگے۔ یہودیوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے عہد کی پروا نہ کرتے ہوئے شیطان کے پیچھے لگ کر نہ صرف جادوٹونے کرتے رہے بلکہ یہ دعویٰ تک کر دیا کہ حضرت سلیمانؑ بھی (نعوذ باللہ) اللہ کے پیغمبر نہیں تھے بلکہ ایک جادوگر تھے اور جادو کے زور پر ہی حکومت کرتے رہے۔ اس لئے آیت شریف میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت سلیمانؑ جادو کا عمل نہیں کرتے تھے۔ جادو کفر ہے اور کفر کا ارتکاب حضرت سلیمانؑ کیونکر کر سکتے تھے؟ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں جادوگری بہت عام ہوگئی تھی اس لئے اس کا سدباب کرنے کے لئے حضرت سلیمانؑ نے جادوگروں کی تمام جادو کی کتابیں ان سے لے کر اپنے تخت کے نیچے دفن کر دی تھیں۔ لیکن حضرت سلیمانؑ کی وفات



Marfat.com

کے بعد ان شیاطین اور جادوگروں نے ان کتابوں کو وہاں سے نکال کر نہ صرف لوگوں کو دکھایا بلکہ لوگوں کو یہ باور کرایا کہ حضرت سلیمانؑ جادو کے ذریعہ سے حکومت کرتے رہے ہیں ان کا اقتدار جادو کے عمل کے ذریعہ قائم تھا۔ اسی بنا پر ظالموں نے حضرت سلیمانؑ کو بھی کافر اور جادوگر قرار دیا جس کی تردید خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت میں فرمائی۔ (ابن کثیر وغیرہ) واللہ اعلم۔

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢٠﴾

ترجمہ۔ وہ ان لوگوں سے وعدہ کرتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا ہے' مگر شیطان کے سارے وعدے بجز فریب کے اور کچھ نہیں۔ (النساء۔۱۲۰)

تفسیر۔ چونکہ شیطان کا سارا کاروبار وعدوں اور جھوٹی امیدوں کے ذریعے چلتا ہے' اس لئے وہ انسان کو انفرادی اور اجتماعی طور پر جب غلط راستوں کی طرف لے جانا چاہتا ہے تو اس کے آگے ہر قسم کے سبز باغ سجاتا ہے جن سے انسان اس کے فریب میں آجاتا ہے۔ ایسے ہی کسی کو انفرادی کامیابی لطف' لذت اور کامیابیوں کی امیدیں' سربلندی کی توقعات اور کسی بھی طرح انسانی فلاح و بہبود کا یقین صداقت کی حد تک دلا کر فریب میں لانا یا پھر کسی کو یہ آس دلانا کہ آخرت میں اللہ کی پکڑ سے فلاں پیر یا مرشد کے صدقے بچ جائیں گے۔ اللہ کی اطاعت کریں نہ کریں ان کی اطاعت ضروری ہے۔ غرض کہ جو انسان بھی جس طرح اس کے فریب میں آسکتا ہے اس کے سامنے شیطان ویسا ہی ڈرامہ رچاتا ہے۔

جن لوگوں نے اللہ کو بھلا کر یہ بات بھی بھلا دی کہ اس طرح وہ خود اپنے ہی نفسوں پر ظلم کر رہے ہیں اور ایک دن آئے گا کہ اس کے نتیجے میں ان کے یہ جسم جن کے لئے دنیا میں وہ بڑے بڑے پاپڑ بیلتے رہے تھے' جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے اور ان کے مقابلے میں دوسرے وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ کو یاد رکھا' اس کے احکام کے مطابق زندگی گزاری۔ جب وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے گا اور جنت میں انہیں داخل



Marfat.com

فرمائے گا جہاں ان کے آرام وراحت کے لئے ہر طرح کی نعمتیں اور سہولتیں ہوں گی۔ یہ دونوں فریق یعنی جنتی اور جہنمی برابر نہیں ہوں گے بھلا یہ برابر کس طرح ہو سکتے ہیں اس لئے کہ ایسے لوگ تو جنت کی تیاری سے مجرمانہ غفلت کا شکار رہے ہیں۔ دراصل شیطان سے جنگ میں انسان کی سب سے بڑی شکست یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھول جائے' اپنے مالک وخالق کو بھول جائے اور سیدھے راستے سے بھٹک جائے۔

یوں تو شیطان اور شیطانی حربوں اور وسوسہ اندازی پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے' لیکن جو سمجھنا ضروری اور اہم تھا اُسے پیش کر دیا گیا ہے۔ اب اس سے اگلا قدم بڑھاتے ہیں کہ انسان کو شیطان سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ میں کیو جانا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کے کیا فوائد اور اجر ہے۔ اگلا باب کس کی پناہ میں آنا ہ کی طرف بڑھتے ہیں۔



Marfat.com

Marfat.com

وَاذْكُرُوْا نِعمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُم و مِيْثَاقَهُ الَّذِىْ وَاثَقَكُمْ
به اِذْ قُلتُمْ سمِعنا وَاَ طَعْنَا (المائدہ۔۷)
اللہ نے تم کو جو نعمت عطاء کی ہے اُس کا خیال رکھو اور اُس پختہ
عہد و پیمان کو نہ بھولو جو اُس نے تم سے لیا ہے

# کس کی پناہ میں آنا ہے

# اللہ

اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے پوری طرح
باخبر ہے (المائدہ۔۸)
اُس کی ذات ہے جو تمہیں پناہ دے سکتی ہے

''دعا عین عبادت ہے''

Marfat.com

Marfat.com

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# کس کی پناہ میں آنا ہے

وہ ایسی کون سی مقتدر اور صاحبِ قوت ذات گرامی ہے جو انسان کو شیطان مردود سے پناہ دینے کی نہ صرف پیشکش کر رہی ہے اور جو واقعی پناہ بھی دے سکتی ہے۔ اللہ ہی وہ واحد ہستی ہے جو تمام قوتوں سے بڑی قوت ہے۔ وہی زمین و آسمان کا مالک ہے' وہی صاحب اختیار و اقتدار ہے' وہی ذات تمام مخلوقات کی خالق ہے' یہاں تک کہ شیطان مردود بھی اللہ ہی کی مخلوق ہے اور جیسا کہ آپ تخلیق آدم اور تخلیق ابلیس میں پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح حضرت آدمؑ اور ابلیس کو اپنے حکم کی نافرمانی کے باوجود اُن سے رحم کا معاملہ کیا' ایسا معاملہ جو صرف اللہ کی ذات ہی کر سکتی ہے' حضرت آدمؑ کے نادم اور شرمندہ ہو کر معافی مانگنے' پر انھیں معاف کر دینا اور شیطان کی نافرمانی اور ضد پر اڑے رہنے کے باوجود اُس کی خواہش کے



Marfat.com

مطابق نہ صرف اسے آخرت تک کی مہلت عطاء کی بلکہ انسان کو بہکانے پھسلانے اور راہِ حق سے بھٹکانے کی کوشش کی اجازت بھی دے دی۔ یہی بات یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا اور دیکھتا سمجھتا ہے۔ اللہ نے جب شیطان مردود کو اجازت دی تو سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے ہی اجازت دی' اللہ اپنی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ کچھ نا سمجھ یا جدیدیت زدہ افراد یہ سوال کرتے ہیں' کہ اللہ کون ہے؟ کچھ تو اللہ کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ ان کے خیال میں یہ سارا نظام خود بہ خود چل رہا ہے۔ دنیا ایک میکانکی عمل کے سہارے چل رہی ہے۔ کائنات کے متعلق اس میکانکی تصور کا اثر یورپ اور وسط ایشیا پر چھایا رہا ہے۔ جس کا نتیجہ وہ تمدن و معاشرت ہے جو جدید یورپ کے ساتھ ساتھ باقی دنیا کو بھی جہنم کی طرف کشاں کشاں لے جا رہی تھی' لیکن چند سال قبل اس مادیت پرستی کا خول ٹوٹنا شروع ہو چکا ہے' روس اور دوسرے اشتراکی ممالک میں مادہ پرستی اور کائنات کے میکانکی تصور کی بنیادیں ہلنا شروع ہو چکی ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب تمام دنیا اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر لے گی۔

قرآن کریم کے آغاز ہی میں اللہ کی ذات سے تعارف حاصل ہوتا ہے۔ اللہ ذات الٰہی کا اسم ذات ہے۔ اسی نام کے ذریعے قرآن مجید اپنے خالق کا تعارف کراتا ہے۔ اسی ایک لفظ اللہ میں تمام صفات الٰہی موجود ہیں۔ یہ اس کی ذات والا صفات کی معرفت کی کنجی ہے۔ اللہ کا نام قرآن حکیم میں سب سے زیادہ آیا ہے۔ لفظ اللہ قرآن حکیم میں دو ہزار چھ سو ستانوے (2697) مقامات پر آیا ہے دوسرے اسمائے حسنیٰ جو اللہ کی مختلف صفاتِ عالیہ کے آئینہ دار ہیں' جو اس کی تعریف و توصیف کرتے ہیں وہ اپنی جگہ الگ ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کو اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے کیونکہ اس کی ذاتِ بابرکات بیکراں اور لامکاں ہے' جس کا احاطہ عقلِ انسانی کے لیے ممکن نہیں۔ عقلِ انسانی محدود و محصور ہے' اللہ تعالیٰ نے عقلِ انسانی کی نارسائی' کم علمی اور کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑے ہی سادہ اور دل نشین انداز میں قرآن حکیم میں اپنی ذات و صفات سے ہمیں



Marfat.com

آگاہ کیا ہے۔ کائنات کی ہر شے اُسی کی تخلیق ہے اور ہر تخلیق کسی نہ کسی پہلو سے اپنے خالق کا تعارف ہوتی ہے۔ مثلاً سورۃ اخلاص میں اپنا تعارف رب کائنات' خالق ارض وسما نے خود اس طرح کرایا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

ترجمہ۔ ''آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے۔ اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کی اولاد ہے۔ اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور کوئی اس کا ہم سر نہیں ہے۔''

تفسیر' اللہ تعالیٰ نے اپنے اس تعارف میں واضح کر دیا کہ اس کی ذات اکیلی اور تنہا ہے' اور اپنے وجود کے لئے کسی دوسرے وجود یا ہستی کا محتاج نہیں۔ وہ تنہا قائم بالذات ہے۔ مخلوق میں سے کوئی دوسری ہستی یا وجود نہ تو اس کی طرح تنہا و اکیلا ہے' اور نہ ہی تنہا قائم بالذات ہے۔ اللہ اپنی ذات میں واحد ہے۔ جن وانس' ملائک اور تمام دوسری جاندار بے جان چیزیں نہ اکیلی ہیں اور نہ کسی دوسری ہستی سے بے نیاز۔ اس کی بے نیازی اور صمدیت اور احدیت کی مزید تعریف یہ بیان کی ہے کہ وہ نہ تو کسی کا زائیدہ واولاد ہے اور نہ کسی کا باپ ہے' اور آخر میں ایک جامع تعریف یہ بیان کر دی کہ اس کا ہم سر کوئی نہیں' جبکہ تمام مخلوق کسی نہ کسی کی زائیدہ واولاد ہے' اور ان کے ہم سر اور جوڑ بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ دو ایسی ظاہری حقیقتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کے لئے ''احد'' اور ''صمد'' کی صفات پورے قرآن مجید میں کہیں اور نہیں استعمال فرمائیں۔ انسان کی فطرت کائنات کی ہر شے اور عقل کی ہر دلیل' یہ تقاضا بھی کرتی ہے اور صراحت بھی' اللہ یک وتنہا اور بے نیاز اور قائم بالذات ہو جیسا کہ فی الحقیقت وہ ہے۔ (سورۃ اخلاص کی تفسیر کے لئے ہماری کتاب اخلاص ملاحظہ کیجئے)

قرآن حکیم اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب ہے یہ کلامِ الٰہی اللہ کی شان و جلالت وحکمت۔ قدرت وقوت' بیان کر رہا ہے۔ قرآن کریم کی ہر آیت ہر سورت اور ہر کلمہ وفقرہ اللہ



Marfat.com

کا تعارف کرا رہا ہے اور اس کی معرفت' اس کے قرب کی جانب رہنمائی کر رہا ہے۔

یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی اور ہدایت ہماری تعلیم و تربیت ہمارے ہر ہر سانس کی آمد و رفت کے ساتھ کر رہا ہے۔ اپنے کلام کے ذریعے وہ ہمیں بتا رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی حمد و ثناء کس طرح کریں۔ کیونکہ یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ مخلوق اپنے خالق کی رہنمائی اور ہدایت کے بغیر' اس کی مرضی و منشاء کے بغیر' کچھ سوچ سکے' کچھ کر سکے' کچھ کہہ سکے' اس لئے رب کائنات نے خود اپنی مخلوق کو اپنی تعریف' حمد و ثناء کے تمام طریقے بتا اور سکھا دئے کیونکہ قرآن کریم میں مولا کریم نے یہ حقیقت بھی خود بیان کر دی ہے کہ اُس کی ذات و صفات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ' کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر روشنائی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا' گو ہم ایسے ہی اور بھی (ایک اور سمندر) اس کی مدد کو لے آئیں۔ (الکھف۔۱۰۹)

یہی بات سورۃ لقمان میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔

وَلَوْ اَنَّمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾

ترجمہ' زمین میں جتنے بھی درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (دوات بن جائے) اس جیسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کی باتیں (لکھنے سے) ختم نہ ہوں گی بے شک اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔ (لقمٰن۔۲۷)

تفسیر' ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی' جلالتِ شان' اس کے اسماء حسنیٰ' اور صفاتِ عالیہ' اور اس کے کلمات' جو اس کی عظمتوں پر دلالت کرتے ہیں' اُن کا بیان ہے۔ کہ وہ



Marfat.com

اتنے ہیں کہ کسی کے لئے یا سب کے لئے مل کر اُن کا احاطہ یا ان سے آگاہی یا ان کی حقیقت تک پہنچنا ممکن ہی نہیں۔ اگر کوئی اُن کو شمار کرنا اور احاطۂ تحریر میں لانا چاہے تو دنیا بھر کے درختوں کے قلم بن بن کر گھس جائیں گے اور تمام سمندروں سے بنائی ہوئی روشنائی بھی ختم ہو جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ سے متعلق معلومات اس کی تخلیق وصنعت کے عجائبات اور اس کی عظمت و جلالت کے مظاہروں کو شمار نہیں کیا جا سکتا (بقول علامہ ابن کثیر سات سمندر سے حصر مراد نہیں ہے اس لئے کہ اللہ کی آیات وکلمات کا حصر واحصا ممکن ہی نہیں) اللہ تعالیٰ کی باتوں سے یہاں مراد اس کے تخلیقی کام اس کی قدرت وحکمت ہے بظاہر اس میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید اس قول میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ لیکن اگر انسان تھوڑا سا غور وفکر کرے تو اسے محسوس ہو جائے گا کہ درحقیقت اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں۔ کیونکہ جب ربِ کریم خود فرما رہا ہے کہ "جتنے قلم اس زمین پر موجود درختوں سے بن سکتے ہیں اور جتنی روشنائی زمین پر موجود سمندروں سے ہی نہیں بلکہ ایسے ایسے سات مزید سمندر بھی فراہم کر دے جائیں تو بھی اللہ کی قدرت وحکمت اور اس کی تخلیق کے سارے کرشمے تو دور کی بات ہے۔ شاید موجوداتِ عالم کی فہرست بھی نہیں لکھی جا سکتی۔ کیونکہ تنہا صرف اس زمین پر جتنی موجودات پائی جاتی ہیں انہی کا شمار مشکل ہے۔ کہاں اس اتھاہ کائنات کی ساری موجودات کا ضبطِ تحریر میں لانا۔

اس بیان سے دراصل یہ تصوّر و یقین مقصود ہے کہ جو اللہ اتنی بڑی بے کراں کائنات کو وجود میں لایا ہے اور ازل سے ابد تک اس کا سارا نظم چلا رہا ہے۔ اس کی خدائی میں ان چھوٹی چھوٹی ہستیوں کی حیثیت ہی کیا ہے جنہیں انسان معبود بنا لیتا ہے۔ اس عظیم الشان سلطنت کو چلانے میں دخیل ہونا تو درکنار اس کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصے سے بھی پوری طرح واقفیت کسی مخلوق کے بس کی بات نہیں۔ شیطان مردود چونکہ انسان کا ازلی دشمن ہے وہ انسان کو بہکا پھسلا کر غلط راہ پر ڈال دیتا ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کسی انسان کو یہ اختیارات مل جائیں کہ وہ کسی اپنے ہی جیسے انسان کی دعا سن سکے اور ان کی قسمتیں بنانے بگاڑنے پر قادر ہو



Marfat.com

سکے۔ یہ صرف شیطانی وسوسے ہی ہیں۔ سورۃ البقرہ میں آیت الکرسی میں اللہ اپنی صفاتِ عالیہ کا اس طرح اظہار فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۚ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

ترجمہ۔ اللہ وہ زندہ جاوید ہستی' جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اُسے اُونگھ آتی ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے اُسی کا ہے۔ کون ہے جو اُس کی جناب میں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔؟ جو کچھ بندوں کے سامنے ہے' وہ اُسے بھی جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے' وہ اُس سے بھی واقف ہے' اور اُس کی معلومات میں سے کوئی چیز اُن کی گرفت میں نہیں آ سکتی۔ اِلّا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی ان کو دیتا ہے۔ اُس کی حکومت' آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے' اور اُن کی نگہبانی اُس کے لئے تھکا دینے والا کام نہیں ہے۔ بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔ (البقرہ۔۲۵۵)

تفسیر۔ صحیح احادیث میں آیت الکرسیؑ کی بڑی فضیلت بیان کی گی ہے۔ اس کے پڑھنے سے رات کو شیطان سے تحفظ ہوتا ہے' یہ آیت اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلال' اس کی علوِ شان' اور اس کی قدرت و عظمت پر مبنی نہایت جامع آیت ہے۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایسی صفات بیان فرمائی ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں بیان کی گیئں۔ نادان لوگوں نے چاہے کتنے ہی اپنے معبود اور خدا بنا رکھے ہوں' مگر اصل واقعہ تو یہ ہے کہ خدائی پوری کی پوری بلاشرکتِ غیرے اس غیر فانی ذات کی ہے جو کسی کی بخشی ہوئی زندگی سے نہیں بلکہ آپ اپنی ہی حیات سے زندہ ہے اور جس کی موت پر ہی کائنات کا یہ سارا نظام قائم ہے۔ وہ اپنی



Marfat.com

سلطنت میں خداوندی کے جملہ اختیارات کا مالک خود ہی ہے۔کوئی دوسرا نہ اُس کی صفات میں اُس کا شریک ہے' نہ اُس کے اختیارات میں اور نہ ہی اُس کے حقوق میں۔لہذا اُس کو چھوڑ کر یا اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا کر زمین یا آسمان میں جہاں بھی کسی اور کو معبود (الٰہ) بنانے کی کوشش کی جارہی ہے حقیقتاً خود اپنے خلاف جنگ کی جارہی ہے۔دراصل یہ اُن لوگوں کے خیالات کی تردید ونفی ہے جو شیطان کے بہکائے ہوئے ہیں اور اللہ کی ذاتِ عالی شان کو اپنی کم عقلی کے باعث اپنی ناقص کمزور ہستیوں پر قیاس کرتے ہیں۔اور اُس کی طرف وہ کمزوریاں منسوب کرتے ہیں' جو انسانوں کے لئے مخصوص ہیں۔مثلاً تحریف شدہ بائیبل کا یہ بیان کہ اللہ نے چھ دنوں میں زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا (نعوذ باللہ)

اللہ تو زمین اور آسمانوں کا غرض ہر چیز کا مالک ہے۔اُس کی تدبیر وحکمت اور اُس کی بادشاہی وحکمرانی میں کسی کا قطعاً کوئی حصہ نہیں۔اگر اللہ کے سوا عقلِ انسانی اس مرتبے اور رتبے کے لئے کسی دوسری ہستی کا گمان کرتی ہے تو خالص شیطانی عمل اور وسوسہ ہے۔اصل حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوگا کیونکہ کوئی دوسری ہستی جو انسانی دائرہ تصور میں آئے گی وہ اس عظیم کائنات کی ہی کوئی فرد ہوگی۔اور یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ جو اس کائنات کا فرد ہے وہ اللہ کا مملوک وغلام ہے۔یہ وضاحت اس طرف اشارہ ہے کہ مشرکین جو بزرگ انسانوں' فرشتوں یا دوسری ہستیوں کے متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ اللہ کے ہاں ان لوگوں کا بڑا رسوخ ہے ان کا اللہ پر بڑا زور چلتا ہے' وہ جس بات پر اڑ جائیں وہ اللہ سے منوا کر چھوڑتے ہیں' وہ جو بھی کام چاہیں اللہ سے لے سکتے ہیں۔یہاں اس آیت شریفہ میں ایسے ہی شیطان زدہ لوگوں کو بتایا جارہا ہے کہ اللہ پر کسی کا زور چلنا تو دور کی بات ہے کوئی بڑے سے بڑا پیغمبر اور کوئی خاص الخاص فرشتہ بھی اس مالکِ ارض وسماء کی اجازت کے بغیر اُس کے حضور زبان تک نہیں کھول سکتا چہ جائیکہ اُس کی مرضی ومنشاء کے بغیر اپنی کسی بات کا منوانا۔اس آیت



Marfat.com

میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی تمام اقسام کی بنیادوں پر شدید ضرب لگائی۔ یہاں اللہ نے اپنی غیر محدود حاکمیت اور اپنے اختیارات کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ اللہ کی حکومت و حاکمیت میں نہ تو کوئی بالاستقلال شریک ہے اور نہ کسی کا اس کے ہاں زور چلتا ہے۔ اور نہ ہی کسی کی سفارش اس کے فیصلوں پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ کائنات کی تمام حقیقتوں پر کسی اور کی نظر بھی محیط نہیں۔ اپنی مصلحتوں کو اللہ رب العزت ہی خوب اور پوری طرح جانتا ہے۔ کسی اور شرکت اور سفارش کا مطلب کائنات کے نظام میں خلل ڈالنا ہے۔ انسان کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ اللہ کی ہدایت اور رہنمائی کی روشنی میں اپنی منزل کی طرف گامزن رہے اور شیطان کے بہکاوے پھسلاوے اور وسوسوں سے خود کو بچائے رکھے' اللہ کے بتائے ہوئے طریقے اور ہدایت کے مطابق اپنے آپ کو اللہ کی پناہ میں رہنے اور رکھنے کی بھرپور کوشش کرتا رہے۔
سورۃ القصص میں اللہ اپنے بندوں سے اس طرح مخاطب ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ
لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

ترجمہ۔ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کی ذات کے۔ فرمانروائی اُسی کی ہے اور اُسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔ (القصص۔۸۸)

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا' اور نہ دعاء کے ذریعے' نہ نذر نیاز کے ذریعے' نہ ہی قربانی کے ذریعے کہ یہ سب عبادات ہیں جو صرف اور صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں۔ قرآنِ حکیم میں غیر اللہ کی عبادت کو' پکارنے سے تعبیر کیا گیا ہے' جس کا مقصد اسی خاص نکتے کی وضاحت ہے کہ غیر اللہ سے امید و توقعات کرنا' اُن سے دعائیں اور التجائیں کرنا یہ اُن کی عبادت ہی کے زمرے میں آتا ہے' جس سے انسان شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ اللہ کے سوا ہر چیز کو فنا ہے اسے ہلاک ہو جانا ہے' اور اللہ ہی ہے جس کا حکم زمین و آسمان پر چلتا



Marfat.com

ہے اس کا فیصلہ ہے جو چاہے جب چاہے نافذ ہو جاتا ہے۔ جو ارادہ کرے وہی نافذ ہو جاتا ہے۔ شیطان کے بہکائے ہوئے لوگوں کا انجام بھی شیطان کے ساتھ ہی ہوگا۔ اللہ ہی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا یہی بات سورۃ رحمٰن میں بھی بیان فرمائی ہے۔

وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾

ترجمہ۔ اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔
(الرحمٰن۔ ۲۷)

تفسیر۔ بس اللہ ہی کی ذات لافانی ہے۔ نہ تم خود لافانی ہو اور نہ وہ سروسامان لازوال ہے جس سے تم اس دنیا میں متمتع ہو رہے ہو۔ لافانی اور لازوال تو صرف اللہ بزرگ و برتر کی ہی ذات ہے جس کی عظمت پر کائنات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے۔ اور جس کے کرم سے تم کو یہ کچھ نعمتیں نصیب ہوئی ہیں۔ اپنی بڑائی اور تکبر کا خیال شیطان کے فریب میں مبتلا ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایسی تمام مخلوقات کو متنبہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کو اپنا مشکل کشا حاجت روا اور معبود بنا لیتے ہیں۔ چاہے وہ فرشتے ہوں' جن ہوں' انبیاء اور اولیا ہوں' چاند سورج یا کوئی اور مخلوق ان میں سے کوئی بھی تمہاری حاجت پوری نہیں کر سکتا۔ وہ خود اپنی حاجت وضروریات کیلئے اللہ کے محتاج ہوتے ہیں۔ زمین و آسمان کی انتہائی وسعتوں میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔ وہ تنہا ایک اللہ ہی کے حکم سے ہو رہا ہے۔ اس تمام کارفرمائی میں کسی کا قطعی کوئی دخل نہیں۔ سب کچھ اللہ ہی کے حکم سے ہو رہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ ایسا ہی سورۃ طٰہٰ میں فرمایا گیا ہے۔

وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾

ترجمہ۔ اللہ ہی بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ (طٰہٰ۔ ۷۳)

تفسیر۔ اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زندہ جاوید ہستی کے بارے میں تصریح فرمائی ہے کہ اس کو کبھی فناء سے واسطہ نہیں ہو سکتا' جیسا کہ ہر ذی نفس کا مقدر ہے۔ اللہ کی



Marfat.com

صفاتِ عالیہ میں ایک صفت قیوم کی ہے اس پر مزید یہ صراحت کی کہ وہ نہ صرف اپنی ذات سے قائم اور زندہ ہے بلکہ وہ اپنی تمام مخلوقات کی زندگی' بقاء اور قیام کا بھی ذمہ دار ہے اور اِن کی ہستی اور وجود کو باقی رکھنے والا بھی وہی ہے۔ اُسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند آتی ہے اور نہ ہی موت اُس کے لئے ہے۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ ''عقل کے ساتھ ساتھ شریعت سے بھی یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسی کوئی شے نہیں ہے نہ تو اس کی ذات میں نہ اس کی صفات میں اور نہ ہی افعال میں۔''

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

ترجمہ۔ کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔ (الشوریٰ۔۱۱)

تفسیر۔ نہ ذات میں نہ ہی صفات میں' پس اللہ تعالیٰ اپنی نظیر آپ ہی ہے' وہ واحد اور بے نیاز ہے۔ اُس خالق جیسا کوئی نہیں۔ نہ ذات میں اُس کا کوئی مماثل ہے نہ صفات میں کوئی شریک ہے نہ اُس کے احکام اور فیصلوں کی طرح کسی کا حکم اور فیصلہ ہے نہ اُس کے دین کی طرح کوئی دین ہے اور نہ ہی اُس کا کوئی جوڑ ہے نہ ہمسر ہے نہ ہم جنس۔

انسان کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ ہی نہیں کہ وہ صرف اللہ کی بندگی کرے اور اس کے حکم کا بندہ بن کر رہے۔ یعنی جب اس کی مثل کوئی اور نہیں ہے تو پھر عبادت کسی اور کی کیسے جائز ہو سکتی ہے۔

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ۔ خبردار باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔ (البقرہ۔۲۲)

تفسیر۔ جب تم خود اس بات کے قائل ہو اور تمہیں خوب اچھی طرح معلوم بھی ہے کہ سارے کام اللہ ہی کے ہیں تو پھر تمہاری بندگی بھی خاص اُسی کے لئے ہونا چاہیے۔ کوئی دوسرا کیسے اس کا حق دار ہو سکتا ہے کہ تم اُس کی بندگی کرو۔ ہدایت و ضلالت کے اعتبار سے انسانوں کے تین گروہوں کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی عبادت کی



Marfat.com

ہدایت تمام انسانوں کو دی جارہی ہے۔ فرمایا کہ جب تمہارا اور کائنات کا خالق اللہ ہے' تمہاری تمام ضروریات کا مہیا کرنے والا وہی ہے' تو پھر تم اُسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ دوسروں کو اُس کا شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟ اگر تم عذابِ الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو اُس کا صرف اور صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ کو ایک مانو اور صرف اُسی کی عبادت کرو' جانتے بوجھتے شرک کا ارتکاب مت کرو۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

ترجمہ۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔ (الاخلاص۔۴)

تفسیر۔ اس آیت کریمہ میں لفظ کُفُو استعمال ہوا ہے جس کے معنیٰ' نظیر' مشابہ' مماثل' ہم رتبہ' مساوی ہیں۔ اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ساری کائنات میں کوئی نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے نہ ہی ہوگا جو اللہ کی مانند یا اس کا ہم رتبہ ہو یا اپنی صفات و افعال اور اختیارات میں اللہ سے کسی طرح مشابہت رکھتا ہو۔ سورۃ اخلاص میں اس امر کو بھی رد کیا گیا ہے کہ جو لوگ متعدد خداؤں کے قائل ہیں اور اللہ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہیں اور اس کو دوسروں کا شریک گردانتے ہیں اور ان کا بھی جو سرے سے ہی وجود باری تعالیٰ کے قائل نہیں۔ مشہور مفسر اور فلسفی امام رازیؒ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کسی مادی جسم کا ہونا ناممکن ہے کیونکہ اجسام ایک دوسرے کے' مشابہ اور مماثل ہوتے ہیں اور یہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مشابہ کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہ عقیدہ قرآن کریم کے صریح خلاف اور منافی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مادی جسم مانا جائے۔ (سورۃ اخلاص کی تفسیر الاخلاص کے عنوان سے الگ کتابی شکل میں دستیاب ہے)۔ جہاں کہیں اللہ کے چہرہ یا ہاتھ وغیرہ کا ذکر قرآنِ حکیم میں آیا ہے وہ آیات متشابہات میں شامل ہیں۔ جن پر ایمان رکھنا لازم ہے مگر اُن کا حقیقی مفہوم ہم نہیں جانتے۔ ویسی قریہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ سے مراد اختیار اور طاقت ہے' اور اسی طرح۔ واللہ اعلم بالصواب۔



Marfat.com

اب تک ہم اللہ کی ذات صفات کی وحدانیت اور قوت وحکمت کے بارے میں قرآنی آیات سے روشنی حاصل کرتے رہے ہیں۔انسانی ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ ابلیس کی تمام لرزہ خیز اور حوصلہ شکن قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہدایت الٰہی کے سوا بھی کسی اور کی ضرورت پڑسکتی ہے۔کیا انسان شیطان کا مقابلہ ازخود اپنی قوت اور ارادے سے کرسکتا ہے یا اللہ کی پناہ اور ہدایت ضروری ہے۔؟ دراصل یہ سوال انسانی ذہن میں شیطان اپنی وسوسہ اندازی کے ذریعے ڈالتا ہے اور انسان سیدھی سچی راہ سے بھٹک کر گمراہ ہوجاتا ہے۔

دین وہ ہدایت اور روشنیِ الٰہی ہے جو اللہ اپنے نبی کے ذریعہ لوگوں کی ہدایت اور فلاح وبہتری کے لئے انسانوں تک پہنچاتا ہے۔دین وہ نظام حیات اور قانون حیات ہے جو ربِ کائنات نے اپنے نائب اپنے خلیفہِ ارض ''اشرف المخلوقات'' کی حفاظت' آرام وآسائش' راحت وفرحت کے لئے اپنی پناہ دینے کے لئے زمین پر بھیجا ہے اور جن لوگوں نے ہدایت پائی وہی ہونے والے دائمی خسارے سے محفوظ رہے۔ جو ہدایت نہ پاسکے اور جنہوں نے شیطان کے دامن کو ہی اپنی عافیت جانی ان کے لئے ربِ کائنات کی ناراضگی اور عذاب کی خبر انھیں سنا اور بتادی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری بھلائی اور فلاح کے لئے نبی اکرم ﷺ کو اپنی آخری ہدایت اور انسان کے لئے آخری نظامِ حیات و نظامِ اصلاح دے کر آخری نبی بنا کر بھیجا۔اس کی تصدیق اس حدیث شریف سے ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا'' کہ مجھ میں اور قیامت میں بس اتنا فاصلہ ہے جتنا ان دو انگلیوں کے درمیان'' اور یہ فرماتے ہوئے اپنی شہادت کی انگلی اور اس کے برابر کی درمیانی انگلی اٹھا کر صحابہ کرامؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔قرآنِ حکیم قیامت تک کے لئے انسانوں کے واسطے کتابِ ہدایت اور آئینِ حیات ہے۔انسانوں کی فلاح اور بہتری اسی میں ہے کہ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت سے اپنے قلب ونظر کو روشن کرلیں' کیونکہ قرآنِ حکیم ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس کے ذریعے



Marfat.com

انسان قوانین الٰہیہ کے تابع زندگی بسر کر کے شرفِ انسانیت کی تکمیل کر سکتا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ انسان اور اللہ کا تعلق قرآن کے ذریعہ ہی قائم ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے ورنہ تو انسان یہ جان ہی نہیں سکتا کہ اللہ کیا ہے اس کی قدرت وقوت وحکمت کیا ہے اور اللہ کا انسانوں سے کیا واسطہ اور تعلق ہے۔ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ دین کی تکمیل فرما دی۔

جہاں تک انسان کی طبعی زندگی کا تعلق ہے وہ حیوانات کی طرح طبعی قوانین کے تابع ہے۔ یعنی بھوک' پیاس' تکان' نیند' سلسلہ تولید میں انسان حیوان ایک ہی قسم کے قوانین نافذ ہوتے ہیں لیکن انسان کو اللہ نے اختیار وارادہ بھی دیا ہے۔ انسان کے اندر ایک قوتِ تمیز ہے جو اسے بتاتی ہے کہ جائز کیا ہے ناجائز کیا ہے۔ کیا مفید ہے اور کیا مضر لیکن یہ قوتِ تمیز حق و باطل کا فیصلہ نہیں کر سکتی کیونکہ تمام انسان مختلف رائے اور سوچ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحیح رہنمائی درست سمت میں رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً پیغمبروں کو ہدایت دے کر انسانوں کی بھلائی اور فلاح کا بندوبست فرمایا تاکہ شیطان کے پھندوں میں پھنسا ہوا انسان روز آخرت یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں تو کسی نے ہدایت کی اور نہ ہی کوئی سیدھی راہ بتائی۔ پیغمبروں اور نبیوں کے پے در پے آنے کے باوجود انسان شیطان کے شکنجے میں اس طرح پھنسا ہوا ہے کہ وہ از خود تو دور کی بات کسی کے سمجھانے اور سیدھی راہ دکھانے کے باوجود اپنی عاقبت سے بے خبر شیطان کے سنہرے جھولوں میں جھولنا ہی پسند کرتا رہا ہے۔

نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا لایا ہوا دینِ اسلام تمام عالم کے انسانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام عالموں کے لئے اللہ نے نازل فرمایا۔ دین اسلام کے ذریعے اللہ نے اپنی بے پناہ شفقت' محبت اور رحمت کا اظہار فرمایا ہے اور اس دینِ اسلام کے لئے نازل کردہ اپنے احکام کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود اپنے ہی ذمہ رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف الف سلاماً) کے ساتھ ہر معاملہ بڑی شفقت وعنایت سے فرمایا ہے۔ ربِ العالمین نے اپنے آخری نبی کو اسی لئے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ وہ صرف ایک



Marfat.com

عالم کے لئے نہیں بلکے تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ذرا تصور تو کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی امت کے ساتھ کیسے رحم وکرم کا معاملہ کیا ہے۔حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ ایک بار کسی عالمِ دین (کوشش کے باوجود درست نام ذہن میں نہیں آرہا) کے حوالے سے بیان فرمارہے تھے کہ اللہ نے امت محمد ﷺ پر بہت بہت انعام وکرام فرمائے ہیں۔سب سے بڑا کرم یہ کہ اسے دنیا میں تمام امتوں سے افضل اور آخری اُمت بنایا ہے۔دوسرا انعام یہ کہ اس کی عمر سابقہ تمام امتوں کے مقابلے میں مختصر رکھی ہے۔تیسرا انعام رب کریم کا اس امت کے لئے قرآن حکیم جیسی مدلل کتاب کا نزول ہے۔چوتھا انعام اس امت کے لئے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو رحمت للعالمین قرار دے کر تمام عالموں کے لئے رحمت کا ذریعہ اور نجات دہندہ بنایا۔حضرت مولانا نعمانیؒ نے پہلے انعام آخری امت کی وضاحت میں فرمایا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اس کے برابر کی انگلی کو ملا کر دکھاتے ہوئے فرمایا تھا۔''مجھ میں اور قیامت میں اتنا ہی فرق ہے''یعنی اس طرح نبی اکرم ﷺ نے قربِ قیامت کی اطلاع دی یعنی اس امت کو قیامت کا دوسری امتوں کی مانند طویل انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ظاہر ہے حضرت آدمؑ کے بعد تمام امتوں کو قیامت یا روز آخرت کے انتظار میں ہزاروں سال تو گذر چکے اور ابھی انتظار جاری ہے (کیونکہ اب تک کی تمام قومیں اور امتیں اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں لیکن عالم برزخ میں جسے ہم آج کی زبان میں انتظار گاہ یا ویٹنگ روم بھی کہہ سکتے ہیں۔سب کے سب منتظر ہیں اپنے اپنے حساب کتاب اور فیصلہ کے جو روز قیامت یا یوم حساب کو ہی ہوگا۔)

دوسرے انعامِ رحمت وکرم کی وضاحت میں حضرت مولانا نعمانیؒ نے فرمایا تمام اقوامِ سابقہ کے امتیوں کی عمریں طویل ہوتی تھیں۔ابتدا میں تو لوگوں کی عمریں ہزار سال بارہ سو سال ہوا کرتی تھیں پھر یہ بتدریج کم ہونے لگیں۔ظاہر ہے انسان کا اصلی ٹھکانا تو جنت ہے جہاں اللہ کے تمام نیک اور فرمانبردار بندوں کو جگہ عطاء فرمائے گا۔دنیا میں ہر انسان کے



Marfat.com

ساتھ اس کا اولین دشمن شیطان مردود لگا ہوا ہے جو اسے قدم قدم پر اپنے انتقام کا نشانہ بناتا رہتا ہے اسے طرح طرح سے بہکاتا رہتا ہے اور اسے راہ حق سے بھٹکانے کی پوری پوری کوشش کرتا رہتا ہے۔ عمر جتنی طویل ہوگی انسان اتنی ہی بداعمالی کرے گا اور جتنی بداعمالی یا گناہ کرے گا اُسے روز قیامت اُن اعمال کا اُتنا ہی حساب دینا ہوگا اور جتنی زندگی مختصر یا کم ہو گی اتنا ہی کم حساب کتاب ہوگا۔ یہ بھی اللہ کا اپنے بندوں پر خصوصاً امت مسلمہ پر خصوصی کرم ہے اور رحمت کا معاملہ ہے کہ کم وقت کی مشقت کا بھرپور اور دوسری امتوں کے مقابلے میں زیادہ معاوضہ ملے گا۔ قرآن حکیم کی سورۃ اعراف میں آیت نمبر ۲۵ میں اللہ جل شانہٗ فرما رہا ہے ''تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر نکالے جاؤ گے (زندہ کئے جاؤ گے)۔ قرآن کی اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ انسان کو مرنے کے بعد زمین کے اُس ٹکڑے میں سے جسے ہم قبر کہتے ہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا چاہے ہمارا ظاہری جسم اس مٹی کا پیوند بن جائے مٹی میں مل کر مٹی بن جائے لیکن رب ذوالجلال اسے اٹھنے کا حکم دے گا تو وہ بلا کسی تاخیر کے لمحوں میں اٹھ کھڑا ہوگا اور بکھرے ہوئے ذرات یک جا ہو جائیں گے۔

تیسرا بڑا انعام نزولِ قرآن ہے۔ احکام و ہدایت کے لئے اللہ نے اپنے نبیوں اور پیغمبروں پر آسمانی صحیفے نازل فرمائے لیکن وہ نہ تو اس طرح مکمل ضابطۂ حیات تھے اور نہ ان کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایسا جامع اور منفرد نظام مرتب فرمایا تھا۔ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری کسی قوم یا فرد کے ذمہ نہیں رکھی اِس کے برعکس اِس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاس رکھی ہے یہ پہلی اور آخری آسمانی کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کے اولین دشمن شیطان سے بچنے محفوظ رہنے کا طریقہ تعلیم فرمایا۔ انسانوں کے لئے تعوذ یعنی اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم سے بڑا تحفہ الٰہی کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ ربِ ذوالجلال انسان کو خود اپنی پناہ میں آنے کی پیشکش فرما رہا ہے۔ قرآن حکیم ہی وہ کلامِ الٰہی



Marfat.com

ہے جس میں بسم اللہ شریف مکمل نازل فرمائی گئی اور سب سے بڑی اہم بات یہ کہ قرآن حکیم میں ربِ کائنات نے انسانوں کو خود اپنی ذاتِ پاک سے مخاطب ہونے کا طریقہ تعلیم فرمایا کہ انسان کسی غیر کے وسیلے کے بغیر اپنے رب سے براہ راست جو چاہے مانگ سکتا ہے' اپنی درخواست (دعا) کے ذریعے اپنی ہر بات کہہ سکتا ہے۔ سورۃ فاتحہ جو قرآن حکیم کا دیباچہ اور دعائے اعظم ہے اس میں اللہ نے اپنے بندوں کو طریقہ بتا دیا کہ اللہ سے کس طرح مانگنا ہے اور کیا مانگنا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں دین و دنیا کی ساری بھلائی اور آخرت کے لئے ساری اچھائیاں حاصل کرنے کا طریقہ بتا دیا گیا ہے۔ اس سے عظیم اور بڑا تحفۂ الٰہی انسانوں کے لئے کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ کسی اور اُمت کو ایسی دعا عطا نہیں کی گئی۔

سب سے آخری اور اہم بات یہ کہ نبی اکرم ﷺ کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ سے قبل آنے والے تمام نبی اور رسول اپنی قوموں' قبیلوں' زمانوں اور علاقوں کے لئے ہوتے تھے لیکن ہمارے نبی کو اللہ نے تمام عالموں کے لئے آخری نبی بنا کر بھیجا ہے اور جیسا رحمت و کرم کا معاملہ ہمارے نبی ﷺ کی امت کے ساتھ اللہ تبارک تعالیٰ فرما رہا ہے اس سے قبل کسی نبی کی امت کے ساتھ ایسا شفقت و رحمت کا کرم کا جود و سخاء کا معاملہ نہیں کیا گیا۔

یہی وہ رحیم و رحمٰن ذات ہے جس کے لئے قرآنِ حکیم فرماتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ①

ترجمہ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ آخرت میں بھی تعریف اسی کے لئے ہے۔ وہ (بڑی) حکمتوں والا اور (پورا) باخبر ہے۔ (سبا۔۱)

تفسیر۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کی ملکیت اور تصرف میں ہے۔



Marfat.com

اُسی کا ارادہ اور فیصلہ ان پر نافذ ہوتا ہے۔ انسانوں کو جو بھی نعمت ملتی ہے' وہ اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے اور اُسی کا احسان ہے' اس لئے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کی تعریف کرنا دراصل ان نعمتوں پر اللہ کی ہی تعریف اور حمد وثناء کرنا ہے' جن سے اس نے اپنی مخلوق کو نوازا ہے۔ یہ تعریف قیامت والے دن اہل ایمان کریں گے۔ اس بات کو سورۃ الزمر کی آیت ۷۴ میں اور سورۃ اعراف کی آیت ۴۳ میں اس طرح فرماتا ہے۔ ''لوگ کہیں گے اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا۔'' ایسا ہی سورۃ فاطر کی ۳۴ ویں آیت میں فرمارہا ہے۔ ''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا۔'' دنیا میں اللہ کی حمد وثناء' عبادتِ الٰہی ہے جس کا انسان کو اللہ نے مکلف بنایا ہے اور یہی حمد وثنا آخرت میں اہل ایمان کی روحانی خوراک ہوگی جس سے انہیں لذت وفرحت محسوس ہوا کرے گی۔ (فتح القدیر)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ترجمہ۔ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ (الفاطر۔۱)

تفسیر۔ فاطر کے معنی موجد مخترع کے ہیں یعنی پہلے پہل ایجاد کرنے والا' یہ اشارہ اللہ کی قدرت کی طرف ہے کہ اس نے ہی آسمانوں اور زمین کو پہلے پہل بغیر کسی نمونے کے بنایا' تو اس کے لئے دوبارہ اِن کو اور انسانوں کو پیدا کرنا کون سا مشکل کام ہے؟''

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

ترجمہ۔ پس پاک ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔ (یٰسین۔۸۳)

تفسیر۔ مالک اور ملکوت دونوں کے معنی ایک ہی ہیں بادشاہی کے۔ (ابن کثیر اور دوسرے علماء اسے مبالغہ کا صیغہ کہتے ہیں) مٹی میں رُل مِل کر جب انسانوں کا وجود ہمیشہ ہمیشہ کے لئے (بظاہر) ختم ہوجائے گا تو اللہ تعالیٰ دوبارہ انسانوں کو وہی اجسام عطاء فرمادے



Marfat.com

گا۔ ہم سب انسانوں کو ہر حال میں بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا ہی ہے۔ جہاں وہ مالکِ کُل انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق اچھی یا بری جزا دے گا۔

سورۃ اعراف کی پانچ آیات (۵۹۔۶۵۔۷۳۔۸۵۔۱۵۸) میں اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اثبات اور غیر اللہ کی الوہیت کی نفی کی گئی ہے۔ اسی طرح سورۃ توبہ۔۳۱ سورۃ ھود کی ۵۰۔۶۱۔۸۴۔ سورۃ انبیاء کی ۲۹۔ سورۃ مومنون کی ۲۳۔۳۲۔۹۱ اور سورۃ قصص کی آیت ۲۔ ۷۱۔۷۸۔ سورۃ فاطر کی آیت ۳ سورۃ طور کی ۴۳ اور دوسری متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور اللہ کے سوا کسی اور کے معبود نہ ہونے کا اعلان و اظہار کیا گیا ہے اور انسانوں کو اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک کرنے سے روکا گیا ہے اور سورۃ توبہ کی ۱۲۹' سورۃ ھود ۱۴' سورۃ رعد ۳۰' سورۃ ابراہیم کی ۵۲' سورۃ نحل کی ۲' ۲۲' ۱۵۱' سورۃ کہف کی ۱۱۰' سورۃ طٰہٰ ۸' ۱۴' ۹۸' سورۃ انبیاء کی ۲۵' ۸۷' ۱۰۸' سورۃ حج کی ۳۴' سورۃ مومنون کی ۱۱۶' سورۃ نمل کی ۲۶' قصص کی ۷۰' سورۃ صافات کی ۳۵' سورۃ زمر کی ۶' سورۃ غافر کی ۳' ۶۲' ۶۵' سورۃ فصلت کی ۶' زخرف ۸۴' سورۃ دخان ۸' سورۃ محمد کی ۱۹' سورۃ حشر کی ۳۔۲۲۔ سورۃ تغابن کی ۱۳ اور متعدد دوسری آیات میں اللہ کی وحدانیت اور معبودِ حقیقی ہونے کا اثبات و اعلان کیا گیا ہے۔

اسلام نے معبود یا الٰہ کا ایسا مکمل تصور پیش کیا ہے جس میں شرک و مشابہت کا ذرا سا شائبہ بھی نہیں الٰہ کے جو معنی علماء لغت بیان کرتے ہیں وہ ہے کہ وہ ذات حیرت و درماندگی' میں جس کی پناہ لی جائے۔ مصائب سے دوچار ہو کر جس کا سہارا ڈھونڈا جائے۔ اِس میں نظروں سے پوشیدگی کا مفہوم شامل ہے۔ الٰہ وہ ہستی ہے جو انسان کے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ لہٰذا عبادت و بندگی کی مستحق وہی ذات ہو سکتی ہے' جو اپنی ذات و صفات میں اکمل ہو' جس کے احساس کے ساتھ کسی دوسرے کا احساس اور جس کے تصور کے ساتھ کسی دوسرے کا تصور نہ ہو۔ وہی طاقت صحیح عبادت کی حق دار ہوگی وہ انسانوں کو یقیناً شیطان اور اس کی ذریات سے پناہ دے سکتی ہے۔ ورنہ شیطان تو انسان کے دماغ میں ہر قسم کی بدگمانی خلفشار



Marfat.com

کشمکش پیدا کرنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہی رہتا ہے اور یہی غیر دانشمندانہ افعال اس کی زندگی کو اندھی اور گہری کھائیوں میں گرانے کا باعث بن جاتے ہیں۔

اللہ کی ذات واحد ہے۔ یہی قرآن کی اور نبی آخر ﷺ کی تعلیم ہے اس کی ذات میں نہ تو عملاً اس کا کوئی شریک ہے نہ اللہ کی ذات واحد یہ گوارا کرتی ہے کہ کوئی اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ شرک گناہِ کبیرہ ہے ایسا گناہ کہ جس کی معافی نہیں کیونکہ اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا اللہ کی ذات کے لئے ایک زبردست چیلنج کرنے کے مترادف ہے۔ اس کے جواب میں اللہ ایسے انسانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کے شعلوں کے سپرد کردے گا۔

شرک خواہ عبادت میں ہو یا روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات و حادثات سے نمٹنے میں۔ چاہے کسی خوشی کے اظہار کے موقع پر یا کسی گہرے غم سے دل گرفتگی میں۔ کسی حاکم' آقا' افسر کے سامنے اپنے ایمان کا سودا کرنے یا دولت و سیادت کے ہاتھوں اپنے ایمان کو بیچنے کا۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی حال میں کسی بھی طرح کسی بھی موقع پر شرک کو قطعی گوارا نہیں کرتا۔ اُس کی شان ربوبیت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی ہر حاجت و ضرورت اور خوشی' غمی میں صرف اُس کی ہی ذاتِ عالی کی طرف دیکھے' صرف اُس کے ہی در سے رجوع کرے' اُس کا ہی دروازہ کھٹکھٹائے۔ اللہ نہ صرف انسانوں کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے اور ہر دعا قبول کرتا ہے بلکہ اُس کو وہی بندہ اپنے بندوں میں زیادہ عزیز و محبوب ہوتا ہے جو اپنے آپ کو پورا کا پورا اس کی سپردگی میں دیدے اور پوری بندگی و عاجزی سے اس سے پناہ مانگے اور مدد چاہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ''جب بندہ اپنے اللہ کا وسیلہ تلاش کرتا ہے اور اس کے روبرو التجا و دعا کرتا ہے تو اللہ اس کی دعاؤں کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ کریم ہے۔ اس کے روبرو اگر کوئی بندہ گڑگڑاتا ہے تو اس کی شانِ کریمی کی بارش اپنے بندہ مومن کو سرشار کردیتی ہیں۔ اللہ بغیر حاجت روائی کی دعا کے اپنی نعمتوں کا آغاز کرتا ہے اور بغیر سوال کے احسانات کی نوازشیں کرتا ہے۔



Marfat.com

اسلام میں وحدانیتِ الٰہی کو مرکزی اہمیت اور حیثیت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام میں شرک کی ہر صورت گناہِ کبیرہ ہے جس کی سخت سزا اللہ کی جانب سے ملنے کی وعید دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف خالقِ کائنات ہے بلکہ وہی ہمارا اور سارے عالموں کا رب بھی ہے۔ یا یوں کہیں کہ اللہ کی ذات ساری مخلوقات کے سلسلہ میں اپنی پوری قدرت کے ساتھ اور اپنے ارادہ سے تصرف کرسکتی ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہی اول ہے وہی قدیم ہے۔ وہ ازل سے ہے وہی ابدالآباد رہے گا۔ اس کے وجود کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا۔ وہ حکیم ہے۔ مدبر ہے' دانا ہے' وہ محیط ہے' اس کی قدرت سب پر غالب ہے۔ اس کے علم سے کوئی بات خارج نہیں' اس کی رحمتوں کی کوئی حد نہیں۔ وہی سب کا ملجا و ماویٰ ہے۔ اس کی بخششوں کے سب محتاج ہیں۔ سب اس کے دست نگر ہیں۔ اس کی مشیت و ارادہ میں کسی کا کوئی دخل نہیں۔ وہ ایک ایسی ذات والا صفات ہے جس کی تقسیم و تجسیم نہیں کی جاسکتی' اس نے ہر چیز ایک اندازے اور تناسب سے پیدا کی ہے۔ اس سے وابستہ تمام صفات صرف اس کی ذات عالی میں جمع ہوسکتی ہیں۔ وہی سب کو دوبارہ زندہ کرے گا اور سب کا حساب کتاب لے گا اور سب کو ان کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا دے گا' وہی کائناتِ ارضی وسماوی کا نظام چلانے والا ہے۔ سارے خزانوں کی مالک و متصرف اسی کی ذات ہے۔ یوں تو قرآن حکیم میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا ذکر آیا ہے۔ مگر سورۃ حشر کے آخر میں اس کی کئی صفات ایک خاص ترتیب سے بیان ہوئی ہیں۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا وجود بخشنے والا۔ صورت بنانے والا' اسی کے لئے (نہایت) اچھے نام ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی ہر شے اُسی کی تسبیح کرتی ہے۔ (الحشر۔۲۴)



Marfat.com

تفسیر۔ کائنات اور کائنات کی ہر چیز' تخلیق کے ابتدائی منصوبے سے لے کر اپنی اپنی مخصوص اور معروف صورت میں ڈھلنے تک اللہ ہی کی بنائی اور سجائی ہوئی ہے۔ کوئی چیز نہ خود بخود وجود میں آئی ہے نہ کسی طرح اتفاقاً پیدا ہوئی ہے۔ نہ اس کی صورت گری اور بناوٹ میں کسی دوسرے کا ذرہ برابر کا عمل دخل ہے۔ اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ کی قوت تخلیق کے الگ الگ تین مدارج بیان کئے گے ہیں۔ پہلا مرحلہ تخلیق کا ہے جس کا مطلب تقدیر یا منصوبہ سازی ہے۔ جیسے کوئی انجینئر کوئی عمارت بنانے سے پہلے یہ ارادہ کرتا ہے کہ اسے ایسی عمارت بنانی ہے جو اس خاص مقصد کے لئے بنائی جائے گی اُس کا نقشہ اس کے ذہن میں ہوتا ہے۔ جیسے ہم پلان کہتے ہیں۔ دوسرا لفظ یہاں باری کا استعمال ہوا ہے باری کے معنی ہیں۔ عدم سے وجود میں لانے والا۔ صورت گر۔ ترتیب وتزئین کرنے والا۔ وہ ذات جس نے سب کو الگ الگ صورتیں عطاء کیں۔ باری بَرء سے بنا ہے جس کے معنی بنانے کے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے۔ علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ باری وہ ہے جس نے مخلوق کو تفاوت اور اس کے اجزاء واعضاء کو عدم تناسب سے بری پیدا کیا۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ ایک ہاتھ بڑا ایک چھوٹا یا ایک موٹا ہو دوسرا پتلا' اسی طرح مزاج خاصیتوں' شکلوں' برائی' اچھائی میں ایک دوسرے سے مختلف وممتاز فرمایا ہے' پس اس اعتبار سے باری خالقِ عام ہے (روح المعانی) اسی طرح امام بیہقی اپنی کتاب الاسماء والصفات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''حلیمی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ باری کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو اپنے علم اور مرتبے کے مطابق طرح طرح کی مخلوقات کو ایجاد کرنے والا۔ دوسرے معنی یہ کہ قلب حقیقت اور تبدیل ماہیت کرنے والا (لغات القرآن مولانا عبدالرشید نعمانیؒ)۔ باری کے معنی یہ بھی ہیں کہ اپنے سوچے ہوئے نقشے کے مطابق کسی چیز کی تعمیر کرنا' کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا' وہ نقشہ جو انجینئر کے ذہن میں تھا اسے اس نے پہلے زمین پر ناپ تول کر بنایا۔ پھر اس کے مطابق کھدائی کرائی' دیواریں چھت وغیرہ تعمیر اور آخری اور تیسرے مرحلے کے معنی صورت گری یعنی اس بنائی گئی' تخلیق کو



Marfat.com

سجانا سنوارنا اور آخری اور مکمل شکل دینا۔ ان تینوں مرحلوں میں اللہ کے کام سے انسانی کاموں کو کہیں دور پرے کی نسبت نہیں۔ کیونکہ انسانوں کا کوئی بھی منصوبہ ایسا نہیں جو کسی نہ کسی طرح سابقہ نمونہ سے متاثر نہ ہو اور مطابقت نہ رکھتا ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کے تمام کے تمام کام بے مثال اور اس کی اپنی ایجاد ہیں۔ انسان جو کچھ بناتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہی پیدا کردہ مادوں کو ترتیب دے کر بناتا ہے' اس کے بس کی بات نہیں کہ وہ کوئی بھی چیز عدم سے وجود میں لے آئے' بلکہ پہلے سے موجود اشیاء و اجزاء کو مختلف طریقوں اور ترکیبوں سے ترتیب دیتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے اور اُس کا مادۂ تخلیق بھی خود ہی پیدا کرتا ہے۔ انسان تو اُس کی کسی طرح نقالی بھی نہیں کرسکتا جبکہ وہی اصل خالق اور مصورّ ہے' اس نے ہر جنس' ہر نوع' اور ہر فرد کی صورت لاجواب بنائی ہے' اور کبھی ایک صورت کی ہو بہو تکرار نہیں کی۔ اسمائے حُسنیٰ سے مراد اسمائے صفات ہیں۔ اور اللہ کو ان ناموں سے یاد کرنا چاہیئے' جو اس کی صفاتِ کمالیہ و عالیہ کا اظہار کرتے ہوں۔ قرآنِ حکیم میں جگہ جگہ اسمائے حسنیٰ بیان کئے گئے ہیں اور حدیث شریف میں اس ذات پاک کے نام گنائے گئے ہیں جنہیں ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک اور روایت ہے کہ نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو۔ جس نے ان ناموں کو یاد کرلیا وہ جنت میں داخل ہوا۔

ان اسماء حسنیٰ میں سب سے پہلا اور منفرد نام اسم ذات اللہ ہے جس کو تمام صفات وخصائل کا مجموعہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ نام صرف خالقِ کائنات کے لئے مخصوص ہے اور اس میں ربوبیت کی تمام صفات پنہاں ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ' امام شافعیؒ اور دیگر آئمہ کے نزدیک نہ تو زمانہ جاہلیت میں یہ نام کسی مخلوق کا رہا اور نہ اسلام آنے کے بعد۔ کلمۂ توحید جس پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے اسی نام کو معبود واحد کے لئے استعمال کیا گیا ہے' جس کو مانے بغیر کوئی



Marfat.com

مسلم نہیں ہوسکتا۔اس سلسلے میں ایک حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے۔اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اسلام کی عمارت پانچ ستونوں پر کھڑی ہے۔ (متفق علیہ)

اسلام کی بنیاد جن پانچ چیزوں پر قائم ہے ان میں سب سے اہم اور پہلی بنیاد اللہ کو ایک ماننا کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرانا اللہ کو واحد تسلیم کرتے ہوئے انسان اپنے قول و عمل سے یہ ثابت کر دکھائے کہ وہ اللہ کو ہی معبود' حاکمِ اعلیٰ اور مالک و آقا سمجھتا ہے۔اس کے علاوہ کسی دوسرے کو ہم اپنا آقا و مالک اور اپنی جدوجہد کا مرکز نہیں بنا سکتے ایسے موحدین سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

اللہ کی قوت واقتدار اور اُس کے رب ہونے کا اقرار تمام پیغمبر اور رسول کرتے اور کراتے آئے ہیں۔سب نے اللہ کی قوت وحکمت و برتری اور وحدانیت کی ہی تعلیم دی ہے۔ حضرت موسیٰؑ سے فرعون نے سوال کیا۔''اے موسیٰؑ تمہارا رب کون ہے۔'' تو حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔

رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ۝

ترجمہ۔ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک کو اُس کی خاص صورت شکل عنایت فرمائی پھر راہ سجھادی۔(طٰہٰ۔۵۰)

تفسیر۔انھوں نے جواب دیا کہ ہم صرف اُس کو رب مانتے ہیں جس نے ہر چیز کو ایک خاص ساخت دی۔ وہی ہمارا پروردگار' آقا' مالک' حاکم اللہ ہی سب کچھ ہے ہمارے نزدیک وہی ہمارا رب ہے اُس کے سوا کوئی دوسرا رب ہمیں تسلیم نہیں۔

دنیا کی ہر شے جیسی بھی بنی ہوئی ہے اُسی اللہ کے بنانے سے بنی ہے۔ ہر چیز کو جو



Marfat.com

بناوٹ شکل وصورت' جوقوت وضلاحیت اور صفت وخاصیت حاصل ہے۔ وہ سب اللہ ہی کی عطا کردہ ہیں۔ ہاتھ کو کام کرنے کے لئے جس ساخت کی ضرورت تھی اللہ نے اس کو ویسا ہی بنایا ہے' پاؤں کو جو ساخت درکار تھی اسے ویسے ہی تناسب سے بنایا ہے۔ ایسے ہی انسان' حیوان' نباتات' جمادات' ہوا' پانی' روشنی' ہر ایک چیز کو اس نے وہ صورتِ خاص عطا کی جو اسے کائنات میں اپنے حصے کا کام ٹھیک ٹھیک انجام دینے کے لئے مطلوب تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو' مخصوص انداز واشکال میں بنا کر یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ان کی حفاظت ورہنمائی بھی وہی کرتا ہے۔ دنیا کی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جسے اپنی ساخت سے کام لینے اور اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے کا طریقہ اللہ نے نہ سکھایا ہو۔ مثلاً کان کو سننا اور آنکھ کو دیکھنا اسی نے سکھایا۔ ایسے ہی مچھلی کو تیرنا' چڑیا کو اڑنا اسی رب کائنات کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ ایسے ہی درختوں کو پھول پھل دینا اور زمین کو نباتات اگانے کی ہدایت اسی رب کی دی ہوئی ہے۔ غرض کہ ساری کی ساری کائنات کا وہی واحد رب مالک ومختار اور معلم ہے۔ اس مختصر سے جملہ سے حضرت موسیٰ نے فرعون کے سوال کا مدلل اور جامع جواب دے دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ کیوں رب ہے اور کیوں اس ایک اللہ کے سوا کوئی اور معبود کوئی رب نہیں مانا جا سکتا۔ ظاہر ہے جب فرعون اور اس کی قوم کا ہر فرد اپنی ذاتِ خاص کے لئے اُس اللہ کا ہی ممنونِ احسان ہے اور ان میں سے کوئی بھی اُس کی دی ہوئی مہلت سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا تو پھر فرعون یا کسی اور کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ لوگوں کا رب ہے کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اسی آیت شریفہ سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ ہی ہے جو تمام کائنات کا ہادی ہے اور جو ہر چیز کو اس کی حالت اور ضرورت کے مطابق ہدایت دے رہا ہے۔ وہی ذاتِ کریم انسان کی زندگی کے لئے بھی رہنمائی کا انتظام کرنے والی ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۝

ترجمہ۔ جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے۔ (الشعراء۔ ۷۸)



Marfat.com

تفسیر۔ وہ اللہ ہی ہے جو دین و دنیا کے مصالح اور منافع کی طرف میری رہنمائی کرتا ہے۔ یہ بنیادی وجہ ہے جس کی بنا پر اللہ اور صرف ایک اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی قوم کے لوگ اس حقیقت کو تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی اُن کا خالق ہے' وہ یہ مانتے تھے کہ اُن کا پیدا کرنے والا بھی اللہ ہی ہے۔ یہاں تک کہ اُن کی قوم اپنے معبودوں تک کو اللہ کی مخلوق تسلیم کرتے تھے۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کی دلیل یہ تھی کہ میں اللہ کی عبادت کو صحیح اور برحق سمجھتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا۔ مخلوق کو اپنے خالق کی ہی بندگی کرنا چاہیے کسی دوسرے کی نہیں۔

دنیا میں جو کچھ موجود ہے اسے کہاں ہونا چاہیے اس کا تعین اس طرح ممکن ہے کہ انسان کائنات میں موجود مختلف اشیا کی حقیقت معلوم کر سکے اور ایسا صرف اور صرف کلامِ الٰہی کی روشنی ہی سے ممکن ہے اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے درست اور صحیح طور پر حقیقت کا ادراک ہو سکے۔ کلامِ الٰہی کی روشنی سے انسان' قلبِ کائنات کی گہرائیوں میں اتر سکتا ہے' اس کے لئے انسان پر سب سے پہلے اپنی ذات کے اثبات کا احساس ہونا چاہیے۔ یوں حقیقت منکشف ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کیسی شفقت و محبت کرتا ہے اس کے لئے ہم یہاں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ارشادات میں سے ایک اقتباس جو حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے پیش کر رہے ہیں اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انسان جب ایک ننھے سے پودے کی دیکھ بھال اور نشو و نما کے لئے اتنی محنت اور لگن کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ مالک و خالق جس نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا کیسی محبت و شفقت فرماتا ہوگا۔ انسان تو اپنی اولاد تک کا خالق نہیں ہوتا کیونکہ اولاد اگر انسان کے چاہنے سے پیدا ہو سکتی تو پھر اس دنیا میں کوئی بے اولاد نہ رہتا اللہ تعالیٰ کل کائنات کا خالق و مالک ہے وہی بہتر سمجھتا اور جانتا ہے کہ ہمارے لئے کیا اچھا اور کیا برا ہے کیونکہ کبھی کبھی جسے ہم اپنا نقصان و خسارہ سمجھ رہے ہوتے ہے وہی



Marfat.com

عین رحمتِ خداوندی ہوتی ہے۔ ہمیں کہیں بعد میں بہت دیر میں اس کا احساس ہوتا ہے۔ آئیں پہلے حضرت مولانا نوتویؒ کے اقتباس سے بہرور ہو جائیں۔

''یہ ایک فطری اور عام دستور ہے کہ باغ میں جب کوئی نیا پودا زمین شق کرتا ہوا تخم (بیج) سے باہر نکل آتا ہے تو باغبان (مالی) اس کے تحفظ میں پوری کوشش اور ہمت صرف کر دیتا ہے اور جب تک وہ جملہ آفات ارضی وسماوی سے محفوظ ہو کر اپنے حد کمال کو نہیں پہنچ جاتا اس وقت تک بہت زیادہ تردد اور عرق ریزی کرنا پڑتی ہے۔ اب غور کرنا چاہیے کہ پودے کی زندگی کو فنا کر دینے والی یا اس کے ثمرات کے تمتع سے مالک کو محروم بنا دینے والی کون کون سی آفات ہیں جن کے شر سے بچانے میں باغبان کو اپنی مساعی کے کامیاب بنانے کی ہر وقت دھن لگی رہتی ہے۔ ادنیٰ تامل سے معلوم ہو جائے گا کہ ایسی آفات اکثر چار طرح سے ظہور پذیر ہوتی ہیں جن کے انسداد کے لئے باغبان کو چار امور کی اشد ضرورت ہے اول ایسے سبزہ خور جانور کے دندان، دہن کو اس پودے تک پہنچنے سے روکا جائے جن کی جبلت اور خلقت میں سبزہ وگیاہ کا کھانا داخل ہے۔ دوسرے کنویں یا نہر یا بارش کا پانی ہوا اور حرارتِ آفتاب (غرض کہ تمام اسباب زندگی وترقی) کے پہنچنے کا پورا انتظام تیسرے اوپر سے برف اولہ وغیرہ جو اس کی حرارت غریزیہ کو احتقان کا باعث ہو اس پر گرنے نہ پائے کیونکہ یہ چیز اس کی ترقی اور نشوونما کو روکنے والی ہے۔ چوتھے مالکِ باغ کا دشمن یا کوئی حاسد اس پودے کی شاخ وبرگ وغیرہ کو نہ کاٹ ڈالے یا اس کو جڑ سے اکھاڑ کر نہ پھینک دے اگر ان چار باتوں کا خاطر خواہ بندوبست باغبان نے کر لیا تو خدا سے امید رکھنا چاہیے کہ وہ پودا بڑا ہوگا پھولے پھلے گا اور مخلوق اس کی پر میوہ شاخوں سے استفادہ کریگی۔ ٹھیک اسی طرح ہم کو خالقِ ارض وسما سے چمنستانِ کا جو حقیقی مالک ومربی ہے اپنے شجرِ وجود اور شجرِ ایمان کے متعلق ان ہی چار قسم کی آفات سے پناہ مانگنا چاہیے۔''

جیسا کہ اس تمثیل سے ظاہر ہوا کہ مالی نے ننھے پودے کس کس طرح حفاظت کی جب



Marfat.com

کہ وہ اس کا خالق بھی نہیں تھا نہ ہی بیج سے اکو ا بننے میں مالی کا کسی قسم کا کردار ہے۔ یہ تو خدا کی قدرت ہے کہ وہ کس طرح ایک چھوٹے سے بیج سے اس قدر تناور درخت پیدا فرماتا ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ ماں اور بچے کا ہے۔ ماں باپ تو صرف اس بچے کی پیدائش کا ذریعہ بنتے ہیں ورنہ تو اس بچے کا اصل خالق تو اللہ ہی ہے۔ ماں اپنے بچہ سے کس درجہ محبت کرتی ہے اور کیسی شفقت' مشقت سے اُس کو پروان چڑھاتی ہے۔ پھر وہ ہستی جو ہم سب کی خالق و مالک ہے اُسے اپنی تخلیق سے کس قدر انسیت و محبت ہوگی۔ اس کی ذات کیسی عالی شان رحم کرنے والی کرم کرنے والی ہوگی۔ دنیاوی زندگی میں ہم عام طور پر مشاہدہ کرتے ہیں کہ بچے کو ماں ہی مارتی ہے اور وہ ماں سے ہی لپٹا جاتا ہے کہتے ہیں ناں ماں ہی مارے بچہ ماں ہی ماں پکارے۔ اب اگر انسانوں پر کبھی کوئی سختی آ جائے یا وہ کسی تکلیف و مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو اسے ہر حال میں اپنے رب سے ہی رجوع کرنا چاہیے' اُس سے ہی پناہ مانگنا چاہیے' اس سے ہی امداد مانگنا چاہیے کہ صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات بابرکت ایسی ہے جو ہماری غمی میں خوشی میں مدد کر سکتی ہے۔ بس ہمیں تو اتنا ہی کرنا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں اور اس کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلتے رہیں اور جن جن باتوں اور چیزوں سے منع فرمایا ان کے قریب نہ جائیں۔ اُس کے ہر ہر حکم کی پوری پاسداری اور اطاعت کے ساتھ پابندی کریں۔

پنجابی کے معروف شاعر میاں محمد نے اس مضمون کو خوبصورت انداز میں قلم بند کیا۔

مالی دا کم پانی دینا' تے بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھل لانا لاوے یا نہ لاوے

مالی کا کام تو صرف اتنا ہے کہ وہ مشک بھر بھر کر پانی ڈالتا رہے اور دیکھ ریکھ کرے۔ یہ مالک کا (اللہ) کام ہے کہ وہ پھل پھول لگائے نہ لگائے۔ قرآن انسان کو کن علمی بلندیوں تک لے جاتا ہے انسان کو اس کا صحیح اندازہ اور ادراک نہیں ہو سکتا۔ اگر صحیح اندازہ ہو جائے تو



Marfat.com

پھر وہ اِدھر اُدھر ٹھوکریں کھانے سے بچ جائے۔ تلاشِ حق کے اس بحرِ بے کنار میں قرآنی روشنی کے مینار انسان کے سامنے روشن ہو جاتے ہیں پھر اس کا ہر ہر قدم روشن منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اندھیرے اپنے آپ دور سے دور تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ربِ کائنات نے شیطان کے شر سے محفوظ رہنے اور اللہ کی پناہ میں آنے کے بہت سے طریقے دعا کے طور پر تعلیم فرمائے ہیں جس سے انسان نہ صرف اللہ کی پناہ میں آ جاتا ہے بلکہ دعا مانگنے کے طفیل اللہ کی خوشنودی اور اس کے رحم وکرم کا مستحق بھی بن جاتا ہے۔ حدیث شریف میں حضرت انسؓ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم! اگر تو نے مجھ سے دعا کی اور امید لگائی تو میں تیرے (سارے گناہوں کو) معاف کردوں گا اور پروا نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمانوں کے کناروں تک پہنچ جائیں اور تو نے مجھ سے مغفرت کی درخواست کی تو میں تیری مغفرت کردوں گا اور پروا نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین کے برابر خطا کاریاں لے کر میرے پاس آئے اور مجھ سے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کوئی شرک نہ کیا ہو تو میں تجھے زمین کی وسعتوں کے برابر مغفرت عطا کردوں گا۔'' (ترمذی۔ حدیث ۲۵۳۴) اِس حدیثِ قدسی سے دُعا کی اہمیت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے۔

دعا مانگنا دراصل اللہ سے پناہ مانگنا ہے خود کو اپنے رب کی پناہ میں دینا ہے۔ دعا مانگنا دراصل اپنی زندگی کی عاجزی کا اپنی کمتری کا اظہار اور اللہ کی بڑائی اور قوت وحکمت اور اس کے مالک وآقا ہونے پروردگار ہونے کا اقرار کرنا ہے۔ دعا کس طرح اور کیسے مانگی جائے؟ اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ نے اور خود قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے طریقہ تعلیم فرمادیا ہے۔ اس سے پہلے کہ آگے بڑھیں کیوں نہ ہم دعا کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کے ارشادات سے روشنی حاصل کریں۔ حضرت نعمانؓ بن بشیر کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دعا عین عبادت ہے اور پھر آپ نے سورۃ المؤمن کی آیت نمبر ۶۰ تلاوت فرمائی۔



Marfat.com

''تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا' جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں ضرور وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' (مسند احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' ابن ابی حاتم' ابن جریر)

حضرت اَنسؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر غضبناک ہوتا ہے'' (ترمذی) حضرت سلمانؓ فارسی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''قضاء کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی مگر دعا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو بدل دینے کی طاقت کسی میں نہیں ہے مگر اللہ خود اپنا فیصلہ بدل سکتا ہے اور یہ اس وقت ہی ہوتا ہے جب بندہ اپنے رب سے دعا مانگتا ہے۔ (دعا مسلمانوں کا ایسا طاقتور ہتھیار ہے کہ اس سے اللہ کے فیصلے بدل سکتے ہیں کیونکہ اللہ اپنے کئے ہوئے فیصلے خود بدلنے پر قادر ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو دعائیں مانگتے رہنا چاہیے)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''آدمی جب کبھی اللہ سے دعا مانگتا ہے' اللہ اسے یا تو وہی چیز عطا کر دیتا ہے جس کی اس نے دعا کی تھی یا اسی درجے کی کوئی بلا جو اس پر آنی تھی اس پر آنے سے روک دیتا ہے' بشرطیکہ وہ کسی گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔'' اسی سے مماثل روایت حضرت ابوسعید خدریؓ کی بھی ہے فرمایا نبی اکرم ﷺ نے۔ ''ایک مسلمان جب بھی کوئی دعا مانگتا ہے' بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطعِ رحمی کی دعا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں قبول فرماتا ہے۔ یا تو اس کی وہ دعا اسی دنیا میں قبول کر لی جاتی ہے' یا اسے آخرت میں اجر دینے کے لئے محفوظ رکھ لیا جاتا ہے' یا اسی درجہ کی کسی آفت کو اس پر آنے سے روک دیا جاتا ہے۔'' (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو یوں نہ کہے کہ خدایا مجھے بخش دے اگر تو چاہے' مجھ پر رحم کر دے اگر تو چاہے' مجھ رزق عطاء کر دے اگر تو چاہے' بلکہ اسے قطعیت کے ساتھ دعا مانگنا چاہیے اور پورے پورے



Marfat.com

یقین سے کہنا چاہیے کہ اے اللہ میری فلاں فلاں حاجت پوری کر۔'' (بخاری)

دوسری روایت بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی منقول ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ سے دعا اس یقین کے ساتھ مانگو کہ وہ قبول فرمائے گا۔'' (ترمذی) ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے۔ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے ''بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلد بازی سے کام نہ لے۔ عرض کیا گیا جلد بازی کیا ہے یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''جلد بازی یہ ہے کہ آدمی کہے میں نے تو بہت دعا کی' بہت دعا کی مگر میں دیکھتا ہوں کہ میری دعا قبول ہی نہیں ہوتی' اور یہ کہہ کر آدمی تھک جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے۔'' (مسلم) ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے اس طرح ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ کی نگاہ میں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز باوقعت نہیں ہے۔''

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ اللہ اسے پسند فرماتا ہے کہ اس سے مانگا جائے۔'' (ترمذی)

ایک اور حدیث میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''پس اے بندگان خدا تم ضرور دعا مانگا کرو۔''

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''تم میں سے ہر شخص کو اپنی ہر حاجت اللہ سے مانگنی چاہیے حتیٰ کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ سے ہی دعا کرو۔'' یعنی جو معاملات بظاہر انسان کو اپنے اختیار میں محسوس ہوتے ہیں اُن میں بھی تدبیر کرنے سے پہلے اسے اللہ سے مدد مانگنی چاہیے' اس لئے کہ کسی بھی معاملے میں ہماری کوئی بھی تدبیر اللہ کی توفیق و تائید کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی اور تدبیر سے پہلے دعا کے معنی یہ ہیں کہ بندہ ہر وقت اپنی عاجزی بندگی' اور اللہ کی بالادستی کا اقرار و اعتراف کر رہا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ نے سورۃ المومن کی آیت نمبر ۶۰ صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ پوری امت کو بھی تعلیم فرمائی اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ دعا کیا ہے اور کیوں



Marfat.com

ضروری ہے اور اللہ کا کیسا کرم خاص اپنے بندوں پر اور پوری امت مسلمہ پر ہے کہ قرآن حکیم میں جگہ جگہ بار بار اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی فلاح و بہتری کے لئے خود قرآنی دعائیں تعلیم فرما رہا ہے' خود سے مانگنے کے طریقے اور اسلوب سکھا رہا ہے۔ کیا مانگنا ہے؟ کیسے مانگنا ہے؟ سب کچھ خود ہی بتا رہا ہے اور کیا نہیں مانگنا وہ بھی سمجھا رہا ہے۔ دعا قبول کرنے نہ کرنے کے جملہ اختیارات اُس مالکِ کل کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ پوری کائنات میں صرف اللہ ہی کی ہستی وہ ہستی ہے جس سے ہم جو چاہیں جب چاہیں براہ راست مانگ سکتے ہیں' بغیر کسی حیلے وسیلے کے۔ المومن کی آیت نمبر ۶۰ میں ربِ کائنات اپنے بندوں سے مخاطب ہے۔ ''تمہارا رب کہتا ہے' مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا' جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں' ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' اس آیت مبارکہ کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ہمیں تین باتوں کو سمجھنا ضروری ہے۔

سب سے پہلے یہ کہ انسان دعا صرف اسی ہستی سے مانگتا ہے جس کو سننے والا' دیکھنے والا' جاننے والا اور مکمل قوت والا مانتا ہو' جو تمام قوت و اقتدار کا مالک ہو۔ دعا مانگنے کا محرک دراصل انسان کے اندر کا یہ احساس ہے کہ دنیا کے فطری ذرائع اور وسائل اس کی کسی تکلیف کو رفع کرنے یا اس کی حاجات کو پورا کرنے کے لئے کافی نہیں یا کافی ثابت نہیں ہو رہے اس لئے وہ کسی بہت بڑی اور تمام اختیارات کی مالک ہستی کی طرف رجوع کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ اس عالی مرتبت ہستی کو انسان بے دیکھے اس یقین کے ساتھ پکارتا ہے کہ وہ ہر وقت' ہر جگہ' ہر حال میں اس کی پکار سن سکتی ہے چاہے وہ اسے بلند آواز سے پکاریں یا چپکے چپکے دل ہی دل میں پکاریں۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ پکارنے والے کو یہ یقین ہوتا ہے کہ میں جسے پکار رہا ہوں وہ میری مدد ضرور کرے گا۔ دعا کی اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد یہ سمجھنا قطعی مشکل نہیں رہتا کہ جو شخص اللہ کے سوا کسی اور ہستی کو مدد کے لئے پکارتا ہے وہ درحقیقت خالص شرک کا مرتکب ہو رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی میں اُن صفات کی توقع کر رہا ہوتا ہے جو



Marfat.com

ذاتِ الٰہی کی صفاتِ عالیہ ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ سمجھتا تو کبھی اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی کی طرف رجوع نہ کرتا اور اُس سے دعا مانگنے کا تصور تک اس کے ذہن میں نہ آتا۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ کسی کے اس فکر اور تصور سے کہ وہ اختیارات کا مالک ہے اُسے نہ اختیار ملتا ہے نہ مل سکتا ہے۔ جو اختیارات کا مالکِ حقیقی ہے وہ مالک رہے گا خواہ ہم اُسے مالک سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ ہمارے مالک کو مالک سمجھنے سے نہ تو اس کے اختیارات میں کوئی اضافہ ہوگا اور نہ ہی مالک نہ سمجھنے سے اس کے اختیارات میں کسی قسم کی کوئی کمی واقع ہو گی۔ مالک تو ہر حال میں مالک ہی رہے گا۔ قادرِ مطلق، مدبر کائنات، سمیع و بصیر تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ وہ ہی کلی طور پر اختیارات کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسری ہستی پوری کائنات میں ایسی نہیں جو دعائیں سننے اور قبول کرنے اور نہ مقبولیت کی صورت میں کوئی کارروائی کرنے کا اختیار رکھتی ہو۔ اس کھلی حقیقت کے باوجود اگر کچھ لوگ انبیاء کرام، اولیا عظام، فرشتوں، جنوں اور دیگر فرضی دیوی دیوتاؤں کو اللہ کے اختیارات میں شریک سمجھ بیٹھیں تو اس سے نہ تو حقیقت بدل سکتی ہے اور نہ ہی اللہ کے اختیارات متاثر ہو سکتے ہیں۔ ہاں اللہ کے اختیارات کے منکر مشرک اور اپنے اوپر ظلم کرنے والے ٹھہریں گے۔

تیسری اور ضروری بات یہ ہے کہ اللہ کے سوا، کسی دوسرے انسان سے اپنی حاجات کے لئے رجوع کرنا ایسی ہی بات ہے جیسے حاکم وقت کے دربار میں اپنی حاجت کی عرضی حاکم کے بجائے اپنے سے پہلے موجود اپنے ہی جیسے حاجت مندوں کو پیش کر کے ان سے یہ امید کرے کہ اس کی درخواست پر شنوائی ہو جائے گی اور حاکم کی خوشامد کرنے کے بجائے اپنے ہی جیسے سائلوں کی خوشامد درآمد کر کے کہ میرا کام ہو جائے گا جبکہ وہ ہستی جسے درخواست دی جا رہی ہے خود اپنی مجبوری کم مائیگی کا اظہار کر رہی ہو اور کہہ رہی ہو کہ میں تو خود تمہارے جیسا سوالی ہوں۔ میں تو خود اپنی پناہ کی درخواست لے کر اس دربار میں آیا ہوں۔ ان باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو سمجھنے کی کوشش کریں تو بات آسانی سے سمجھ



Marfat.com

میں آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ خود اس آیت کریمہ میں فرماتا ہے'' مجھے پکارو' تمہاری دعاؤں کا جواب دینے والا میں ہوں' انھیں قبول کرنا میرا کام ہے۔'' اس آیت میں دعا اور عبادت کو مترادف الفاظ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دعا عین عبادت ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ سے دعا نہ مانگنے والوں کے لئے گھمنڈ میں آ کر عبادت سے منہ موڑتے ہیں'' کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سے دعا مانگنا عین عبادتِ الٰہی اور تقاضائے بندگی ہے۔ اس سے منہ موڑنے کا مطلب عبادت سے منہ موڑنا ہوگا اس سے انسان کے گھمنڈ تکبر غرور کا اظہار ہوگا۔ انسان کی بندگی کی معراج یہی ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کی پوری اطاعت و عاجزی سے بندگی کرے اور مالک کی طرف سے ملنے والے ایک ایک لمحہ کو اپنے رب کی پناہ میں گذارے اور اللہ کا بندہ ہونے کا حق ادا کرے۔

اسلام انسان کو جو تہذیبِ عبادت و بندگی سکھاتا ہے اس کے قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ انسان اپنے ہر کام کی ابتداء اللہ کے نام سے کرے۔ اس کے کئی فائدے ہوں گے۔ اول تو انسان بہت سے برے کاموں سے بچ جائے گا' کیونکہ اللہ کا نام لینے کی عادت اسے ہر کام شروع کرنے سے پہلے سوچنے پر مجبور کر دے گی کہ کیا واقعی جو کام میں کرنے جا رہا ہو اس کی ابتدا اللہ کے پاک نام سے کرنا مناسب ہوگا۔ کیا کسی گویئے اور موسیقار کو' موسیقی کا مظاہرہ اللہ کے نام سے کرنا چاہیے؟ اس طرح وہ از خود برے اور غلط کاموں سے رک جائے گا۔ سب سے اہم اور بڑا فائدہ اللہ کے نام سے اپنے کاموں کی ابتدا کرنے سے یہ ہوگا کہ ان سب میں اللہ کی تائید اور توفیق شامل ہو جائے گی اور اور شیطان مردود کی فساد انگیزیوں سے وہ بچا رہے گا۔

دعا کے لغوی معنی بلانے کے ہیں۔ اللہ سے التجا کرنا' اُس سے تائید طلب کرنا اور اُس سے درخواست کرنا یہی دعا ہے۔ دعا انسان کا اپنی طلب اور خواہش کے لئے اللہ تعالیٰ کی



Marfat.com

طرف رجوع کرنا ہے اور اس سے مدد طلب کرنا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

ترجمہ۔ اور اے نبی میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ یہ بات تم انہیں سنادو شاید کہ وہ راہ راست پالیں۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۶)

تفسیر۔ اگرچہ انسان اللہ کو دیکھ نہیں سکتا لیکن وہ تو اپنے ہر بندے سے اتنا قریب ہے کہ وہ جو چاہے جب چاہے اللہ سے اپنی عرض معروض کرسکتا ہے۔ حتیٰ کہ دل ہی دل میں وہ جو کچھ چاہے اپنے رب سے گزارش کرسکتا ہے۔ اللہ اُسے بھی سن لیتا ہے اور صرف سنتا ہی نہیں بلکہ فیصلہ بھی صادر کرتا ہے۔ جن بے حقیقت اور بے اختیار ہستیوں کو بے خبر انسان اللہ کا جانشین یا کسی بھی طرح اللہ کا ہمسر بنا لیتے ہیں وہ نہ تو ان انسانوں کی کسی طرح کچھ مدد کرسکتے ہیں' نہ شنوائی کرسکتے ہیں اور پھر انسان کو ان کے پاس تو خود ہی دوڑ دوڑ کر جانا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود وہ ان انسانوں کی درخواستوں پر کوئی فیصلہ صادر نہیں کرسکتے' بلکہ کائنات بے کراں کا خالق' تمام عالموں کا مالک' تمام طاقتوں کا منبع و مرکز تم سے اتنا قریب ہو کہ تم خود بغیر کسی وسیلے' واسطے اور سفارش کے براہ راست اور ہر وقت اور ہر جگہ اپنی درخواستیں اس تک پہنچا سکتے ہو۔ اس لئے انسانوں کی بہتری اور بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اللہ کی دعوتِ عام پر لبیک کہتے ہوئے اس کے ہی دامن میں پناہ حاصل کریں اور اپنی پوری عاجزی اور نیازمندی سے اللہ کی طرف رجوع کریں اور اُس کی ذاتِ واحد پر مکمل بھروسا کریں' اُس کی ہی بندگی اور اطاعت کریں۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۲ میں قرآن حکیم ہمیں یوں راہ دکھا رہا ہے۔



Marfat.com

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۝

ترجمہ۔ ''اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو۔ جو کچھ مَردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ۔ ہاں اللہ سے اُس کے فضل کی دعا مانگتے رہو یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔'' (سورۃ النساء۔۳۲)

تفسیر۔ حاجت روائی اور مشکل کشائی کے سارے اختیارات اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اِس لئے صرف اُس ہی سے دعا مانگنا برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں کا دعا کرنا بہت پسند ہے۔ دنیا میں اگر کسی شخص سے بار بار کچھ نہ کچھ مانگا جاتا رہے تو وہ کتنا ہی بڑا سخی کیوں نہ ہو بالآخر اکتا کر ناراض ہو جاتا ہے' جبکہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اُس کے برعکس ہے۔ بندہ اللہ سے جتنا زیادہ مانگے گا' اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے اتنے ہی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو انسان اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے ناراض ہو جاتا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ دعا اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے بلکہ دعا ایک مستقل عبادت بھی ہے۔ دعا خواہ اپنے ذاتی اور دنیاوی مقصد کے حصول کے لئے ہی مانگی جائے وہ بھی عبادت میں شمار ہوتی ہے اور اس پر بھی اللہ کی جانب سے اجر و ثواب ملتا ہے۔ جتنی زیادہ دعا مانگی جائے اتنا ہی اللہ سے تعلق بڑھتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان تنگی اور مشکلات کے وقت ہی دعا مانگے بلکہ خوش حالی اور مسرت و خوشی کے موقع پر بھی انسان کو اپنے رب سے دعا مانگتے رہنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص یہ چاہے کہ مصائب اور تنگیوں کے وقت اس کی دعا قبول ہو تو اسے چاہیے کہ خوش حالی کے وقت کثرت سے دعا کیا کرے۔ (جامع الاصول ترمذی) دُعا کا تعلق تنگی اور کشادگی سے نہیں۔ اگر تلخ حالات میں انسان اپنے



Marfat.com

لئے راحت' مسرت اور آسانیوں کی دُعا کرتا ہے تو سکون اور راحت کے لمحات میں اپنے لئے جنت' درجاتِ بلند اور نیک اعمال کی توفیق کی دُعا کرنی چاہیے۔ دعا کا تعلق اِسی دُنیا سے نہیں بلکہ آنے والی دُنیا میں ابدی مسرت اور راحت کی دنیا سے زیادہ ضرروی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں وعدہ فرمایا ہے کہ ''مجھ سے دعا کروں میں قبول کروں گا۔''

اللہ کا ذکر اور دعا کسی بھی وقت' کسی بھی حالت میں کی جاسکتی ہے لیٹے' بیٹھے' ہوئے پہلو پر آرام کرتے۔ صرف خاموشی سے اللہ کی طرف رجوع ذکر اور التجا دعا ہے' لیکن ہر چیز کے آداب بھی ہوتے ہیں۔ نماز سے پہلے لفظوں میں نیت کرنا نماز کا حصہ نہیں' لیکن ابتدائے نماز کی دعا اور نیت کے الفاظ نفسیاتی طور پر انسان کی توجہ نماز پر مرکوز کر دیتے ہیں۔ دعا مانگنے کے آداب میں یہ بات داخل ہے کہ دعا مانگنے سے قبل باوضو ہو کر قبلہ رو ہاتھ اٹھا کر زبان سے دعا مانگی جائے۔ پہلے درود شریف اور اللہ کی حمد وثناء کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں ہمیں اِسی ادب کی تعلیم دی ہے اگر اس کا موقع نہ ہو تو اس کے بغیر بھی دعا کرنا جائز ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے دعا کو اپنے بندوں کے لئے اتنا آسان فرما دیا ہے کہ وہ تقریباً ہر وقت اور ہر جگہ دعا مانگ سکتا ہے۔ چلتے پھرتے' کام کرتے ہوئے' اگر زبان سے مانگنے کا موقع نہ ہو مثلاً (بیت الخلا وغیرہ) تو دل ہی دل میں بھی مانگی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ حق بات کہنے سے تمہیں شرماتا۔ یوں اُس نے ہمیں حق کہنے کا سبق دیا ہے اِس لئے یہ بات عرض کرتا ہوں کہ بیوی سے قربت کے وقت بھی دعا مانگی جاسکتی ہے بلکہ مانگنا ضروری ہے کہ اے اللہ! اے خالق' اس قربت کے نتیجے میں نیک اولاد عطا کرنا۔ اِس کے لئے مسنون دعائیں موجود ہے۔ (دلی والے کسی بہت شریر اور کہنا نہ ماننے والے لڑکے کے لئے کہا کرتے کہ ''یہ بے بسم اللہ کا ہے'')

مسلمان کو اس بات کی عادت ڈالنی چاہیے کہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی ضرورت وحاجت



Marfat.com

ومصیبت میں اپنے اللہ سے ہی رجوع کرے۔ جو کچھ مانگنا ہے وہ صرف اللہ ہی سے مانگے۔ معمولی سے معمولی تکلیف میں بھی اللہ سے ہی مدد مانگنی چاہیے۔ جس طرح بچے کو جب کوئی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اپنی ماں سے رجوع کرتا ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی ضرورت ماں پوری کردے اور ماں ایسا کر بھی دیتی ہے۔ اس طرح بندے کو چاہیے کہ وہ اپنی ہر ضرورت' ہر مصیبت ہر راحت وخوشی میں اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتا رہے۔ چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے غرض ہر وقت اللہ تعالیٰ سے کچھ نہ کچھ مانگتا ہی رہے کیونکہ زندگی کا وہ کون سا لمحہ ہے جب ہمیں اپنے مالک کی مدد اور دست گیری کی ضرورت نہیں۔ اس طرح نہ صرف اس کے مسائل حل اور اس کی نیک خواہشات پوری ہوں گی بلکہ اللہ کا قرب اور اس کی خوشنودی بھی حاصل ہوگی' اور انسان اللہ کی براہ راست پناہ میں رہے گا۔ اُس کے حفظ وامان کا احساس ہر دم رہے گا شیطان اُس کو بہکا پھسلا نہیں سکے گا۔ شیطان سے بچنے اور اللہ کی پناہ حاصل کرنے کے لئے ذیل میں قرآنی دعائیں' جو رب کائنات نے اپنے نیک وصالح بندوں میں شامل ہونے اور اپنی پناہ میں آنے کے لئے تعلیم فرمائیں' پیش کی جارہی ہیں۔ ان دعاؤں سے انسان جہاں مصیبتوں' پریشانیوں' دکھوں سے محفوظ ومامون رہے گا۔ وہاں ہی اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں سے اللہ تعالیٰ کے آگے براہ راست اپنا دست سوال دراز کرسکے گا اور بے پناہ اجر وثواب حاصل کرسکے گا۔ قرآنی دعاؤں میں جس قدر دینی اور دنیوی ضرورتوں کی رعایت کی گئی ہے اگر انسان قیامت تک سوچتا رہے تو بھی ایسی پُراثر اور جامع دعائیں اس کے تصور وخیال میں نہیں آسکتیں کیونکہ جو دعائیں اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ خود تعلیم فرمائی ہیں ان کی خصوصیت وخوبی کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا۔ یہ تو ایسی بات ہوئی کہ حاکم خود اپنی جناب میں پیش کی جانے والی عرضی کا مضمون ہی نہیں بتاتا رہا ہے بلکہ سائل کو درخواست کے الفاظ اور پیرایۂ اظہار بھی بتارہا ہے۔

سب سے پہلے دعا مانگنے کا طریقہ جو خود رب کائنات نے بندوں کو تعلیم کیا تحریر کررہے



Marfat.com

ہیں۔ اس سے ہمیں دعا مانگنے اور اللہ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوسکتا ہے۔ سورۃ فاتحہ قرآن کریم کی پہلی سورۃ ہے۔ یہ عظیم الشان سورۃ اللہ نے اپنے بندوں پر انعام کے طور پر خود اپنے بندوں کی زبانی تعلیم فرمائی ہے کہ جب بندہ اللہ کے دربار میں حاضر ہوتو وہ ہم سے (اللہ سے) یوں سوال کیا کرے۔ سورۃ فاتحہ دراصل ایک دعا ہے اس دعا کی ابتدا اس ہستی کی تعریف سے کی جارہی ہے جس سے ہم دعا مانگ رہے ہیں۔ یہ گویا اس بات کی تعلیم و تاکید ہے کہ جب دعا مانگو تو تہذیب سے مانگو کیونکہ تہذیب کا تقاضا ہے کہ پہلے جس کے حضور ہم اپنی درخواست پیش کررہے ہیں اُس کی خوبی اُس کے احسانات بے پناہ اور اُس کے مرتبے کا اعتراف کریں پھر اپنی عرضی گذاریں۔ یہ نہیں کہ بغیر کسی اَلقاب وآداب کے اپنے مطلب پر اتر آئیں۔ یہ عظیم سورۃ ایک دعا ہے بندے کی جانب سے اپنے رب کے حضور اور بندے کی اس درخواست و دعا کا جواب پورا قرآن ہے۔ بندہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ اے میرے پروردگار میری رہنمائی فرما۔ جواب میں پروردگار عالم بندے کو کتابِ ہدایت عطا کرتا ہے۔

## قرآن حکیم کی بابرکت دعائیں

### ۱۔ دعاء۔ ہدایت وصراط مستقیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

ترجمہ۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جو رب ہے سارے جہانوں کا۔ بے حد مہربان نہایت رحم والا مالک روز جزا کا۔ تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھی راہ کی ہدایت دے۔ اُن لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔



Marfat.com

تفسیر۔سورۃ فاتحہ ایک دعا ہے بندے کی جانب سے اپنے رب کے حضور۔ یہ سورۃ قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورۃ ہے۔اس لئے اسے سورۃ فاتحہ یعنی ابتدا کرنے والی شروع کرنے والی کہتے ہیں۔علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب الاتقان میں اس سورۃ کے تقریباً پچیس ناموں کی فہرست دی ہے۔اس سورۃ مبارکہ کے جتنے نام تجویز ہوئے کسی دوسری سورۃ کے اتنے نام نہیں ہیں یہ سورۃ مبارکہ انسان کے لئے رب کائنات کا عظیم تحفہ ہے اس سے اللہ کا قرب اور ہم کلام ہونے کی لذت اور سیدھی راہ پر چلنے اور اپنی آخرت اور دنیاوی زندگی احسن طریقے پر گزارنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

۲۔دنیا اور آخرت میں خیر و برکت کے حصول کی دعا

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

ترجمہ۔اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذابِ جہنم سے نجات دے۔(البقرہ۔۲۰۱)

تفسیر۔اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک وہ جو صرف دنیا اور دنیا کے مال اور اسباب کی طلب کرتے ہیں۔دوسرے وہ لوگ جو اہلِ ایمان ہوتے ہیں۔وہ ایمان طلب کرتے ہیں اور اعمالِ خیر کی توفیق' اور اہل ایمان دنیا میں بھی دنیا کی طلب نہیں کرتے' بلکہ نیکی کی ہی توفیق مانگتے ہیں۔نبی اکرم ﷺ کثرت سے یہ دعا پڑھا کرتے تھے اور طواف کعبہ کے دوران بھی ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان اسی دعا کو پڑھنا مسنون عمل ہے۔

۳۔مغفرت و بخشش اور رحم کی دعا

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ۔اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر (بہت) ظلم کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے تو بے شک ہم تباہی اور خسارہ پانے والوں میں سے



Marfat.com

ہوں گے۔(اعراف۔۲۳)

تفسیر۔توبہ واستغفار کے یہ وہی کلمات ہیں جو اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو تعلیم کیے تھے' جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت ۳۷ میں صراحت کی گئی ہے۔گویا شیطان نے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کیا تو اس پر وہ اڑ گیا۔اور اپنی ضد پر عقلی قیاسی دلائل دینے لگا' جس کے نتیجہ میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردود اور راندہ درگاہ ہوا۔جبکہ حضرت آدمؑ نے اپنی غلطی پر ندامت وپشیمانی کا اظہار کیا اور بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کا اہتمام کیا' تو اللہ کی رحمت ومغفرت کے مستحق قرار پائے۔یوں گویا دونوں راستوں کی واضح نشان دہی ہوگئی۔شیطانی راستے کی بھی اور الٰہی راستے کی بھی۔یعنی گناہ کر کے اس پر اترانا' اور اصرار کرنا اور اسی کو صحیح ثابت کرنے کے لئے دلائل کا طومار کرنا ہی شیطانی راستہ ہے۔اور گناہ کے بعد احساسِ ندامت سے مغلوب ہو کر بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہونا اور توبہ واستغفار کرنا بندگان الٰہی کا راستہ ہے۔اس سے ہی قربِ الٰہی اور مغفرت وبخشش حاصل ہوتی ہے اور بندہ اللہ کی جانب سے اس کے رحم وکرم کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

۴۔دشمن پر فتح کی دعا

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ۔اے ہمارے رب! ہم پر صبر (اور استقلال) نازل فرما' ہم کو ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کی قوم پر فتح عنایت فرما۔(البقرہ۔۲۵۰)

تفسیر۔سورۃ البقرہ کی اس آیت مبارکہ میں جالوت اور طالوت کے درمیان معرکہ آرائی کی طرف اشارہ ہے۔طالوت کی قوم اپنے وقت کی بڑی جنگجو اور بہادر قوم سمجھی جاتی تھی۔ان کی اسی شہرت کے پیش نظر عین معرکہ آرائی کے وقت اہل ایمان نے بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کی جو صبر وثبات اور کفر کے مقابلے میں ایمان کی فتح وکامیابی کی دعا ہے۔گویا مادی اسباب کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نصرت الٰہی کے لئے ایسے



Marfat.com

موقعوں پر بطور خاص دعا کریں' جیسے جنگ بدر میں نبی اکرم ﷺ نے نہایت الحاح وزاری سے فتح ونصرت کی دعائیں مانگیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد کافروں کی بڑی تعداد پر غالب آ گئی۔

۵۔ بخشش وکامیابی کی دعا

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

ترجمہ۔ اے ہمارے رب! ہماری بھول اور خطا پر ہماری گرفت نہ فرمانا اور نہ ہم پر وہ بوجھ ڈالنا جو اُن لوگوں پر ڈالا گیا جو ہم سے پہلے تھے' اور ہم سے وہ بوجھ نہ اُٹھوانا جس کو (اٹھانے کی) ہم میں طاقت نہیں۔ ہم کو معاف فرما دینا' ہماری مغفرت فرمانا' ہم پر رحم کرنا۔ تو ہی ہمارا مولا (اور مالک) ہے۔ پس ہمیں کافروں کی قوم پر نصرت عطا فرمانا اپنی بارگاہ سے ہدایت عطا فرما۔ بے شک تو سب کچھ دینے والا ہے۔ (البقرہ۔ ۲۸۶)

تفسیر۔ جن دعاؤں کا ہم کو حکم ہوا ہے ان کا مقصود تو یہ ہے کہ بیشک ہر طرح کا حقِ حکومت اور استحقاق عبادت تو اللہ کو ہی حاصل ہے مگر اے ہمارے رب اپنی رحمت وکرم سے ہمارے لئے ایسے حکم بھیجے جائیں جن کو بجالانے میں ہم کو کوئی مشکل ودشواری نہ ہو' نہ بھول چوک پر ہماری پکڑ ہو اور نہ ہی ہم سے پہلی اُمتوں کی مانند ہم پر سخت اور شدید احکام اتارے جائیں' نہ ہماری طاقت سے باہر کوئی حکم ہم پر مقرر فرما اور اس سہولت پر بھی ہم سے اگر قصور ہو جائے تو درگذر اور معافی ورحم فرما۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت اور اس کے فضل وکرم کا تذکرہ ہے کہ انسانوں کو کسی ایسی بات کا مکلّف نہیں کیا جو ان کی طاقت سے بالا ہو۔ سورۃ البقرہ کی ان آخری دونوں آیات کی حدیث شریف میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا''



Marfat.com

جوشخص سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں رات کو پڑھ لیتا ہے یہ اس کو کافی ہو جاتی ہیں'' (صحیح بخاری وابن کثیر) اس عمل کی بدولت اللہ تعالیٰ اس بندے کی حفاظت فرماتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔ ''نبی اکرم ﷺ کو معراج کی رات جو تین چیزیں ملیں' ان میں اسے ایک سورۃ البقرہ کی یہ آخری آیات آپ ﷺ کو ایک خزانے سے عطاء کی گئیں جو عرش الٰہی کے نیچے ہے۔ اور یا ایسی آیات آپ ﷺ کے سوا کسی اور نبی کو نہیں دی گئیں۔ (احمد' نسائی' طبرانی' بیہقی' حاکم دارمی۔ درمنثور)

٦۔ دعائے استقامت

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

ترجمہ۔ اے ہمارے رب ہم کو ہدایت دینے کے بعد ہمارے قلوب کو (گمراہی کی طرف) نہ پھیر اور ہم کو ہماری بُرائیاں ہم سے دور فرما دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔ اے ہمارے رب! تو اپنے رسولوں کے ذریعہ وہ جو تو نے (جنت کا وعدہ کیا ہے وہ ہمیں عطا کر اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ (آل عمران۔ ٨)

تفسیر۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ کے نیک اور راسخ بندوں کی کیفیت کا اظہار ہے۔ وہ اپنے کمالِ علمی اور قوتِ ایمانی پر مغرور نہیں ہوتے' بلکہ ہمیشہ حق تعالیٰ سے استقامت وہدایت ہی طلب کرتے رہتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں وہ کسی نفسانی خواہش کے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں اس لئے حق تعالیٰ سے دعا کرتے رہتے ہیں اللہ مالک دو جہاں جب تو نے ہمیں قرآن فہمی کی توفیق عطاء کی ہے' تو اس کتاب کے لطف وعنایت اور توفیق وہدایت وتائید سے ہم کو اپنی خاص الخاص رحمت یعنی دین کی فہم کی توفیق عطاء فرما۔

٧۔ طلب مغفرت کی دعاء



Marfat.com

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾

ترجمہ۔ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے' پس ہماری مغفرت فرما اور ہمیں آگ (دوزخ) کے عذاب سے بچا۔ (ال عمران۔۱۶)

تفسیر۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ سے ڈرنے والے بندوں کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں یعنی اللہ سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے اور وہ لوگ صبر کرنے والے ہیں' راست باز ہیں' اللہ تعالیٰ کے سامنے فروتنی کرنے والے' اور نیک کاموں میں خرچ کرنے والے ہیں۔

۸۔ ایمان و مغفرت کے لئے دعاء۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۣ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

ترجمہ۔ اے ہمارے رب تو نے یہ (کائنات) عبث (اور بے مقصد) تخلیق نہیں فرمائی۔ تو (ہر نقص سے) پاک ہے پس ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔ اے رب جسے تو نے آگ (دوزخ) میں ڈالا وہ رسوا ہوا' اور ظالموں کا (تیرے مقابل) کوئی مددگار نہیں۔ اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو آپ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے۔ پس ہم ایمان لے آئے اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما۔ (ال عمران۔۱۹۱ تا ۱۹۴)

تفسیر۔ ایسے لوگ جو ہر وقت اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمان و زمین کی تخلیق اور اس کی حکمتوں پر غور و فکر کرتے ہیں۔ جن کو خالق کائنات کی عظمت و قدرت' اس کا علم و اختیار' اس کی رحمت' ربوبیت کی صحیح معرفت حاصل ہوتی ہے تو وہ بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کہ رب



Marfat.com

کائنات نے یہ کائنات یونہی بے مقصد نہیں بنائی۔ بلکہ اس کا مقصد بندوں کا امتحان ہے۔ جو امتحان میں کامیاب ہوگیا' اس کے لئے ابدالآباد تک جنت کی نعمتیں ہیں اور جو ناکام ہوا اس کے لئے عذابِ نار ہے۔ اس لئے وہ عذابِ نار سے بچنے کی دعا بھی کرتے ہیں۔

۹۔ صبر واستقامت کی دعاء

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝

ترجمہ۔ اے ہمارے رب! ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے۔ (الاعراف۔ ۱۲۶)

تفسیر۔ یہ دعا حضرت موسیٰؑ نے اس وقت اللہ سے مانگی تھی جب اُن کا فرعون کے جادوگروں سے مقابلہ ہوا اور جادوگر اپنی شکست تسلیم کر کے حضرت موسیٰؑ کی تعلیم پر ایمان لے آئے تو فرعون نے غضب ناک ہو کر ان کو قتل کی دھمکی دی۔ جواب میں انہوں نے ایمان پر ثابت قدمی کی توفیق اللہ سے مانگی تھی۔ انتہائی مصیبت کے وقت اس دُعا کا پڑھنا سکون اور اطمینان دیتا ہے۔

۱۰۔ دعائے رحمت ومغفرت اور فلاح دین

اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ
وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ

ترجمہ۔ تو ہی ہمارا تھامنے والا ہے' سو بخش دے ہم کو اور رحمت کر ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور ہمارے لئے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے۔ ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ (الاعراف ۱۵۵۔۱۵۶)

یہ دعائے مغفرت حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے مانگی تھی

۱۱۔ دعائے مغفرت

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝



Marfat.com

ترجمہ۔ہم نے سنااور قبول کیا اے ہمارے رب اور تیری بخشش چاہتے ہیں۔ تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔(البقرہ۔۲۸۵)

تفسیر۔اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو ایمان پر جمے رہنے کا حکم ہے اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت اور اس کے فضل وکرم کا تذکرہ ہے۔اللہ نے کسی انسان کو کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیا جس کی اس میں قوت نہ ہو۔

۱۲۔دعائے ادائیگی قرض وحصولِ عزت آبرو

اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۶

ترجمہ۔اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے' تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں۔(ال عمران:۲۶)

تفسیر۔اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ قوت وطاقت کا اظہار ہے۔شاہ کو گدا بنادے اور گدا کو شاہ بنادے۔تمام اختیارات کا وہی مالک ہے۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا تعلیم فرمائی۔اس کو پڑھنے سے عزت ومرتبہ میں اضافہ ہوگا۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اعمال قرآنی میں تحریر فرمایا ہے کہ ادائے قرض کے لئے اگر سات بار صبح اور سات بار شام کو پڑھ لیا جائے تو انشاءاللہ تعالیٰ قرض ادا ہو جائے گا۔

۱۳۔طلبِ اولاد کے لئے دعا۔

تفسیر۔حضرت زکریاؑ بالکل بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی اہلیہ بانجھ تھیں اولاد کی کوئی ظاہری امید نہیں تھی لیکن اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں اولاد عطا فرمادی۔اعمالِ قرآنی میں حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جس کو اولاد سے مایوسی ہوگئی ہو وہ اس آیت کو پڑھا کرے۔اللہ کریم اس آیت کی برکت سے اولاد صالح عطا فرمائے گا۔



Marfat.com

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾

ترجمہ۔اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولادِ پاکیزہ بے شک تو سننے والا ہے دعا کا۔(ال عمران۔۳۸)

تفسیر۔یہ دعا ایسے بے اولاد افراد کے لئے ہے جن کے یہاں اولاد نہیں ہوئی۔اگر وہ یہ دعا مسلسل مانگتے رہیں تو انشاءاللہ دلی مراد بر آئے گی۔حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ دعا طلبِ اولاد کے لئے مانگی جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر انہیں بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائی اُن کے یاں حضرت یحییٰ پیدا ہوئے۔

۱۴۔دعائے فتح و کامیابی۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤٧﴾

ترجمہ۔اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو قومِ کفار پر۔(ال عمران۔۱۴۷)

تفسیر۔اس دعا میں اللہ تعالیٰ اُمت مسلمہ کو یہ تعلیم دے رہا ہے کہ جب اہلِ ایمان کا کفار سے مقابلہ ہو یا کوئی کڑا وقت پڑے تو انسان کو اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔اس دعا میں پہلے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی کی درخواست ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تعلیم دی جارہی ہے کہ حق شناس مومن کو اللہ کی شان و اطاعت پر فخر کرنا چاہیے کیونکہ اُسے جو کچھ حاصل ہوا اللہ ہی کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے اس کی توفیق کے بغیر کچھ ممکن نہیں۔

۱۵۔دعائے قبولِ ایمان۔

یہ دعا حضرت عیسیٰؑ کے ساتھیوں نے (حواری) اپنے رب کی حضور کی تھی۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٣﴾

ترجمہ۔اے رب ہم نے یقین کیا اُس چیز کا جو تو نے اُتاری اور ہم تابع ہوئے رسول



Marfat.com

کے۔سولکھ لے ہم کو ماننے والوں میں۔(ال عمران۔۵۳)

تفسیر۔یہ دعا حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں (ساتھیوں) نے کی تھی یہ حواری حضرت عیسیٰؑ کے کپڑے دھوتے تھے۔کپڑے صاف کرنے کی بنا پر حواری کہلاتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت عیسیٰؑ نے ان سے کہا کپڑے کیا دھوتے ہو آؤ میں تم کو دل دھونا سکھادوں۔وہ سب ان کے ساتھ ہو لئے۔ایسے تمام ساتھیوں کا لقب حواری پڑ گیا۔یہ دعائے مبارکہ اللہ کی بارگاہ میں قبولِ ایمان کی موثر دعاؤں میں شمار ہوتی ہے۔

۱۶۔ظالم کے ظلم سے نجات کی دعا۔

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝

ترجمہ۔اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور کردے ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کردے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار۔(النساء۔۷۵)

تفسیر۔مکہ معظمہ میں بہت سے لوگ ایسے رہ گئے تھے جو حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت نہیں کر سکے تھے۔ان کے عزیز اور رشتہ دار انہیں ستانے اور پریشان کرتے تھے کہ وہ پھر سے کافر ہو جائیں۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تعلیم فرمائی کہ دو وجوہ سے کفار سے لڑنا ضروری ہے تا کہ اللہ کا دین بلند ہو اور کمزور مسلمان کفار مکہ کے مظالم سے نجات پائیں۔یہ دعا خاص اللہ نے ظالم کے ظلم سے نجات کے لئے اپنے بندوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے قرآن حکیم کی زینت بنائی ہے۔اِسی سلسلہ کی ایک اور دعا سورۃ القصص میں اس طرح آئی ہے۔

رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ۔اے رب بچایئے مجھ کو اس قوم بے انصاف سے۔(القصص۔۲۱)

معاذ اللہ ۱۵۷

Marfat.com

تفسیر۔ یہ دعا بھی حضرت موسیٰؑ کی ہے۔ انہوں نے فرعون اور اس کی قوم کے مظالم سے تنگ آ کر جب مصر سے ہجرت کا ارادہ کیا تو انہیں راستوں کا کچھ علم نہ تھا اس لئے انہوں نے اللہ سے مدد چاہی اور یہ دعا فرعون اور اس کے مظالم سے پناہ مانگنے کے لئے کی۔

۱۷۔قبول ایمان کی دعا۔

یہ دعا حبشہ کے بادشاہ نجاشی اور ان کے درباریوں نے اسلام قبول کرنے کے وقت کی تھی۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ۔ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ۔ (المائدہ۔۸۳)

تفسیر۔حبشہ جہاں مکی دور میں مسلمانوں نے دو بار ہجرت کی وہاں نجاشی کی حکومت تھی جو عیسائی تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن اُمیہ ضمریؓ کو اپنا مکتوب دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ جو انہوں نے اسے سنایا۔ مکتوب سن کر نجاشی نے حبشہ میں مقیم مہاجر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کو اپنے پاس بلایا اور انہیں قرآن کریم پڑھنے کو کہا۔ حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم پڑھ کر سنائی جس پر اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور وہ ایمان لے آیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے یہ آیت بطور دعا پڑھی۔

۱۸۔توبہ کی قبولیت کی دعا۔

سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ۔ تیری ذات پاک ہے۔ میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین لایا۔ (الاعراف۔۱۴۳)

تفسیر۔ یہ دعا حضرت موسیٰؑ کی ہے جب کوہِ طور پر انہیں تجلیِ رب کی ایک جھلک نظر آئی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو یہ دعا پڑھی



Marfat.com

۱۹۔دشمنوں پر فتح کی دعا۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿٨٩﴾

ترجمہ۔اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کردے اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔(الاعراف۔۸۹)

تفسیر۔اللہ جب فیصلہ کرلیتا ہے تو وہ یہی ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان کو بچا کر کفار اور متکبرین کو ہلاک کردیتا ہے۔یہ گویا عذابِ الٰہی کے نزول کا مطالبہ ہے۔یہ دعا حضرت شعیب علیہ السلام نے کی تھی اپنی قوم سے تنگ آ کر جس پر ان کی قوم کے وہ تمام افراد جو ان پر ایمان نہیں لائے تھے ہلاک ہوگئے۔(صرف ہمارے نبی آخری الزماں ﷺ کی ذات گرامی ہی وہ واحد ذاتِ پیغمبری ہے جس نے اپنی قوم کی کسی بھی طرح کی سختی سے تنگ آ کر اس کے خلاف کبھی بددعا نہیں کی کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں رحمت للعالمین بنا کر انسانوں کے لئے اس دنیا میں بھیجا تھا۔)

۲۰۔دعائے حفاظت واعانت۔

نبی اکرم ﷺ کی دعا۔

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾

ترجمہ۔یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔(الاعراف۔۱۹۶)

تفسیر۔یہ دعائے خاص نبی اکرم ﷺ نے وحی الٰہی کی روشنی اور ہدایت میں فرمائی۔اللہ ہی واحد ہے جس نے مجھ پر کتاب (قرآن) اُتاری جو ساری دنیا کے مقابلے میں میری حمایت وحفاظت کرے گا کیونکہ وہی ہے جو اپنے نیک بندوں کی حفاظت واعانت کرتا ہے۔

۲۱۔دعائے طلب حمایت ونصرتِ الٰہی۔

نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٤٠﴾



Marfat.com

ترجمہ۔ وہ بہت اچھا کارساز ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔ (الانفال۔۴۰)

تفسیر۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے مسلمانون کو کفار سے جہاد کے وقت کے لئے تعلیم فرمائی اور ہر مصیبت و مشکل کے وقت اللہ کی پناہ' حمایت حاصل کرنے کے لئے یہ دعا بڑی کارگر ہے۔

۲۲۔ دعائے خیر خواہی و دل سوزی۔

حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

ترجمہ۔ میرے لئے اللہ کافی ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اُسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔ (التوبہ۔۱۲۹)

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی تسلی کے لئے کئی آیتیں نازل فرمائیں۔ یہ آیت بھی انہیں آیات میں شامل ہے۔ مُشرکین کو نبی اکرم ﷺ کی محبت' اُن کی ہدایت کے لئے دعاؤں اور تمناؤں کا کوئی احساس نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ ہدایت فرمائی کہ آپ اعلان فرمادیں کہ اللہ کی ذات میرے لئے کافی ہے۔ اگر آپ کی عظیم الشان شفقت' خیر خواہی اور دل سوزی کی لوگ قدر نہ کریں تو کچھ پروانہیں۔ فرض کیجئے ساری دنیا آپ سے منہ پھیر لے تو بھی تنہا اللہ آپ کے لئے کافی ہے جس کے سوا نہ کسی کی بندگی ہے نہ کسی پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ زمین و آسمان کی سلطنت اور عرشِ عظیم' کا مالک تو وہی ہے۔ سب نفع و نقصان اور ہدایت اُس کے ہی ہاتھ میں ہے۔ ابوداود میں ابودرداؓ سے روایت ہے کہ جو شخص اس آیت شریفہ کو صبح و شام سات سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام پریشانیوں اور غموں کو دور کرنے کے لئے کافی ہے اور اگر کوئی شخص اس آیت کو ہر روز سو بار پڑھے تو تمام مہمات دنیا و آخرت کے لئے کافی ہے۔ یہ دعا حق تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو تعلیم فرمائی۔



Marfat.com

۲۳۔محکومی وغلامی سے نجات کی دعا۔

سخت مشکلات کے وقت اور قید و بند سے رہائی کے لئے موثر دعا۔

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمہ۔ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا۔اے ہمارے پروردگار! ہم کو ان ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا۔اور ہم کو اپنی رحمت سے ان کافر لوگوں سے نجات دے۔(یونس۔۸۵۔۸۶)

تفسیر۔بنی اسرائیل، فرعون کے ظلم وستم کا شکار تھے۔ان کو حضرت موسیٰؑ کے آنے کے بعد بھی اپنی تکالیف میں کمی محسوس نہ ہوئی تو انہوں نے شکوہ کیا کیونکہ وہ سخت پریشان تھے۔ اس پر حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ امید ہے کہ میرا رب جلد ہی تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ تم صرف اللہ سے مدد چاہو اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔اللہ پر توکل کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعائیں بھی کیں اور یقیناً اہلِ ایمان کے لئے دعا ایک بہت بڑا ہتھیار بھی ہے اور سہارا بھی۔

۲۴۔جہاز یا کشتی میں سفر کی سلامتی کی دعا۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾

ترجمہ۔اللہ ہی کے نام سے اِس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے یقیناً میرا رب بڑی بخشش اور بڑے رحم والا ہے۔(ھود۔۴۱)

تفسیر۔حضرت نوحؑ کی دعا ہے جو انہوں نے اپنے ساتھیوں اور اہلِ ایمان کو تعلیم فرمائی جیسا کہ اس آیت شریف میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ ہی کے نام سے سطح آب پر کشتی کا چلنا مقدر ہے۔اس سے مقصد اہلِ ایمان کو تسلی اور حوصلہ دینا بھی تھا کہ بلا خوف وخطرہ کشتی پر سوار ہو جائیں کیونکہ اللہ اس کشتی کا محافظ ہے اور جب بندہ اپنے آپ کو اپنے رب کی پناہ میں دے دے تو پھر اِسے کسی خطرے کا خوف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اسے پناہ دینے والا بے پناہ قوت



Marfat.com

اور عظمت والا ہے۔

۲۵۔اولاد کے نمازی ہونے کی دعا۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾

ترجمہ۔اے میرے پروردگار! مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد کو بھی۔اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما۔(ابرھیم۔۴۰)

تفسیر۔یہ دعا حضرت ابراہیمؑ کی دعائے خاص ہے۔انہوں نے اپنے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کے لئے بھی دعا مانگی۔اس دعا سے پہلے بھی حضرت ابرہیمؑ نے اپنے ساتھ اپنی اولاد کے لئے دعا مانگی تھی کہ انہیں پتھر کی مورتیوں کو پوجنے سے بچا کر رکھنا۔اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ کے دین کے داعیوں کو بھی اپنے گھر والوں کی ہدایت اور ان کی دینی تعلیم و تربیت سے غافل نہیں رہنا چاہیے بلکہ تبلیغِ دین میں انہیں اولیت دینی چاہیے۔

۲۶۔اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

ترجمہ۔اے ہمارے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے۔(ابراھیم۔۴۱)

تفسیر۔یہ دعا حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت کی جب کہ ابھی ان کو اپنے باپ کی خدا دشمنی کا پورا اندازہ نہ تھا۔جب یہ واضح ہو گیا کہ اُن کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو اُن سے اظہارِ برأت کر دیا اس لئے مشرکین کے لئے دعا کرنا جائز نہیں چاہے وہ کیسے ہی قرابت دار کیوں نہ ہو۔

۲۷۔سفر کے آغاز اور واپسی کی دعا۔

رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾

ترجمہ۔اے میرے پرودگار! مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہان سے نکال



Marfat.com

اچھی طرح نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرما دے۔ (بنی اسرائیل۔۸۰)

تفسیر۔ یہ دعائے خاص ہمارے نبی اکرم ﷺ کو تعلیم فرمائی گئی۔ یہ بڑی ہی مبارک دعا ہے جب کسی بستی یا شہر سے رخصت ہوں یا کسی بستی یا شہر میں داخل ہوں تو اس دعا کو پڑھنا چاہیے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے ہجرت فرمائی تو انہوں نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ مجھے مدینہ پہنچا' نہایت عزت آبرو اور خوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ تا کہ حق کا بول بالا رہے اور جہاں سے نکالنا ہے یعنی مکہ سے تو وہ بھی آبرو خوش اسلوبی سے یعنی غلبہ اور تسلط عنایت فرما کہ جس کے ساتھ تیری مدد ونصرت شامل ہوتا کہ حق بلند ہو۔

۲۸۔ رحمت وکامیابی کی دعا۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ⑩

ترجمہ۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہِ کامیابی کو آسان کر دے۔ (الکھف۔۱۰)

تفسیر۔ یہ دعائے اصحابِ کہف ہے۔ جب انہوں نے اپنے دین کو بچاتے ہوئے غار میں پناہ لی تو یہ دعا ربِ کریم سے مانگی۔ اس واقعہ میں آج کل کے نوجوانوں کے لئے بڑا سبق اور نصیحت ہے' کیونکہ آج کے اکثر نوجوان اپنا بیشتر وقت فضولیات ولغویات میں برباد کرتے ہیں۔ اللہ اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے کاش کہ آج کے نوجوان اپنی آخرت اور دین کی بھلائی کے لئے اللہ کی عبادت کی طرف توجہ دیں اور اپنی زندگی کے بہترین زمانے میں اپنے آپ کو شیطان سے بچا کر اللہ کی پناہ میں دے دیں۔

۲۹۔ دعائے حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

دل کو روشن اور قوت بیان پیدا کرنے کے لئے خصوصی دعا۔

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾



Marfat.com

ترجمہ۔اے میرے پرودگار! میرا سینہ میرے لئے کھول دے۔اور میرے کام کو مجھ پر آسان کردے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔(طہٰ۔۲۵۔۲۶۔۲۷۔۲۸)

تفسیر۔ یہ دعا حضرت موسیٰ نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے مانگی تھی جب وہ فرعون کے پاس تبلیغِ دین کے لئے گئے تھے اس لئے آپؑ نے اپنی مخالفت اور جھٹلائے جانے سے بددل نہ ہونے کی دعا مانگی۔ یہ دعا دل کو روشن اور زبان کو قوتِ بیان پیدا کرنے کے لئے بڑی مفید اور مجرب ہے۔ایسے تمام افراد جن کی زبان میں کسی قسم کی رکاوٹ یا کسی بھی قسم کی دشواری کا سامنا ہو وہ اس عظیم دعا کی برکت سے اپنی اس خرابی یا نقص پر قابو حاصل کر سکتے ہیں انشاء اللہ۔

۳۰۔صحت کے لئے دعاء۔

رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمہ۔اے پروردگار مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔(الانبیاء۔۸۳)

تفسیر۔ یہ دعا حضرت ایوبؑ نے اللہ تعالیٰ سے مانگی تھی جب آپؑ شدید بیماری کی حالت میں تھے جب آپؑ نے یہ دعا اللہ تعالیٰ سے مانگی تو اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور حضرت ایوبؑ کی تمام تکالیف اللہ نے دور کردیں۔

قرآن حکیم میں حضرت ایوبؑ کو صابر کہا گیا ہے (سورۃ ص ۴۴) اللہ نے انہیں سخت آزمائشوں میں ڈالا لیکن انہوں نے تمام تر تکالیف اور دکھوں کے باوجود صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ سال کی سخت آزمائشوں کے بعد ان کی دعا قبول کی۔ اللہ نے اپنے اس نیک بندے اور پیغمبر کو دنیا کی سب نعمتوں اور جسمانی صحت سے خوب خوب نوازا تھا لیکن آزمائشوں کے وقت نہ صرف دنیا کی تمام راحتیں، نعمتیں اور صحت واپس لے لیں



Marfat.com

اور آپؑ بیماریوں میں گھر کر رہ گئے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے کسی بھی حالت میں صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور خود کو اللہ کی پناہ میں رکھنے کی بھرپور کوشش کی جو بالآخر کامیاب ہوئی اور اللہ نے پہلے سے کہیں زیادہ نعمتیں اور دولت عطا فرمائی اور صحت کاملہ سے نوازا۔ یہ دعائے صحت بڑی بابرکت اور مقبول دعا ہے۔

۳۱۔غم و مصیبت سے نجات کی خاص دعاء۔

لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ۔ الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں ہو گیا۔

(الانبیاء۔۸۷)

تفسیر۔ یہ دعا حضرت یونسؑ نے کی تھی جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے۔ آنحضورﷺ نے اس دعا کی بہت فضیلت ارشاد فرمائی ہے کہ جو اس دعا کو پڑھے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔ مشکلات اور مصائب کو دفع کرنے کے لئے یہ ایک مجرب اور عظیم الشان خصوصیات کی حامل دعا ہے۔ اہلِ اللہ کا معمول رہا ہے کہ آزمائش کی گھڑیوں میں اِس کی تسبیح بکثرت پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں۔

۳۲۔طلب اولاد کی دعاء۔

رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ۔اے میرے پروردگار! مجھے تنہا نہ چھوڑ تو سب سے بہتر وارث ہے۔(الانبیا۔۸۹)

تفسیر۔ یہ دعا حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مانگی تھی کیونکہ حضرت زکریاؑ اور ان کی اہلیہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گے تھے لیکن ان کی کوئی اولاد جانشین یا وارث نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں اولادِ صالح (حضرت یحییٰ) عطا فرمائی کیونکہ ان کی اس دعا کا مفہوم یہ تھا کہ اے میرے رب میرے بعد میری قوم کی خدمت کرنے اور اس کو تعلیمِ دین دینے کے لئے مجھے ایک وارث عطا فرما تا کہ میری قوم میرے بعد گمراہ نہ



Marfat.com

ہو جائے۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں انتہائی بڑھاپے کے باوجود اولاد نرینہ سے سرفراز فرمایا۔

۳۳۔ دعائے خیر وسلامتی وسفر۔

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ۔ اے میرے رب! مجھے بابرکت اُتارنا اور تو ہی بہتر ہے اُتارنے والوں میں۔ (المومنون۔۲۹)

تفسیر۔ یہ دعا حضرت نوحؑ نے کشتی میں بیٹھ کر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کی کہ اللہ نے ظالموں کو غرق کر کے انہیں اُن سے نجات دلائی اور کشتی خیر وعافیت کے ساتھ کنارے پر آ لگی' دعا فرمائی کہ نہ صرف کشتی میں عمدہ اور آرام کی جگہ دے بلکہ جہاں کشتی سے اتارے جائیں وہاں بھی کوئی تکلیف نہ ہو۔ ہر طرح ہر جگہ تیری رحمت وبرکت شاملِ حال رہے۔

۳۴۔ عذاب سے حفاظت وسلامتی کی دعاء۔

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمہ۔ اے رب! تو مجھے اِن ظالموں کے گروہ میں نہ کرنا۔ (المومنون۔۹۴)

تفسیر۔ جب کبھی اللہ کا غضب کسی قوم پر نازل ہو رہا ہو تو سخت آفت ومصیبت نازل ہوتی ہے' اس لئے ہر مومن کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ عذاب الٰہی سے ڈرتا رہے اور یہ دعا کرے کہ جب ظالموں پر عذاب آئے تو الٰہی مجھ کو اس عذاب سے محفوظ فرمانا اور اپنے عذاب سے بچانا۔

۳۵۔ شیاطین اور ان کے وسوسوں سے حفاظت کی دعاء۔

رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

ترجمہ۔ اے میرے پروردگار! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔
اور اے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ جائیں۔ (المومنون۔۹۷۔۹۸)



Marfat.com

تفسیر۔شیاطین جن سے بچنے کا طریقہ صرف اور صرف اللہ کی پناہ میں آنا ہے کیونکہ کوئی تدبیر جو انسان برت سکتا ہے اس سے یہ شیاطین الجن قابو میں نہیں آتے نہ ہی متاثر ہوتے ہیں اس لئے اللہ کی پناہ میں آنا ہی ان سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔شیطان کی چھیڑ یا وسواس یہ ہوتے ہیں کہ انسان کو موقع بے موقع غصہ دلا کر لڑائی بھڑائی کرادے اور اس کے منہ سے غیر اخلاقی کلمات ادا کرادے یا کوئی کلمہ کفر بلوادے اس لئے یہ دعا تعلیم فرمائی گئی کہ یارب! کسی حال میں بھی شیطان کو قریب نہ آنے دیجئے تا کہ وہ مجھ پر اپنا وار استعمال نہ کر سکے اور اے میرے رب مجھے اپنی پناہ میں لے لیجئے۔ یہ دعائے خاص آنحضرت ﷺ بیت الخلاء جاتے وقت پڑھا کرتے تھے کیونکہ بیت الخلاء وہ جگہ ہے جہاں شیاطین اور جنوں کا ہجوم رہتا ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ بیت الخلاء جانے سے قبل اس دعا کو پڑھ لیا کرے۔

۳۶۔صاحبِ ایمان بندوں کی دعاء۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ۔اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لا چکے ہیں تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم فرما تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔(المومنون۔۱۰۹)

تفسیر۔حقِ تعالیٰ نے یہ دعا اپنے ایمان والے بندوں کو تعلیم فرمائی کہ وہ اپنے رب سے ڈرتے رہیں اور اُس سے پناہ طلب کرتے رہیں کہ وہی سب سے بڑا حاکم اور رحم کرنے والا ہے۔اس پر کامل یقین ہی اس کی نسبت وقربت کا وسیلہ بنتا ہے۔وہ اپنے خاص بندوں (کو جو اس پر پورا پورا ایمان ویقین رکھتے ہیں) کا خاص خیال رکھتا ہے۔

۳۷۔مغفرت ورحمت کی دعاء۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ۔اے میرے رب! تو بخش اور رحم کر اور تو سب مہربانوں سے بہتر مہربانی کرنے والا ہے۔(المومنون۔۱۱۸)



Marfat.com

تفسیر۔آخرت میں فلاح وکامیابی عذابِ الٰہی سے بچ جانا ہے۔محض دنیا کی دولت اورآسائشوں کی فراوانی' کامیابی نہیں۔ یہ تو دنیا میں کافروں کو بھی حاصل ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان سے فلاح کی نفی فرمارہا ہے جس کے معنی ہوئے کہ اصل فلاح آخرت کی فلاح ہے جو اہلِ ایمان کے ہی حصے میں آئے گی۔طلبِ رحمت کی درخواست اپنے پروردگار سے ہر مقام ہر موقع پر کرتے رہنا چاہیے۔

۳۸۔عذابِ جہنم سے بچنے کی دعاء۔

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٦٦﴾

ترجمہ۔اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کا عذاب پرے ہی پرے رکھ کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔(الفرقان۔۶۵۔۶۶)

تفسیر۔یہ دعا اللہ کے ان خاص عبادت گزار بندوں کی ہے جو راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔اس خاص دعا سے معلوم ہوا کہ اللہ کے بندے وہ ہیں جو ایک طرف تو راتوں کو اُٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ ڈرتے بھی ہیں کہ کہیں کسی غلطی یا کوتاہی پر اللہ کی گرفت میں نہ آجائیں' اس لئے وہ عذابِ جہنم سے بھی پناہ طلب کرتے ہیں۔گویا عبادت واطاعت کے باوجود اللہ کے عذاب اور اس کے مواخذے سے انسان کو بے خوف نہیں ہونا چاہیے' اور نہ ہی اپنی عبادت اور اطاعتِ الٰہی پر غرور گھمنڈ میں مبتلا ہونا چاہئے۔یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نجات توفیقِ الٰہی سے حاصل ہوتی ہے' اپنے اعمال سے نہیں۔

۳۹۔اپنی آل اولاد کے لئے دین داری کی دعاء۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾



Marfat.com

ترجمہ۔ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما' اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ (الفرقان۔۷۴)

تفسیر۔ یہ دعائے خاص اللہ کے نیک بندوں کی دعا ہے جو اپنے لواحقین کے لئے مانگتے ہیں۔ یعنی بیوی بچے ایسے عنایت فرما جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی اور قلب مسرور ہو اور ظاہر ہے مومنِ کامل کا دل اسی وقت ٹھنڈا ہوگا جب اپنے اہل وعیال کو اطاعتِ الٰہی کے راستے پر گامزن اور علم نافع کی تحصیل میں مشغول پائے کیونکہ دنیا کی تمام نعمتیں اور مسرتیں اس کے بعد ہی حاصل ہوں گی۔

۴۰۔ دعائے طلبِ حکمت۔

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ۔ اے میرے رب! مجھے قوتِ فیصلہ عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں ملا دے۔ اور میرا ذکرِ خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ۔ (الشعراء۔۸۳۔۸۴)

تفسیر۔ اے میرے رب مجھے ایسے اعمال مرضیہ اور آثار حسنہ کی توفیق دے کہ آنے والی نسلیں ہمیشہ میرا ذکرِ خیر کریں اور میرے راستے پر چلنے کی طرف راغب ہوں۔ یہاں حکم یا حکمت سے مراد علم وفہم' قوتِ فیصلہ ہے۔ یہ دعائے خاص حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہے۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اس لئے آج تک تمام امتوں میں ان کا ذکرِ خیر کیا جاتا ہے۔ ہمارے نبی آخر ﷺ بھی حضرت ابراہیمؑ کی امت میں آخری نبی تھے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی تھی کہ لوگ میرے بعد قیامت تک میرا ذکر اچھے لفظوں میں کرتے رہیں اس لئے ان کا ذکر ہر امت وقوم میں عظمت وتکریم سے ہی کیا گیا ہے۔

۴۱۔ دشمنوں سے نجات کی دعا۔



Marfat.com

رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ۔ اے میرے پروردگار! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ پس تو مجھ میں اور اُن میں کوئی قطعی فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے صاحب ایمان ساتھیوں کو نجات دے۔ (الشعرأ۔ ۱۱۷۔۱۱۸)

تفسیر۔ یہ دعا حضرت نوحؑ نے کی ہے جب وہ اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک تبلیغ کرتے رہے اس کے باوجود قوم نے ان کی بات نہیں مانی اور انہیں جھٹلاتے ہی رہے اور حضرت نوحؑ کو طرح طرح سے تکالیف پہنچاتے رہتے تھے' تب حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے تنگ آ کر بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا مانگی جس کے نتیجے میں تمام کافر غرقِ آب ہو کر ہلاک ہو گئے۔ صرف وہ لوگ جو سیدھے راستے پر آ چکے تھے اور حضرت نوحؑ پر ایمان لے آئے تھے وہی افراد ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ صرف ان کو ہی اللہ کے عذاب سے نجات ملی تھی۔

۴۲۔ حضرت لوط علیہ السلام کی دعاء۔

رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ستر جمہ۔ میرے پروردگار! مجھے اور میرے گھرانے کو اس (وبال) سے بچا لے جو یہ کرتے ہیں۔ (الشعرأ۔ ۱۶۹)

تفسیر۔ یہ دعا حضرت لوطؑ نے مانگی تھی جس کی مقبولیت کے باعث وہ بچا لئے گئے اور ان کی بدکار قوم پوری کی پوری تباہ و برباد کر دی گئی اور ان کی بستیوں کو الٹ کر تہہ آب کر دیا۔ کسی قوم پر عذاب نازل نہیں ہوتا تھا جب تک رسول اُن کے درمیان مقیم ہوتے۔ عذاب سے پہلے نبی اور اہلِ ایمان ہجرت کر جاتے تھے۔

۴۳۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعائے شکر و عمل صالح۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

معاذ اللہ ۱۷۰

Marfat.com

ترجمہ۔ اے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے۔ مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے۔ (النمل۔۱۹)

تفسیر۔ یہ دعا حضرت سلیمانؑ نے اس وقت فرمائی جب آپؑ نے چیونٹی جیسی ریزہ برابر مخلوق کی گفتگو سن کر سمجھ لی۔ اس سے حضرت سلیمانؑ کے دل میں اپنے رب کی شکرگزاری کا احساس پیدا ہوا کہ اللہ نے مجھ پر کتنا بڑا انعام فرمایا ہے۔ اس دعا سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جنت مومنوں کا ہی گھر ہے' اُس میں کوئی بھی اللہ کی رحمت کے بغیر داخل نہیں ہوسکتا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ ''سیدھے سیدھے اور حق کے قریب رہو اور یہ بات جان لو کہ کوئی بھی شخص صرف اپنے عمل سے جنت میں نہیں جائے گا اور میں بھی جب تک اللہ کی رحمت مجھے اپنے دامن میں نہیں ڈھانک لے گی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

۴۴۔ مغفرت کی دعاء جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مانگی۔

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ

ترجمہ۔ اے پروردگار! میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تو مجھے معاف فرمادے۔ (القصص۔۱۶)

تفسیر۔ یہ دعا حضرت موسیٰؑ نے اس وقت مانگی جب انہوں نے نادانستہ طور پر مصر کے ایک قبطی (جو فرعون کے باورچی خانے میں کام کرتا تھا) کو تنبیہ کے طور پر ایک مکہ مار دیا جس سے وہ مرگیا۔ گو کہ اتفاقیہ قتل ہوا تھا جس کا شمار گناہِ کبیرہ میں نہیں تھا کیونکہ کہ کبائر سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کی حفاظت فرماتا ہے تاہم انہیں یہ ایسا گناہ محسوس ہوا تھا جس کے لئے انہوں نے بخشش کی دعا کو ضروری سمجھا۔

۴۵۔ سخت حاجت کی حالت میں مانگنے کی دعا۔

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾

ترجمہ۔ اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اُتارے میں اُس کا محتاج



Marfat.com

ہوں۔ (القصص۔۲۴)

تفسیر۔ حضرت موسیٰ مصر سے طویل سفر کے بعد مدین پہنچے تو ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا اور سفر کی تکان اور بھوک سے نڈھال تھے۔ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر مصروفِ دعا ہو گئے۔ خیر کا لفظ کئی چیزوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ کھانے کے لئے' امورِ خیر اور عبادت کے لئے' قوت وطاقت اور مال کے لئے (ایسر التفاسیر) اُس بے بسی اور عزیت کے عالم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہر ''خیر'' کی ضرورت تھی۔ غذا کی' کسی ٹھکانے کی' رفاقت کی۔ موضح القرآن میں شاہ عبدالقادر محدث دیلویؒ تحریر فرماتے ہیں۔ ''عورتوں نے انہیں پہچانا کہ یہ مسافر دکھائی پڑتا ہے اور کہیں دور سے آیا ہے' تھکا ہوا اور بھوکا ہے۔ جا کر اپنے باپ (حضرت شعیبؑ) سے کہا ان کو ایک مردِ نیک بخت کی تلاش تھی جو اُن کی بکریاں چرائے اور بیٹی سے اُس کا بیاہ کریں۔'' حضرت موسیٰؑ اس طرح حضرت شعیبؑ کے مہمان ہوئے اور بعد میں ان کے داماد بنے۔ اللہ تعالیٰ نے اضطراری کیفیت میں ان کی دعا قبول فرمالی۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ انسان اگر سخت اضطراری کیفیت میں دعا مانگے تو وہ فوراً قبول ہوتی ہے۔

۴۶۔ اللہ کی پناہ میں آنے کی بے مثل دعاء۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ؕ﴿۵﴾

ترجمہ۔ آپ کہہ دیجئے! کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اُس چیز کے شر سے جو اُس نے پیدا کی ہے۔ اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اُس کا اندھیرا پھیل جائے۔ اور گرہ (لگا کر اُن) میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی)۔ اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے۔



Marfat.com

تفسیر۔اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تبارک تعالیٰ نے ہر قسم کے خارجی ظاہری شر سے (جو انسان کے لئے مہلک ومضر ہوسکتا ہے) بچنے کی دعاء اپنے بندوں کو سکھائی ہے۔ جادوٹونے ٹوٹکے کرنے والیوں کا شر خواہ وہ جادوسحر کی صورت میں ہو یا جادوئی عملوں کی شکل میں ہو اور آخر میں اس سورۃ شریف۔ میں حاسد کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔ حاسد جو ہر طرح کے نقصان کے درپے رہتا ہے اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے دعاء کی گئی ہے۔ حسد میں انسان اندھا ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات وہ بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کر گزرتا ہے۔ ایسے حاسد کے حسد سے اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ مومن کا سب سے بڑا حاسد تو شیطان مردود ہے کہ وہ ہر طرح سے اس سے دشمنی کرتا ہے اور اس کو صراط مستقیم پر چلنے سے روکتا ہے' بہکاتا بھٹکاتا ہے۔ اس کے شر سے محفوظ و مامون رکھنے والا تو صرف اللہ ہی' ہے جو اپنے بندوں کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ سورۃ فلق اور اس کے بعد کی سورۃ الناس دونوں سورتیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر کرم خاص فرماتے ہوئے عطاء فرمائی ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ پر کامل یقین وایمان کے ساتھ ساتھ خود کو اللہ کی پناہ میں لے آئے۔ اللہ ایسی تمام چیزوں سے بچائیں جو ہم کو خسارے اور گھاٹے میں ڈالنے والی ہیں۔ خواہ وہ کیفیات ظاہری ہوں یا باطنی۔ وسوسوں اور نفس کی برائیوں سے بچنے کی دعا رب کائنات اپنے بندوں کو خود تعلیم فرما رہا ہے۔ ہمارے رب نے ہمیں صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ وہ ہر ہر لمحہ ہماری حفاظت وبہتری کی تعلیم وتربیت بھی کر رہا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾
مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۙ الۡخَنَّاسِ ۪﴿۴﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ
صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾

ترجمہ۔آپ کہہ دیجئے! کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔لوگوں کے



Marfat.com

مالک کی (اور) لوگوں کے معبود کی (پناہ میں) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں پناہ مانگتا ہوں تمام لوگوں کے پروردگار کی۔ تمام لوگوں کے بادشاہ کی۔ تمام لوگوں کے معبود کی۔ اس کے شر سے جو بہکاتا ہے اور چھپ جاتا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خواہ وہ جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے۔

تفسیر۔ گذشتہ سورت میں ظاہری شر اور حاسدوں کے شر سے بچنے اور اللہ کی پناہ میں آنے کی دعاء سکھائی گئی ہے۔ یہاں انسان کے سب سے بڑے حقیقی اور ازلی دشمن شیطان سے بچنے کے لئے دعاء سکھائی جارہی ہے جو دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور انسانوں کو طرح طرح سے بہکاتا پھسلاتا ہے اور برائی کی طرف راغب کراتا ہے اور اندورنی طور پر انسان کے ایمان کو کمزور کرتا ہے۔ یہ وہ خطرہ ہے جس سے بچنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ کیونکہ دشمن آنکھوں سے اوجھل بھی ہے نظر بھی نہیں آرہا اور اس کے حربے عقلِ انسانی سے بالاتر ہیں۔ انسان تو اپنی قوت سے ان سے بچنے کی تدبیر کرہی نہیں سکتا جب تک کہ اللہ کی دی ہوئی توفیق و ہدایت اس کے ساتھ نہ ہو۔ صرف اور صرف اللہ کی قوت و حکمت اسے پناہ دے سکتی ہے۔ انسان اللہ کی عبادت کرے' اس کی حاکمیت اور ملکیت کو دل و جان سے تسلیم کرے۔

یہ سورۃ خاص شیطان سے بچنے اور شیاطین کے اثرات بد سے متاثر جنوں اور انسانوں سے محفوظ رہنے کے لئے عطیۂ عظیم ہے۔ اس سورۃ پر قرآن حکیم مکمل ہورہا ہے تاکہ بندۂ مومن امن میں رہے اور بھول میں نہ پڑے۔ اور بھول میں پڑے ہوئے' بہکے ہوئے' بھٹکے ہوئے لوگوں کے شر سے محفوظ رہے۔

اللہ کی پناہ میں آنے اور ہر قسم کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے خواہ وہ نسانوں کی طرف سے ہو یا شیطان کی جانب سے معوذتین ایسی ربانی سورتیں ہیں جن کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''آج کی رات مجھ پر کچھ ایسی آیات نازل ہوئی ہیں جن کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی۔'' یہ فرما کر آپ ﷺ نے سورۃ



Marfat.com

فلق اور سورۃ الناس تلاوت فرمائیں۔ (صحیح مسلم و ترمذی) ابو حابس جہنیؓ سے آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اے حابس کیا میں تمہیں سب سے بہترین تعویذ نہ بتاؤں جس کے ذریعے سے پناہ طلب کرنے والے پناہ مانگتے ہیں۔'' انہوں نے عرض کیا۔ ''ہاں ضرور بتلائے! آپ ﷺ نے دونوں سورتوں کا ذکر کر کے فرمایا یہ دونوں معوذتان ہیں (صحیح النسائی ۵۰۲۰) نبی اکرم ﷺ انسانوں اور جنوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے' جب یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کو پڑھنا معمول بنالیا۔ (ترمذی) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں جب آپ ﷺ کو کوئی تکلیف ہوتی تو معوذتین۔ ''قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر اپنے جسم پر پھونک لیتے' جب آپ ﷺ کی تکلیف زیادہ ہوگئی تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ ﷺ کے ہاتھوں کو برکت کی امید سے آپ ﷺ کے جسم پر پھیرتی۔ (بخاری)

جب نبی اکرم ﷺ پر جادو کیا گیا تو جبرائیلؑ یہی دو سورتیں لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا کہ ایک یہودی نے آپ ﷺ پر جادو کیا ہے اور یہ جادو جس چیز سے کیا گیا ہے فلاں کنوئیں میں ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو بھیج کر اسے منگوایا (یہ ایک کنگھی کے دندانوں اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں اور موم کا ایک پتلا تھا جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں) جبرائیلؑ کے کہنے کے مطابق آپ ﷺ ان دونوں سورتوں میں سے ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور گرہ کھلتی جاتی اور سوئی نکلتی جاتی۔ خاتمے تک پہنچتے پہنچتے ساری گرہیں کھل گئیں اور تمام سوئیاں بھی نکل گئیں اور آپ ﷺ پوری طرح تندرست ہوگئے اور آپ ﷺ پر سے جادو کا اثر زائل ہوگیا۔ آپ ﷺ نے محسوس کیا جیسے کوئی شخص جکڑ بندی سے آزاد ہوجائے۔ (بخاری و مسلم) (آپ ﷺ پر جادو کرنے کے لئے جادوگر نے تانت میں گیارہ گرہیں لگائی تھیں جو ایک ایک آیت پڑھنے پر کھلتی گئی۔ معوذتین کی بھی کل گیارہ آیات ہیں۔ سورۃ الفلق کی پانچ آیات اور سورۃ الناس کی چھ آیات ہیں) آپ ﷺ کا یہ معمول بھی تھا کہ رات کو سوتے وقت سورۃ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر



Marfat.com

اپنی ہتھیلیوں پر پھونکتے اور پھر انہیں اپنے جسم پر ملتے' پہلے سر' چہرے اور جسم کے اگلے حصے پر ہاتھ پھیرتے' اس کے بعد جہاں تک آپ ﷺ کے ہاتھ پہنچتے تین مرتبہ آپ ﷺ ایسا کرتے۔ (صحیح بخاری)

فلَق کے معنی صبح کے ہیں۔ صبح کی تخصیص اس لئے کی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ رات کا اندھیرا ختم کر کے دن کی روشنی لاسکتا ہے' وہ اللہ اسی طرح خوف و دہشت کو دور کر کے پناہ مانگنے والے کو امن بھی دے سکتا ہے۔ یا انسان جس طرح رات کو اس بات کا منتظر ہوتا ہے کہ صبح کی روشنی ہو جائے' اس طرح خوف زدہ انسان پناہ کے ذریعے سے صبح کے طلوع کا امیدوار ہوتا ہے۔ (فتح القدیر) ان آیات میں شیطان' اس کی ذریت' جہنم اور ہر اُس چیز سے پناہ مانگی گئی ہے جس سے انسان کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ رات کے اندھیرے میں خطرناک درندے اپنی کچھاروں سے اور موذی جانور اپنے بلوں سے اور اسی طرح جرائم پیشہ افراد اپنے مذموم ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نکلتے ہیں۔ ان الفاظ کے ذریعے اُن تمام سے پناہ طلب کی گئی ہے۔

اس میں جادوگروں کی شرارت سے پناہ مانگی گئی ہے۔ جادوگر' پڑھ پڑھ کر پھونک مارتے اور گرہ لگاتے جاتے ہیں۔ عام طور پر جس پر جادو کرنا ہوتا ہے اُس کے بال یا کوئی چیز حاصل کر کے اُس پر یہ عمل کیا جاتا ہے۔

ایسے ہی حاسد' محسود سے حسد کرتا ہے اور زوالِ نعمت کی آرزو کرتا ہے' چنانچہ اِس سے پناہ طلب کی گئی ہے کیوں کہ حسد بھی ایک نہایت ہی بری اخلاقی بیماری ہے جو نیکیوں کو کھا جاتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے نبی اکرم ﷺ کو نماز میں بچھو نے ڈس لیا۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے پانی اور نمک منگوا کر اُس کے اوپر ملا اور ساتھ ساتھ سورۃ کافرون سورۃ اخلاص اور سورۃ الناس پڑھتے رہے۔ (مجمع الزوائد۔ ۵/۱۱۱)



Marfat.com

دعا کی اہمیت کا اندازہ آپ کو بخوبی ہو چکا ہوگا۔ قرآن شریف اور حدیث شریف میں اس کی جو اہمیت بیان کی گئی ہے وہ کم نہیں انسان کس طرح اور کیسے دعا مانگے کہ وہ قبول ہو سورۃ المؤمن میں ربِ کریم فرما رہا ہے۔ ''وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔'' دعا کرو مجھ سے میں قبول کروں گا۔ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے۔ ''بڑی عبادت تو دعا ہے۔'' اور فرمایا۔ ''جس شخص کو دعا کی توفیق ہوگئی اُس کے لئے قبولیت کے دروازے کُھل گئے۔'' اور فرمایا کہ۔ ''اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں مانگی گئی جو عافیت کے مانگنے سے زیادہ محبوب ہو۔'' اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی تمام حاجتیں بھی اللہ سے مانگنے کا حکم ہے۔ ارشاد ہوا کہ ''قضا کو صرف دعا ہٹا دیتی ہے۔'' احتیاط و تدبیر سے تقدیر نہیں ٹلتی لیکن دعا نازل شدہ بلا کے لئے بھی نافع ہے اور جو ابھی نازل نہیں ہوئی اس کے لئے بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا تمام تدبیروں اور احتیاطوں سے بڑھ کر مفید ہے انسان کو مصیبت آنے سے پہلے ہی دعا کرتے رہنا چاہیے تاکہ اُس کی برکت سے مصیبتوں' آفتوں سے محفوظ و مامون رہے۔ انسان کو ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہیے۔ یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ میری دعا قبول ہوگی کہ نہیں۔ بدگمان قطعی نہیں ہونا چاہیے۔ پورے یقین واعتماد کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔ انسان اس طرح اللہ کی پناہ میں رہ سکتا ہے اور اللہ کے فضل و کرم کا مستحق بھی۔



Marfat.com

Marfat.com

# دعاءِ تکمیل

شکرالحمداللہ

اللہ رب العزت کا شکر کس زبان سے اور کس طرح ادا کروں کہ جس کی توفیقِ خاص سے آج یہ کام انجام پذیر ہوا اور اس بندۂ عاجز کو اپنے کلامِ پاک کی ایک چھوٹی سی خدمت (جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و اعانت سے ہی ممکن ہو سکی) کی سعادت حاصل ہو سکی۔ آج تیرا یہ عاجز بندہ تیری بارگاہِ اقدس میں بصد عجز و نیاز اپنا سرِ تسلیم خم کرتا ہے اور ترے فضل و کرم سے امید کرتا ہے کہ قرآن کی اس ادنیٰ خدمت کو قبول فرمائے گے۔ میں معترف ہوں کہ اس خدمت کی انجام دہی کا پورا حق ادا نہ کر سکا لیکن تیری رحمت سے پُر امید ہوں کہ اپنی نکتہ نوازی سے اس ناچیز عمل کو قبول فرمائے گا اور اس کے ثمرات سے دارین میں مجھ کو متمع فرمائے گا۔

اے میرے مالک! اے میرے رب! اے میرے آقا اس ہدیہ ناچیز کو قبول فرما اور اپنے کلام کی برکت سے میری میرے والدین کی میرے اساتذہ و شیوخ خصوصاً ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کی جنہوں نے قدم بقدم میری رہنمائی اور سرپرستی کی میری حوصلہ افزائی کی میرے بیٹوں طاہر احمد اور اسرار احمد کی اور میرے عزیز و اقارب دوست احباب کی اور ان سب کی جنہوں نے اس کارِ خیر میں میری مدد کی ان سب کی مغفرت فرما اور دنیا و آخرت کی ہر بلا سے انہیں محفوظ و مامون فرما۔ (آمین)

◆

معاذاللہ ۱۷۹

Marfat.com

# حوالہ جات کتب

## وہ کتب جن سے اس تالیف کے سلسلے میں بھرپور مدد ملی


۱) القرآن کریم۔ (ترجمہ) حضرت مولانا محمد جوناگڑھی تفسیر وحواشی حضرت مولانا صلاح الدین یوسف۔

۲) صحیح بخاری شریف۔

۳) صحیح مسلم شریف۔

۴) صحیح ترمذی شریف۔

۵) تفسیر ابنِ کثیر۔ (ترجمہ) حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ۔

۶) الاتقان۔ از علامہ جلال الدین سیوطیؒ۔

۷) تفسیر مظہری۔ حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ۔

۸) تفسیر موضح القرآن۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر مفسر ومحدث دہلوی۔

۹) تفسیر عزیزی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی۔

۱۰) تفسیر عثمانی۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ۔

۱۱) کشف الرحمٰن۔ حضرت مولانا احمد سعیدؒ دہلوی۔

۱۲) معارف القرآن۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ (مفتی اعظم پاکستان)

۱۳) تفہیم القرآن۔ حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔

۱۴) تفسیر ماجدی۔ حضرت مولانا عبدالماجدؒ دریا آبادی۔

۱۵) لغات القرآن۔ حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ۔

۱۶) تفسیر انوار البیان۔ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہیؒ مہاجر مدنی۔

۱۷) تفسیر فی ظلال القرآن۔ سید قطب شہید ترجمہ حضرت مولانا سید معروف شاہ شیرازیؒ۔

۱۸) درس قرآن۔ حضرت مولانا محمد احمد خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ وحضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحیؒ عارف باللہ۔


Marfat.com

وہ دعائے عظیم جو ربِ کائنات نے خود اپنے بندوں کو تعلیم فرمائی
وہ تحفۂ ربّانی جس کے بغیر تمام عبادات و بندگی ناقص و ادھوری!

# تفسیر سورۃ الفاتحہ

وہ عظیم سورۃ جس کے پڑھے بغیر کوئی نماز چاہے فرض ہو، سنت کہ نفل ادا ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ عظیم سورۃ جسے سورۃ الشفا بھی فرمایا گیا جو ہر مرض کی دوا بھی ہے اور دعا بھی اور مسلمانوں کے لئے راہِ نجات کی منزل بھی۔

## تفسیر سورۃ الفاتحہ

مؤلف
مشتاق احمد قریشی

بہت جلد منظرِ عام پر آ رہی ہے

منگوانے کا پتہ: نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز احمد چیمبر ڈاکٹر بلموریا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی۔ مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور

معاذ اللہ ۱۸۱

Marfat.com

## کفر وشرک اور اسلام کی حد فاصل

اسلام ایک دینِ مکمل ہے اس میں کسی طرح بھی کفر وشرک کا میل نہیں ہوسکتا۔ دونوں کے الگ الگ راستے ہیں اسلام کا راستہ رضاءِ الٰہی ہے جو بہشت اور اُس کی نعمتوں اور انعام کا راستہ ہے جبکہ کفر وشرک، جہنم اور اُس کے عذاب، ذلت ورسوائی کا راستہ ہے۔

# تفسیر سورۃ کافرون


مؤلف

مشتاق احمد قریشی


سورۃ کافرون وہ سورۃ مبارکہ ہے جسے نبی اکرم ﷺ فجر اور مغرب کی سنتوں میں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔

یہ سورۃِ عظیم، کفر وشرک سے برات وعلیحدگی کا واضح اعلان ہے اور اللہ کے دین اور اللہ کی عبادت کا واضح اور غیر مشروط اعلان جو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے تاکہ وہ اللہ کے دین کو پوری طرح اپنا کر رسول اللہ ﷺ کی اتباع کر سکے اور اللہ کی رضا حاصل کر کے اپنے آپ کو بہشت کا حق دار بنا سکے۔ یہ سب ممکن ہے یہی کچھ اس تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔


منگوانے کا پتہ: نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز احمد چیمبرز ڈاکٹر بلموریا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی۔ مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور





Marfat.com

## قرآن ہر ایک کے لئے

کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ آپ سے کس قدر محبت کرتا ہے۔ آپ کی فلاح و بہبود کس طرح چاہتا ہے اور آپ سے کیا توقع رکھتا ہے؟ آپ کو اللہ کی محبت' شفقت اور اس کی رحمانیت کا اندازہ صرف اور صرف قرآن کو پوری طرح سمجھ کر پڑھنے سے ہی ہوسکتا ہے۔

# تفسیر سورۃ العصر

مولف۔ مشتاق احمد قریشی

والعصر۔ قرآن کی ایک ایسی مختصر سورۃ جس کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ اور دیگر ائمہ کا قول ہے کہ اگر کسی نے سورۃ العصر کو سمجھ لیا تو یوں سمجھو پورے قرآن کو سمجھ لیا۔ کہتے ہیں دور رسالت میں جب دو صحابی ملتے تھے تو وہ اس وقت تک رخصت نہیں ہوتے تھے جب تک ایک دوسرے کو سورۃ العصر نہ سنا لیتے۔

اگر آپ قرآن کو سمجھنا اور اپنی روح میں سمونا چاہتے ہیں لیکن عربی سے ناواقف ہیں تو یہ کتاب صرف اور صرف آپ ہی کے لئے ہے جس کے مطالعے سے آپ اپنی عافیت اور آخرت کا انتظام بہتر طور پر کرسکتے ہیں۔

پتہ: نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز احمد چیمبر ڈاکٹر بلوریا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی۔ مکتبہ القریش اردو بازار لاہور




Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الاخلاص

سورۃ الاخلاص کا آسان اور عام فہم ترجمہ وتفسیر' فوائد و وظائف علماء کی نظر میں

تحفۂ رمضان المبارک

## مؤلف:۔ مشتاق احمد قریشی

پروفیسر ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کی نظر میں جناب مشتاق احمد قریشی نے سورۃ الاخلاص کے مطالب و مفاہیم کو نہایت مستند مآخذ سے بہت سلیقہ کے ساتھ اخذ کر کے اردو پڑھنے والوں کیلئے پیش کر دیا ہے۔ بسم اللہ سے احد تک کی یہ تفسیر انشاء اللہ ہر ذہنی اور علمی سطح کے قاری کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی فضل رحیم ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور: یہ اپنے لحاظ سے یقیناً انوکھا اسلوب ہے اور ایسا کہ جو وقتی تقاضوں کے عین مطابق اور اہل علم و دانش کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی یہ مجموعہ قابل اعتماد اور مختلف تفاسیر کا ماحاصل ہے اور امت کیلئے انشاء اللہ مفید ہوگا۔

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان مدیر صفحہ اقرا روزنامہ جنگ: ناظم اعلیٰ اقرا روضۃ اطفال پاکستان۔ مہتمم عالمی تحفظ ختم نبوت۔ الاخلاص میں مشتاق احمد قریشی نے کافی محنت سے سورۃ اخلاص کے مفاہیم کو آسان انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ عام قاری بھی اس سے استفادہ کر سکے۔

شیخ الحدیث والقرآن حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری صاحب مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے محترم مشتاق احمد قریشی کو جنہوں نے کافی محنت سے سورۃ اخلاص کے مفاہیم کو آسان انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ قارئین اس سے استفادہ کر سکیں۔ یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمت قبول فرمائے اور ہم سب کو عقیدہ توحید و رسالت پر پختگی عطا فرمائے۔

مفتی خطیب حضرت مولانا فضل خالق الاخلاص اپنی مفوعیت و جامعیت کے لحاظ سے ایک بہترین تالف اور دین اسلام کے موضوع پر بے شمار کتابوں کے ذخیرے میں ایک گراں قدر اور ایمان افروز اضافہ تصور کی جائے گی۔

نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز احمد چیمبر ڈاکٹر بلمو ریا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی۔

ہدیہ علاوہ ڈاک خرچ — مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار۔ لاہور — ۷۵ روپے

معاذ اللہ ۱۸۴

Marfat.com

Marfat.com

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی۔ خلیفہ اجل شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی و شیخ الحدیث جامع اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کتاب کے مطالعہ سے ہر مسلمان ربِ کائنات کی پناہ کی افادیت کو اچھے انداز میں محسوس کرے گا اور اس تعلیمات پر عمل کر کے نہ صرف ایک اچھا مسلمان ثابت ہوگا بلکہ شیطان کے مکرو فریب اور گمراہی کے اسباب سے بھی محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ جناب مؤلف کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اُمت کے لئے اس کو نافع بنائے۔

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحبِ نگران اسلامی صفحہ روزنامہ جنگ۔

نائب مدیر اقرار روضۃ اطفال پاکستان۔

شیطان العین کی اس ازلی جنگ سے بچنے کے لئے قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ نے ایک دستور العمل دیا ہے جس کو شرعی اصطلاح میں "تعوذ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو شیطان کے مقابلے سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دینا۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی استعانت و امداد طلب کرنا محترم مشتاق احمد قریشی صاحب نے اس سلسلے میں نہایت کاوش اور عرق ریزی کے ساتھ قرآن کریم کی ان آیات کو یکجا کر دیا ہے۔

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی معروف محقق دانش ور ماہر تعلیم سابق صدر نشین شعبۂ اردو جامعہ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی صاحب نے بڑی کامیابی، بڑی آسانی اور بڑی سلاست کے ساتھ ان تمام اطراف جوانب اور تمام پہلوؤں کا اس مختصر تالیف میں احاطہ کر لیا ہے۔ انہوں نے تکرار اور تسلسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ، اُس کے بے حد کرم، شیطان کی حیلہ کاریوں اور فریب کے طریقوں اور انسان کے لئے شیطان سے بچنے کی صورتوں اور طریقوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ تالیف ایک مسلسل انتباہ کا درجہ رکھتی ہے۔ انہوں نے تازہ تر شیطانی حربوں کو بھی پیش کیا ہے۔

Marfat.com

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی۔ خلیفہ اجل شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی و شیخ الحدیث جامع اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کتاب کے مطالعہ سے ہر مسلمان ربِ کائنات کی پناہ کی افادیت کو اچھے انداز میں محسوس کرے گا اور اس تعلیمات پر عمل کر کے نہ صرف ایک اچھا مسلمان ثابت ہوگا بلکہ شیطان کے مکرو فریب اور گمراہی کے اسباب سے بھی محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ جناب مؤلف کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اُمت کے لئے اس کو نافع بنائے۔

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحبِ نگران اسلامی صفحہ روزنامہ جنگ۔

نائب مدیر اقرار روضۃ اطفال پاکستان۔

شیطان العین کی اس ازلی جنگ سے بچنے کے لئے قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ نے ایک دستور العمل دیا ہے جس کو شرعی اصطلاح میں "تعوذ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو شیطان کے مقابلے سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دینا۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی استعانت و امداد طلب کرنا محترم مشتاق احمد قریشی صاحب نے اس سلسلے میں نہایت کاوش اور عرق ریزی کے ساتھ قرآن کریم کی ان آیات کو یکجا کر دیا ہے۔

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی معروف محقق دانش ور ماہر تعلیم سابق صدر نشین شعبۂ اردو جامعہ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی صاحب نے بڑی کامیابی، بڑی آسانی اور بڑی سلاست کے ساتھ ان تمام اطراف جوانب اور تمام پہلوؤں کا اس مختصر تالیف میں احاطہ کر لیا ہے۔ انہوں نے تکرار اور تسلسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ، اُس کے بے حد کرم، شیطان کی حیلہ کاریوں اور فریب کے طریقوں اور انسان کے لئے شیطان سے بچنے کی صورتوں اور طریقوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ تالیف ایک مسلسل انتباہ کا درجہ رکھتی ہے۔ انہوں نے تازہ تر شیطانی حربوں کو بھی پیش کیا ہے۔

Marfat.com